حضرت جی
مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی
کی تقریریں
مرتب: محترم محمد نعیم اللہ خان صاحب امیر تبلیغی جماعت، آندھرا پردیش
شعبۂ نشر و اشاعت
مدرسہ خیر المدارس ٹرسٹ حیدرآباد

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ کتاب کے بارے میں

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے چند بیانات پر مشتمل یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے، طلب اور اخلاص کے ساتھ ان بیانات کو بار بار پڑھنے پر امید ہے کہ اللہ پر یقین میں اضافہ ہوگا۔

آپ تو جانتے ہیں کہ حضرت جیؒ داعی کبیر تھے، دین کا درد اور کڑھن اپنے والدِ محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے ورثہ میں پائی تھی۔ مولانا الیاس صاحبؒ اس عظیم دعوت و تبلیغ کے کام کے اس دور میں بانی تھے۔

حیدرآباد دکن میں جماعتوں کی آمد اور مختصر تاریخ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ تقریباً بیس سال اس کام کے امیر رہے۔ شب و روز اس کیلئے محنت فرمائی، آپ کا انتقال ۲ر اپریل بروزِ جمعہ ۱۹۶۵ء میں ہوا۔ حضرت مولانا روزانہ بلا مبالغہ ۸، ۹ گھنٹے دعوت کے سلسلہ میں ارشادات فرماتے تھے، جس نے حضرت جیؒ کو نہیں دیکھا، ان کا بیان نہیں سنا، اس کیلئے ممکن نہیں کہ اب حضرت کے بیان کی کیفیت کا اندازہ کر سکے، آپؒ کے بیان کو سن کر سننے والوں کے ایمان میں کھلے طور پر اضافہ محسوس ہوتا تھا، ایمان میں جان پڑتی اور دین پر چلنے اور دین پر مرمٹنے کے جذبات پیدا ہوتے، لاکھوں مسلمان غلط راستے کو چھوڑ کر اپنی زندگی کو تبدیل کر کے دین کی محنت کیلئے کھڑے ہو جاتے، ان کی تقریر کی مجلس میں بسا اوقات ایک ہی دن میں آدمی کی کایا پلٹ جاتی تھی۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے :

''اپنی تقاریر و بیانات میں ایمان بالغیب کی دعوت اور تاثیر کی وسعت وقوت میں اس ناکارہ نے اس دور میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا کوئی مقابل نہیں دیکھا۔'' (حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ نمبر - الفرقان ۱۹۶۷ء)

یہ عاجز ۱۹۵۰ء سے ہی اس مبارک کام سے متعارف ہوا اور اس سلسلہ میں بارہا بنگلے والی مسجد بستی حضرت نظام الدین جاتے آتے رہنے کا موقع ملا اور حضرت جیؒ کے بیانات کے سننے اور آپ کی صحبتِ بابرکت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت جیؒ خود بھی کئی مرتبہ حیدرآباد تشریف لائے۔

بندہ اپنی حاضری کے موقع پر اپنی ذاتی یادداشت کے طور پر حضرت جیؒ کا بیان لکھ لیا کرتا تھا، اس کے علاوہ آپ کے معتمدِ خاص بزرگ منشی بشیر احمد صاحبؒ کی بیاض سے بھی حضرت کے بیانات نقل کرلئے تھے، اب دل میں یہ بات آئی کہ یہ امانت مسلمان بھائیوں تک پہنچادوں۔ ممکن ہے کسی کی ہدایت اور اصلاح کا ذریعہ بن جائے اور کوئی اللہ کا بندہ میرے لئے دل سے دعا کردے۔

والسلام، دعا کا طالب

محمد نعیم اللہ خان جامع مسجد ملے پلی

بتاریخ ۲۵ر مارچ ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات اعمال ہی سے بنتے ہیں!

کیوں پریشان ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کے سارے کے سارے حالات قرآن پاک میں ہیں، یہ حالات کا تعلق انسان کے اعمال سے ہے، اگر عمل اچھے ہوں گے تو چیزوں کے بغیر بھی حالات درست ہو جائیں گے، تم ہر نبی کی زندگی کے نقشے اٹھا کر دیکھو، ان کے نقشے ٹوٹے پھوٹے وگھٹیا ملیں گے اور حالات کے اعتبار سے سب سے بہتر ہستیوں کے ملیں گے، کسی نبی کی زندگی اٹھا کر دیکھو اور کتابوں میں سب سے زیادہ محفوظ تو حضور ﷺ کی زندگی ہے، جتنا تمہارے غریب کا گھر ہوتا ہے اتنا حضور ﷺ کے دس گھر تھے، یہ تو ساخت کے اعتبار سے ہے اور مالیت کے اعتبار سے ان کے اوپر کچھ حصے بہتر ہوا، چھوٹے چھوٹے مکان ایسے کہ کچھ پتھر کھڑے کر لئے اور اوپر سے کھجور کے تنے ڈال لئے۔

دس سال تک کسی گھر میں چراغ نہیں جلا، روشنی کا کوئی نظام نہیں تھا، کھانے کو دیکھو تو حضور ﷺ نے کبھی گیہوں نہیں کھایا، ایک دفعہ حضرت امام حسن حسین رضی اللہ عنہما حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں وہ کھانا پکا کر دو جو حضور ﷺ کھایا کرتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ صاحبزادو! وہ کھانا تم سے کھایا نہیں جائے گا، لیکن ان کے اصرار پر وہ انہیں جو چکی میں ڈال کر آٹا تیار کیا، اس آٹے کو پھونک ماری اور کچھ کچھ بھوسی اڑا دیا، حضور ﷺ کے ہاں چھلنی نہیں تھی، اور اسی آٹے سے روٹی تیار کی پھر اس پر روغنِ زیتون لگا کر کالی مرچ چھڑک دی اور فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کا بڑھیا کھانا تھا(۱) کوئی سے تین دن ایسے نہیں گذرے کہ مسلسل دونوں وقت ان میں کھایا ہو اور ایسے بہت سے تین تین دن گذرے ہیں کہ ان میں کھانے کیلئے کچھ نہیں ملا،

---

(۱) مجمع الزوائد: ۳۲۵/۱۰، رواہ الطبرانی واسنادہ جید، حیاۃ الصحابہ اُردو: ۳۵۸/۲

جب آپ ﷺ نے کلمہ پیش کیا تو پتھروں سے استقبال ہوا، آپ ﷺ کے اوپر تھوکا جاتا تھا، یہ تو ابتداء ہے، یہ لوگ جو پتھر مارا کرتے تھے ان کی اولادیں آپ ﷺ کے تھوک کو زمین پر گرنے نہیں دیتی تھیں، بلکہ اس کو اپنے اوپر مل لیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اگر اپنا خون دیا کہ اس کو زمین میں جا کر دفن کر دو تو انہوں نے حضور ﷺ کے خون کو پی لیا(۱) ایسی عورت بھی ہیں کہ جنہوں نے حضور ﷺ کے پیشاب کو پی لیا(۲) نقشہ تو پست لیکن حالات اتنے بلند کہ جب تک عرب کا ایک ایک بچہ آپ کا ماننے والا نہ بن گیا اس وقت تک کے بچہ کو اللہ تعالیٰ نے اٹھایا نہیں، ایسی تھی میرے نبی کی زندگی، اٹھا کر دیکھ لو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک معمولی سا جھونپڑا تھا، جس کو عربی میں عریش کہا جاتا ہے، عریش کی اصلی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ انگوروں کی بیلوں کو کھمبوں پر چڑھایا جاتا ہے اور ان کے نیچے ذرا سا سایہ ہو جاتا ہے، فرعون کا لباس لاکھوں کا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لباس بارہ آنہ کا بھی نہیں تھا، قارون کے پاس اتنا مال و دولت تھا کہ جس کا کوئی حد و حساب نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کھانے کو بھی نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون و قارون کے حالات کو لگام دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات کو بہتر بنا دیا، حالات کی بہتری غلہ کی کثرت، مکانوں کی بہتات سے نہیں ہوں گی بلکہ اعمال انسان سے ہے، اس واسطے ہر نبی نے اپنے زمانہ میں اعمال کے بہتر بنانے کی محنت کی ہے، تم اعمال پر محنت کر کے ان کو درست کرو پھر اسکے اعتبار سے حالات درست ہوتے چلے جائیں گے۔

مسجد بازاروں کے مقابلہ کیلئے ہی ہے لیکن آج ہماری تمہاری مسجدیں بازاروں کی شاخ بن چکی ہیں، اسی واسطے آپ کے مسائل کا حل مساجد سے نہیں ہو رہا ہے، بازار سے

---

(۱) الاصابة: ۳۱۰/۲، رواه لطبرانی والبزار، رجال الصحیح غیر هنید بن القاسم وهو ثقة، حیاۃ الصحابہ اردو: ۴۲۱/۲

(۲) اخرجه الطبرانی قال الهیثمی: ۲۷۱/۸ رجاله رجال الصحیح غیر عبد الله بن احمد وحکیمه وکلاهما ثقة، حیاۃ الصحابہ اردو: ۴۲۲/۲

ذہن آپ کی آمدنی کا ہے اور مسجدیں جمع کرنے کی جگہ ہیں، سمجھتے ہیں کہ مسجد کے امام ومؤذن کی تنخواہ، مسجد کی صفیں چٹائیاں، لوٹے وغیرہ ہمارے پیسے سے دستیاب ہو رہی ہیں اس صورت میں ہماری مسجدیں ہمارے حالات کی درستگی کا ذریعہ نہیں بن رہیں، مسجدوں میں دکانیں بنائی جاتی ہیں تاکہ مسجد کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں، حضور ﷺ کی مسجد کیسی تھی، وہ اپنے ہاتھوں سے تیار کی ہوئی تھی، کسی بھی مزدور کو اس کے بنانے کی مزدوری نہیں دی گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھوں سے مسجد بنائی، عورتیں، بچے، اس میں حصہ لیتے تھے، لوگوں نے اپنے اپنے باغوں سے کھجور کے تنے لائے، پہاڑوں سے پتھر لائے، حضور ﷺ کی مسجد میں چراغ نہیں جلتا تھا، مؤذن وامام کو تنخواہ نہیں دی جاتی تھی، جو لوگ وعظ ونصیحت کرتے تھے، تعلیم کرتے کراتے تھے ان کی کوئی تنخواہ نہیں تھی، سو فیصد مسلمان ان اعمال کی مشق کرتے تھے جن سے حالات درست ہوتے ہیں، ہم اپنی زندگی بنانے کیلئے تو دکان، زمین پر محنت کرتے ہیں اور ان سے زندگی کے نقشے بناتے ہیں اور تفریح کے طور پر مسجدوں میں چند رکعتوں کے پڑھنے کیلئے جاتے ہیں، ایک حدیث بھی نہیں بلکہ بہت سی حدیثوں میں حضور ﷺ نے مسجدوں اور بازاروں کا مقابلہ کر کے دکھلایا ہے، اس نوعیت سے ہم بازاری لوگوں میں شمار ہوں گے دو یقین ہیں، ایک بازاری یقین، ایک مسجد والا یقین، بازاری یقین تو فاحشہ والا یقین ہے، سج کر بیٹھ جاتی ہے اور ہر ایک پر نظر ڈالتی ہے، اور جو پھنس جاتا ہے تو اس کے ساتھ محبت کا اظہار کرتی ہے اور اگر اس سے زیادہ دینے والا مل جائے تو اس کو دھکے دے رہی ہے، رنڈی ایک کیلئے کپڑا نہیں پہن رہی ہے بلکہ جو زیادہ لائیگا اسی کی ہو جائے گی، اس کا یقین سیکڑوں ہزاروں پر ہے اور اس رنڈی کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو پڑی سڑتی رہے گی، کوئی اس کا پوچھنے والا نہ ہوگا، جس طرح سے رنڈی تمہاری آنکھوں میں حقیر ہے اسی طرح سے بازاری آدمی اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایسا ہی حقیر ہے رنڈی تو ایک حکم توڑتی ہے کہ زنا کرا رہی ہے اور یہ بازاری بہت سے حکموں کو توڑتے ہیں، ایک بازاری یقین ہے کہ بازار کی چیزوں کا یقین کر کے زندگی مٹانے کی

بنیاد اٹھاتا ہے اور ایک مسجد والا یقین ہے کہ سب کچھ اللہ رب العزت کے کرنے سے ہوگا، نہ قلعہ سے ہو نہ بندوں سے ہو، نہ روٹی سے ہو نہ کپڑے سے ہو، سب کچھ اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے، ایک خدا کے دینے سے ملتا ہے، ایک خدا کے ماننے سے ملتے ہیں اور اللہ رب العزت سے بننے کا طریقہ ہے، محمد رسول اللہ۔ سارے کام خدا کردیں گے، حفاظت کریں گے، تندرستی دیں گے، کھانے کو دیں گے، پہننے کو دیں گے، یہ یقین پیدا کیا جائے جیسے کہ پاکدامن عورت کسی کی طرف التفات نہیں کرتی سوائے اپنے خاوند کے۔

لہٰذا تم ایک یقین تجویز کرلو اور ایک طریقہ تجویز کرلو اور اس ایک یقین اور ایک طریقہ پر اپنی زندگی گذارو، حضور ﷺ کا سب کیلئے ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے چوبیس گھنٹے کے عمل خدا کے اعتبار سے کرو، تاجر، زارع، مزدور سب کو ایک ہی طرح سے عمل کرکے بتلائے ہیں۔

حضور ﷺ کا طریقہ سب کے لئے ایک ہے، پہلا سچ بولنا سب کیلئے ہے، اور آپ نماز، روزہ سب کو دے گئے، حج کرنا تو مالداروں کیلئے ہے، لیکن حج کے لئے محنت کرنا سب کو دے گئے، چیزوں کو سامنے رکھ کر چلنا نہیں ہے بلکہ چیزوں کے اندر حالات کے ڈالنے والے خدا کو سامنے رکھ کر چلنا ہے، خدا سے کامیابی چیزوں کے ذریعہ نہیں لی جاتی ہے بلکہ عملوں کے ذریعہ لی جاتی ہے، چیزوں میں تو سب مشترک نہیں ہیں لیکن اعمال کے اندر سب مشترک ہیں۔

حضور ﷺ کامیابیوں کیلئے عمل بتلا گئے ہیں کہ عمل سے تمہاری زندگی کامیاب بنے گی، عمل سے تمہارے حالات ٹھیک ہوں گے، صحت ملے گی، عزت ملے گی، اولاد ملے گی، لہٰذا تم اللہ والے عملوں کا یقین پیدا کرو اور چیزوں کے چیزوں سے حالات کے بننے کا یقین دل سے نکال دو، عمل انسان کے چیزوں کے اعتبار سے ہونے ختم ہوجائیں اور خدا کے اعتبار سے عمل بننے لگ جائیں۔

مسجد کی آواز ہے اللہ اکبر ! اس کے کیا معنی ہیں؟ جہاں تم ہو وہاں یہی کہو کہ اللہ تعالیٰ بڑے ہیں اور سب چھوٹے ہیں، اگر مسجد میں ہو تو یوں کہو کہ اللہ بڑے ہیں،

لفظ کو خشوع و خضوع، سب جیسے بلکہ ان سب کے حقائق ہیں، اصلی کی طرف یہ الفاظ رہبری کر رہے ہیں، لفظ تو بہت جلدی بول دیا جاتا ہے لیکن حقیقت اس وقت حاصل ہو گی جب اتنی محنت کی جائے جو حقیقت تک پہنچنے کے لئے درکار ہوتی ہے، قرآن پاک میں دو طرح کے لفظ ہیں، ایک وہ جو ہماری ذات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، ان کا نام ہے شرائط اور اللہ تعالیٰ والے الفاظ کے حقائق ہیں انعامات، اگر تمہارے اندر ایمان اور عمل صالح ہوگا، تمہارے اندر ایمان کی حقیقت اور عمل صالح کی حقیقت کا وجود ہوگا تو اللہ رب العزت نے اس پر جو انعام رکھا ہے وہ حاصل ہو جائے گا۔

ہم سے متعلق بیان ہوئی دو حقیقتیں ہیں، محنت کر کے اٰمنوا اور عملوا الصّٰلحٰت کی حقیقت تک پہنچو تو اللہ رب العزت تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے استخلاف فی الارض خالی کوئی لفظ نہیں ہے، جس طرح انڈے کو توڑ کر بچہ ظاہر ہوتا ہے تو پھر وہ بچہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ پرواز کر کے وہ دور ابر کی کوٹھیوں تک پہنچ جاتا ہے، اسی طرح سے باطل نقشے جو تم کو جکڑے ہوتے ہیں، ہمیں اٰمنوا اور عملوا الصّٰلحٰت کی حقیقت حاصل ہو جائے گی تو اللہ رب العزت اس کو انڈے کی طرح سے توڑ کر رکھ دیں گے۔

جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو حقیقت کے جاننے کے بعد خلاصی نصیب فرمائی تھی، مصائب کے بعد فرعونی طاقت کو ایک دن بحر قلزم میں لیجا کر ڈبو دیا اور بنی اسرائیل کو سب کچھ دے کر دکھلا دیا، لیکن یوں ہی...... پر پہلے بھی نہیں کئے تھے اور اب بھی نہیں کریں گے، بنی اسرائیل کو پہلے اس کی حقیقت حاصل ہو گئی تھی تو غیب سے ان کے لئے کامیابی کے دروازے کھول دئے تھے، حضرت موسیٰؑ نے قوم سے کہا کہ اے قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو تو اللہ پر توکل کرو، قوم کہی کہ اگر زبان سے لفظ توکل کہہ لیں یہی کافی ہو جائے گا، اگر تم اللہ پر بھروسہ کر کے پھر بھی دکان کرو تو یہ وہ توکل نہیں ہے جس پر باطل قومیں زیر ہو جائیں، توکل کے اوپر بڑے بڑے نقشے اور پولس اور بڑی بڑی طاقتیں ہلاک و برباد کر دئے جاتے ہیں، اسی آیت نے یہ بتلایا کہ توکل کی

حقیقت پر بہت کچھ ملتا ہے، آج جس طرح مسلمان سمجھ رہے ہیں کہ کوئی بلی ایسی نہیں جو چوہے کے ہاتھ میں آجانے کے بعد اس کو چھوڑتی نہیں، مسجد میں دعا کر کے چلا یئے کہ بغیر دکان کے زمینداری کے روٹی تو ملتی نہیں، ایسے توکل پر ظالموں کی جڑ کٹ سکتی ہے؟ قوم بنی اسرائیل زبان سے کہہ لیا کہ علی اللہ توکلنا۔

آج بھی کوئی جلسہ جلوس ہوتا ہے تو زبان سے تو سب سے زور سے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر لگایا جاتا ہے لیکن جب ان کے سامنے محنت کا مطالبہ رکھا جاتا ہے تو اپنے اعذار سنائے جاتے ہیں، جب کسی کو بڑا سمجھا جاتا ہے تو جان و مال اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے، اسی طرح سے توکل بھی ایک حقیقت ہے وہ سمجھے کہ توکل کے لفظ پر یہ سب انعامات ملنے والے ہیں، زبان سے علی اللّٰہ توکلنا کہا اور دعاء مانگی کہ اے اللہ! ہمیں ظالم قوم سے نجات مرحمت فرما۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے تم سے جو مطالبہ ہے اس پر محنت کر کے زبان سے توکل کا لفظ بولو، بنی اسرائیل کو جو عمل دیا گیا تھا وہ نماز کا تھا، کھیتی کے بدلے، دُکان کے بدلے تم نماز پڑھو، جیسے تمہاری محنت کے میدان ہیں وہ تو سارے چھوڑ دو اور ہر بات کے واسطے نماز پڑھو اور خدا سے مانگو، روٹی چاہئے، اولاد چاہئے ہر ایک کے لئے نماز پڑھو اور خدا سے مانگو، اگر فرعون کی حکومت تمہارے مظالم میں انصاف کرنے کی گنجائش رکھتی تو کسی فرعونی کی ہمت نہیں تھی جو تمہیں پیٹ دیتا، جس طرح سے کہا جاتا ہے کہ اس فساد میں پولیس کا ہاتھ تھا ورنہ اس کی کیا مجال تھی جو ظلم ڈھاتے جیسے تمہارے مسئلے میں اے قوم! تم فرعون سے جا کر مت کہو بلکہ نماز پڑھو کہ تم خدا کے سامنے اپنی حاجت رکھو کہ نماز پڑھ کر اس پر بھروسہ کیا جائے گا، یہ توکل کی حقیقت ہے توکل والے عمل کر کے اللہ سے مانگنا اور اس پر ملنے کا یقین کرنا، قصے بہت ہیں۔

ایک قصہ حضرت جیؒ نے سنایا تھا، سارے انبیاء اور سارے اولیاء کے قصے توکل کے ہیں، حضرت جیؒ نے اپنے والد کا قصہ سنایا کہ میری آنکھ کہتے ہیں دکھنے آئی، خوب علاج کئے لیکن تکلیف بڑھتی گئی یہاں تک کہ حکیموں نے جواب دیدیا،

باہر جا کر کہو کہ وزیر اعظم سب سے بڑے ہیں تو تمہارا اللہ اکبر کہنا منہ پر پھینک کر مارا جائے گا، جیسے کوئی کہے کہ اللہ بھی معبود ہیں اور حضرت محمد ﷺ بھی معبود ہیں، اگر ہم نے یوں کہا کہ اللہ پالتے ہیں اور کہا کہ دوکان کر کے پلتا ہوں، تو یہ کہنا شرک کی بات ہو جائے گا، اللہ اکبر بہت طاقت کی چیز ہے، باوجود اس کے کہ تم اللہ اکبر کو جانتے نہیں، لوگ اس سے تھرّاتے ہیں، جب اللہ اکبر کان میں پڑے تو سارے نقشوں کو چھوڑ کر مسجد کا رُخ کرو، جو اللہ کو بڑا کہتا ہے وہ ساری کائنات کو چھوٹا کہتا ہے اس کا یوں کہنا کہ اللہ بڑے ہیں اور چیزیں چھوٹی ہیں، مسجد میں آنے کی بنیاد سب سے پہلی یہ ہے کہ اللہ بڑے اور ساری کائنات چھوٹی ہے۔

دوسری آواز ہے **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ** : لوگ کہا کرتے ہیں کہ صاحب پرزہ چھوٹا ہے، لیکن مشین اس کے بغیر چلے گی نہیں، لیکن اللہ رب العزت سب کے بغیر جو چاہیں کر کے دکھلادیں، دوا سے صحت نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے حکم سے صحت ہوتی ہے، غیر خدا سے کچھ نہیں ہوتا۔

تیسری آواز ہے **اشھد ان محمّدًا رسول اللّٰہ**: اللہ جو بڑے ہیں اور ان کے کرنے سے سب کچھ ہوتا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے اور بتلانے کے لئے حضرت محمد ﷺ آئے ہیں، اور اس کے خلاف نہیں ہوگا انہوں نے بتلایا کہ چیزوں کو چھوڑو اور خدا کا حکم پورا کرو، یہی **حی علی الصلوٰۃ ، حی علی الفلاح** ہے، اگر ان کے پورے عمل تم کرتے گئے تو خدا تم کو کامیاب کر کے دکھلائیں گے، زمیندار، کاشتکار، دُکانداروں کی آواز بازاری آواز ہے، مزدور کے بچے سے لیکر وزیر اعظم کے بچے تک سب کی آواز بازاری آواز ہے، ان کی حیثیت خدا کے نزدیک رنڈی کی حیثیت سے زیادہ نہیں ہے، جدھر چار پیسے ملتے ہیں دیکھتے ہیں ادھر ہی چل دیتے ہیں ایسے لوگوں ہی کی وجہ سے سیلاب آتے ہیں، خون خرابا ہوتا ہے، ایک آواز مسجد کی ہے اور خدا کی دی ہوئی آواز ہے، اگر یہ خالی آواز ہی آواز ہے تو یہ دھوکے کی چیز ہے، مسجدوں کے اندر بیٹھ کر چیزوں کی تردید سنو تا کہ ان کا دھیان تمہارے اندر سے

نکل جائے، جتنا قرآن وحدیث کا مذاکرہ کرو گے سارے بازاری نقشوں کی تردید ملے گی، ان کو اتنا سنو تا کہ سنتے سنتے بازاری نقشوں کا یقین دل سے نکل جائے اور خدا کا یقین دل میں جم جائے، خدا کی ذات وصفات کے تذکرے، جب یوں کہا جائے گا کہ خدا پیدا کرنے والے ہیں تو یہ بھی کہا جائے گا کہ اللہ کے علاوہ کوئی پیدا نہیں کرتا، جب یوں کہو گے کہ خدا دیتا ہے تو وہاں یوں بھی تو کہو گے کہ کوئی نہیں دیتا، جب فرشتوں کے نظام کا یقین کرو گے تو تمہیں ظاہری نظام کی تردید کرنی پڑے گی، جب خدا کے علم کا یقین کرو گے تو مخلوق والے علم کی تردید کرنی پڑے گی، اگر کہو کہ اللہ کا علم صحیح ہے اور سائنس کا علم بھی ٹھیک ہے تو تم نے قرآن پاک کو نہیں مانا، آسمانی کتابوں کے علم کے تذکرے کئے جاؤ گے، علم وہ ہے جو قرآن میں ہے، وہ فاعل کا علم ہے کہ کرنے والا کیسے کیسے کرتا ہے، اور سائنس کا علم آلات کا علم ہے اور آلات سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ خدا کے کرنے سے ہوتا ہے، سارے علوم تابع بن گئے اللہ والے علم کے۔

مسجد میں بیٹھ کر جو اللہ والا علم چلایا جائے گا تو باقی علوم کی تردید کی جاتی ہے، یہاں کھچڑی نہیں بنتی، یہاں خالص چاول کھائے جاتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑائی بیان کرو گے تو فرعون کی بڑائی کی تردید کرو گے یا نہیں؟ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون اور قارون کی تو حقارت یہاں کی اور اپنے زمانے کے فرعون اور قارون کی عظمت کی تو تم نے حضور ﷺ کی بڑائی تسلیم ہی نہیں کی، حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابو جہل میرے زمانہ کا فرعون ہے، لہٰذا تم وزراء، مالداروں وغیرہ کی عظمت اپنے دل سے نکالو، تمہارے نزدیک جس طرح سے کتا حقیر ہے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وزیر و مالدار حقیر و ذلیل ہیں۔

اگر آپ نے حضور ﷺ کو بھی بڑھیا بتلایا اور وزیر و مالدار کو بھی بڑھیا بتلایا تو آپ نے حضور ﷺ کی بڑائی کو پہچانا ہی نہیں، آج لوگ آسمان میں جانے کی سوچ رہے ہیں اور حضور ﷺ پہلے ہی آسمان پر ہو آئے ہیں اور وہ مسلمانوں کے نمائندے ہیں، آپ نے بتلایا کہ نماز تم اس طرح سے پڑھو، یہ نماز تمہارے لئے معراج ہوگی، اس کے

معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ جہاں اپنے جسم کے ساتھ پہنچے اگر مسلمان نماز پڑھنی سیکھ لے تو اپنی روح کے ساتھ وہاں پہنچ سکتا ہے، اور اگر کوئی حضور ﷺ کے طریقہ سے ہٹا ہوا ہے تو اس کی حیثیت خدا کے نزدیک کتے سے زیادہ نہیں ہے، تم تو وزیروں، مالداروں کو بڑا سمجھتے ہو اور وہ کتوں کو بڑا سمجھتے ہیں، چنانچہ چاند میں جانے کیلئے سب سے پہلے کتے کو تجویز کیا گیا، حضرت محمد ﷺ کے پاس جو کچھ آیا دوسروں کو دیا اور کتے کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ سڑ جائے کسی کو کھانے کیلئے نہیں دیتا، ہمارے ہاں بڑائی و چھوٹائی کا معیار ملک و مال سے نہیں ہوتا بلکہ اعمال کے اعتبار سے ہوتا ہے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کی تعریف اس لئے ہے کہ وہ حضور ﷺ کے رنگ میں رنگ گئے تھے، جرنیلی کی وجہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت سعدؓ سے محبت نہیں کی جاتی بلکہ حضور ﷺ کے رنگ میں رنگ جانے کی وجہ سے عظمت کی جاتی ہے، عمل جس کا علم خدا کی طرف سے ملا ہے اور حضور ﷺ کے بدن سے ظاہر ہوا ہے وہ ملک و مال سے قیمتی ہے، آپ نے اگر کوئی کسی وزیر کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی لے تو اپنے کو بڑا سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ خدا کے نزدیک اس سے زیادہ حقیر شئی کوئی نہیں ہے، رسولوں کے تذکرے کئے جائیں گے تو ان کی عظمت بھی یہاں کی جائے گی، آخرت کا تذکرہ کیا جائے اور آج کے مسائل کی تردید کی جائے گی، تقدیر کا یقین پیدا کیا جائے اور تدبیر کا یقین دل سے نکالا جائے، ہمارا یقین بن جائے کہ ملک و مال کے اوپر کامیابی و ناکامی کا دارومدار نہیں ہے بلکہ ایمان و عمل پر کامیابی اور ناکامی کا مدار ہے، جب ایمانیات نے ملک و مال کی تردید کردی اور عملوں کی اہمیت بتادی تو تم مسجدوں میں بیٹھ کر عملوں کا علم حاصل کرو، پہلے مسجد والے عملوں کا علم حاصل کرو اور پھر چوبیس گھنٹے کی زندگی میں جو عمل آئے ہیں ان کے متعلقہ علم حاصل کرو، تیسرا عمل خدا کے ذکر کا ہے، خدا کا اتنا ذکر کرو کہ شکلوں کا تاثر دل سے نکل جائے، اور خدا کا تاثر دل میں بیٹھ جائے، ہر ذکر تسخیر کے لئے ہے اور اس کی حقیقت ہے کہ ماسواء کا تاثر دل سے نکل جائے اور خدا کا تاثر دل میں بیٹھ جائے۔

الفاظ کو حقیقت بنانے کی محنت

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق فروری ۱۹۶۱ء بروز بدھ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم!

میرے بھائیو اور دوستو!

جتنے بھی الفاظ ہیں وہ بڑی حقیقتیں رکھتے ہیں اور لفظ کا نام حقیقت نہیں بلکہ لفظ حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہے، لفظ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے بہت محنت کرنی پڑتی ہے، بھینس کا لفظ، سونے کا لفظ آسانی سے زبان سے ادا کرلیا جاتا ہے لیکن اس کی حقیقت کے حاصل کرنے کے لئے کتنی محنت کرنی پڑتی ہے یا جیسے وزیر کا لفظ اس کے بولنے میں تو کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا لیکن اس کی حقیقت تک کتنے الیکشن لڑنے پڑتے ہیں اور کس قدر محنت درکار ہوتی ہے، اسی طرح سے کائنات سے متعلق جتنے الفاظ ہیں زمین، آسمان، چاند، سورج، وغیرہ ان کی حقیقت سامنے ہے، اس لئے لفظ بولنے سے ہم ان کی حقیقت کو سمجھتے چلے گئے، لفظ سونا بولا گیا تھا، ہر ایک سمجھتا ہے کہ اس سے وہی مراد ہے جو سونے کی ڈلی ہوا کرتی ہے، سونے کی حقیقت اگر ہمارے ہاتھ میں دی جائے اس سے ہمیں زمین کی حقیقت، بھینس کی حقیقت حاصل ہوگی، سارے فائدے سونے کے بول میں نہیں، کوئی آدمی اس کے لفظ میں وہ فائدہ نہیں سمجھتا بلکہ سونے کی ڈلی میں یہ فائدہ سمجھتا ہے، کھیتی کا بول بولا کھیتی کرو، کھیتی سے تمہاری گھر کی زندگی چلے گی تو اس کے سامنے کھیتی کا سارا نقشہ آجائے گا، یہ چیزیں چونکہ شاید میں تو کوئی ان کے لفظوں کے اندر کامیابی نہیں سمجھتا بلکہ ان کی حقیقت کے اندر کامیابی سمجھتا ہے، بالکل اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ خدا نے دنیا میں الفاظ بھیجا ہے، وہ سارے الفاظ کے بھی حقائق ہیں، توکل کے لفظ کو توکل اور ایمان کے لفظ کو ایمان، خشوع و خضوع کے

چونسٹھ کھمبے کا جو دروازہ ہے، اس میں میرے دادا اس میں عبادت فرمایا کرتے تھے اور جو تم نے چہل حدیث (فضائل اعمال) میں قصہ دیکھا ہوگا جو کہ یہ حضرات ساری رات جاگ کر عبادت کیا کرتے تھے، جو کہ شروع رات میں مولانا یحییٰ صاحب مطالعہ کرتے تھے، درمیانی رات میں مولانا محمدؒ صاحب نفلوں میں مشغول ہو جاتے اور آخر رات میں مولانا محمد اسماعیلؒ صاحب تہجد کی نماز میں لگ جاتے، گھر والوں نے کہا کہ الیاس اختر کو سیول سرجن کو دکھلایا جائے، سیول سرجن نصرانی تھا، گھر والوں نے خوب زور دیا، مولانا اسماعیل صاحب جب تہجد میں اٹھے، نماز پڑھی تو خوب دعاء مانگی کہ اے اللہ! میں کبھی اپنی حاجت کو لیکر کسی کے پاس گیا نہیں اور غیر مسلم کے پاس جانا تو مجھ سے ہو نہیں سکتا، رات کو دعاء مانگ کر صبح فرمایا کہ اب حکیم کی دوا بھی چھوڑ دو، حضرتؒ فرماتے تھے کہ اس کے بعد سے آج تک میری آنکھ دکھنے نہیں آئی، اس کا نام توکل نہیں بلکہ توکل کا مذاق ہے کہ بھروسہ چیزوں پر ہو اور نام توکل کا رکھا جائے، سو حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام نے کتنے دن اس کی مشق کی کہ اپنے مسائل کو فرعونیوں کے پاس مت لے جاؤ، بھلا تم پر کتنی ہی آفتیں آئیں، اگر فرعونی ہاتھ بٹانے والے ہوتے تو یہ نقشہ ہی کیوں قائم ہوتا، نماز پڑھتے رہے اور اللہ سے مانگتے رہے، یہاں تک کہ روتے رہے، ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ نماز پر اللہ رب العزت ضرور ہماری مدد فرمادیں گے اور پولیس فوج پر سے ان کا بھروسہ جاتا رہا اور یہ بھروسہ ہو گیا کہ نماز پڑھ کر جب خدا سے مانگیں گے تو خدا ہماری حاجتوں کو پورا فرمادیں گے، یہ توکل نہ آج کسی پیر کے پاس ہے اور نہ کسی مولوی کے پاس، ہم پیسہ پر بھروسہ کر کے توکل کہتے ہیں، ڈھائی سو روپے جیب میں رکھیں اور زبان سے کہہ رہے ہیں کہ اللہ ہی پر بھروسہ ہے، تبلیغ میں نکلے اور زبان سے کہہ رہے ہیں کہ سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جب روٹی کا وقت آئے تو کہیں گے روٹی کا کیا ہوگا، کہا پیسے تو ہوں گے بازار سے خرید کر لے آؤ، یہ توکل نہیں بلکہ توکل کا بول ہے اور جب پیسے ختم ہو گئے تو بھاگ نکلے حالانکہ تبلیغ کے سفر میں کتنے مرتبہ کہا ہوگا کہ اللہ رب العزت کرنے والے ہیں، یہاں یہ لگتا ہے کہ وہ ایمان کا، توکل کا صرف بول تھا، ایمان کی حقیقت نہیں تھی۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ جب وہ سفر میں نکلے تو ساری چیزوں کو چھوڑ کر نکلے، نکلتے وقت خیال آیا کہ لوٹا اور رسی ساتھ لے لی جائے تا کہ پیاس کے وقت کنویں سے پانی کھینچ کر پی لیا جائے، ایک جگہ جنگل میں پیاس لگی قریب ہی کنواں نظر آیا، ڈول رسی کنویں میں ڈالی لیکن پانی تھوڑا اپچا رہ گیا، پھر لنگی جوڑی کر کے جوڑا لیکن اس مرتبہ بھی پانی تھوڑا نیچے رہ گیا، یہ بزرگ تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، اتنے میں ایک ہرن آیا، کنویں کے پانی پر نظر کی اور پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور آنکھوں سے دو آنسو نکلے پھر جو ہرن نے کنویں کی طرف دیکھا تو منڈیر تک پانی آیا ہوا تھا، ان بزرگ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اللہ تیرے یہاں میری قدر اس ہرن جانور کے برابر بھی نہیں رہی، جواب آیا کہ نہیں تمہاری ہمارے پاس بہت قدر ہے لیکن تم اس ڈول پر بھروسہ کر کے آئے تھے اور ہرن ہمارے اوپر بھروسہ کر کے آیا تھا۔

توکل جب ہے کہ جب شکل پر سے یقین ہٹ کر عمل پر یقین ہٹے تجارت کے ذریعہ اللہ پر بھروسہ کو توکل نہیں کہا جائے گا بلکہ محمد ﷺ والے عمل پر بھروسہ کرنے کا نام توکل ہو اور یقین کیا جائے، ہم نماز پڑھیں گے اور اللہ سے مانگیں گے تو اللہ رب العزت بھی مان لیں گے، اس کے بہت ہی قصے ہیں، اولیاء اللہ کی زندگیاں لوگوں کے سامنے زیادہ آئیں اس وجہ سے وہ قصے تو مشہور ہو گئے، اولیاء اللہ کے بارے میں تو لوگوں کا یہ تصور ہے کہ یہ حضرات تو اللہ والے تھے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں چلے گئے، اس سے یہ نکلا کہ اگر کوئی کمال حاصل کرنا چاہے تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں چلا جائے، اس سے ان کا استدلال پیدا نہیں ہوتا، اگر کوئی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تفرد اختیار کرلے تو ایسے سے تو وہ بھی دعاء کرانے کے لئے آتے ہیں، صحابہ کرامؓ کی شان یہ ہے کہ مغرب سے لیکر مشرق تک کی ساری مخلوق کے اولیاء مل کر بھی ایک صحابیؓ کے برابر نہیں ہے، جس نے ایمان کی حالت میں محمد ﷺ کو دیکھا اور ویسے ہی انتقال ہو گیا ہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ سادات میں سے ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو فرمایا کہ اگر

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جانی تفریح کیلئے نکلیں اور ان کے گھوڑے کی ٹاپ سے گرد اڑ کر میری آنکھ پر لگ جائے تو وہ جگہ میری ساری عمر کی عبادات سے بڑھ کر ہوگی، اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرز کا یقین آجاوے کہ وہ اول نمبر کے انسان ہیں، تو پھر ان کے والے سارے عملوں کے کرنے کا بھی فکر ہو، اگر تم صحابہ کی زندگی کو سامنے رکھو گے تو اجتماعی زندگی کا میدان قائم ہوتا ہے اور اولیاء کی زندگی مقابلہ والی نہیں ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایران، عراق، شام، مصر سے باطل نقشوں کو ختم کر کے محمد ﷺ والے اعمال کو جاری فرمایا، نصاریٰ نے ان واقعات کو زیادہ پھیلنے نہیں دیا اور اولیاء اللہ کے واقعات کو زیادہ سامنے لایا گیا، خود اپنی ذات سے ولی بننے کا خیال تک نکل گیا اور رات دن اولیاء اللہ کے پیر پکڑتے رہے، حضور ﷺ کو اسوہ قرار دیا گیا ہے حضور ﷺ نمونہ کیلئے بنیں گے یا سارا مجموعہ بنے گا، سو آپ ﷺ نے ایک مجموعہ کو نیچے سے اٹھا کر اونچے تک پہنچایا ہے، ہم سے حضور ﷺ اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی متابعت کا مطالبہ آتا ہے، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا کام مجموعی کام ہے، وہ حضور ﷺ کی زندگی بنے گی، حضور ﷺ کے ساتھ جو ہوا وہ آج بھی ہو سکتا ہے، آج بھی خندق کی طرح ہو سکتا ہے جس سے ہمارے دشمن ہلاک ہو جائیں اور بدر کی طرح آج بھی خدا کی طرف سے فرشتے مدد کو آسکتے ہیں، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ راستہ بھول کر جنگل میں پہنچ گئے، شیر دھاڑتا ہوا سامنے آیا، آپ نے جھڑک کر فرمایا کہ کیا کرتا ہے؟ میں حضور ﷺ کا صحابی رضی اللہ عنہ ہوں، ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں، مجھے راستہ بتا، شیر کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا آگے ہو لیا اور ساتھیوں تک پہنچا دیا(۱) جس طرح سے اولیاء اللہ کے قصے مشہور ہیں اسی طرح کے قصے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی ملتے ہیں، اصابہ میں غلط تو نہیں لکھا ہے بلکہ جو قابل قبول ہیں ان واقعات کو لکھا ہے، اصابہ میں اس قسم کے واقعات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لکھے گئے ہیں، حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی پورے مجمع کی حضور والی زندگی ہی ہے، آپ نے سب میں لگ کر سب سے کراتے ہوئے اپنی ذات سے بھی عمل کیا ہے، یہاں تک کہ

---

(۱) مستدرک حاکم: ۶۰۶/۳، مجمع الزوائد ۳۶۶/۹، حیاۃ الصحابہ اُردو: عنوان "درندوں کا صحابہ کیلئے مسخر ہو جانا"

آپ ﷺ نے اس بات کی رعایت رکھتے ہوئے عمل کیا کہ میں وہ کوئی عمل نہ کروں جس کو میری امت نہ کر سکے۔

آپ ﷺ چونکہ قیامت تک کے لئے اسوہ ہیں اس لئے آپ ﷺ نے اپنے عمل کئے ہیں جن پر قیامت تک مسلمان عمل کر سکیں، اللہ والا عمل کر کے اللہ پر بھروسہ کرنے سے دروازے دوسری لائن کے کھلتے ہیں، قوم موسیٰ قوم فرعون کو دریا کے کنارے لے گئے، قوم فرعون کو تو دریا کے بیچ میں لیجا کر ڈبو دیا، اس پر بھروسہ کر کے چلنے والوں کا راستہ اور ہے اور جو خدا پر بھروسہ کرتے جائیں گے ان کا راستہ اور ہے، قرآن میں ہے کہ جب محنت کر کے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے قوم بنی اسرائیل میں توکل کی حقیقت پیدا کر دی تو دعاء کیلئے ہاتھ اٹھائے، زبانی توکل کی دعاء بھی جھوٹی تھی، اے اللہ! ہمیں ظالم قوم کے لئے فتنہ نہ بنا، جو ہم کو ان کافروں سے نجات دیدے، اب جبکہ توکل کی حقیقت قوم میں آگئی، اللہ والا عمل کر کے اللہ پر بھروسہ کرنا آگیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے بیڑے غرق ہونے کی دعاء مانگی۔

پہلے سے صرف اتنا بچاؤ مانگا تھا تو جواب ملا تھا کہ نماز پڑھ کر بھروسہ خدا پر لاؤ، اگر یہ حقیقت پیدا ہوگئی تو تمہاری فلاح کی صورت پیدا کر دی جائے گی، جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے دعاء مانگی تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم نے تمہاری اور قیامت تک دین پر محنت کرنے والوں کی دعاء قبول کر لی، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمہارے ذمہ نمازوں کے قائم کرنے کی محنت ہے۔

پہلے نبیوں کا سلسلہ قائم تھا اتنی محنت کیا کرتے تھے ان کی محنت سے نماز، نمازوں پر خدا کا بھروسہ ہوا کرتا تھا، جب حضور ﷺ تشریف لا کر دنیا سے تشریف لے گئے تو نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، نبیؐ کے راستہ پر امت کو عملوں کے لئے محنت کرنی پڑے گی، ختم نبوت کی وجہ سے امت پر دو محنتیں عائد ہو گئیں، اپنی ذات سے نماز پڑھنا خدا کا ذکر کرنا اپنی ذات سے اخلاق برتنا وغیرہ کے لئے۔

حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

سارے نبیوں میں بڑے چار ہیں، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم علیہم السلام اور حضور اکرم ﷺ، آپ ﷺ کی امتیازی چیز خاتم النبیین ہونا ہے، کسی نبی کو یہ منصب نہیں ملا، آپ ﷺ کے آنے کے بعد دوسری نسبت قائم ہوگی، کوئی نبی آنے کے نہیں، ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ والے عمل امت کرے گی، اگر تم نے نماز پڑھی، روزہ رکھا تو پچھلی امتوں کی طرح قرار دیا جائے گا اور ختم نبوت کے معنی یہ کہ اس نماز، علم، ذکر وغیرہ تک پہنچنے کی محنت کرو، تم نبیوں کی طرح پر یہ بہت بڑی چیز ہے حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے کبھی کسی کو یہ منصب ملا نہیں کرتا تھا، ختم نبوت یہ کہ نبی والی محنت ہمیں تمہیں کرنی پڑے گی۔

اب توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی کمائیوں سے نکل کر مسجد والے عملوں کو زندہ کرنے کیلئے محنت کے میدانوں میں کود پڑنا اور محنت کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والی امت بن جانا، کام چار ہیں، سب سے گھٹیا کام تو جانوروں والا ہے اور اس کام کیلئے مسجد نہیں ہے، وہ تو کمانا ہے، جس طرح صبح دُکان کی چابیاں لیکر ہم دکان کی طرف چلتے ہیں اسی طرح سے مرغیاں، چوہے، بکریاں، گدھے وغیرہ سارے جانور کمائی کرتے ہیں، ایک خود کھانا یہ بھی جانوروں کا کام ہے، اپنے بچوں کو کھلانا یہ بھی جانور کا کام ہے، بیوی کو کھلانا یہ بھی جانوروں کا کام ہے، مکان بنانا، ہواؤں میں بالا خانے بنانا اور اپنے لباس کو درست کرنا، تم نے بلی کو دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے پاؤں کو لعاب دہن لگا لگا کر صاف کرتی ہیں، جانور پانی میں پڑ پڑ کر رہتے اور بدن صاف کرتے ہیں، یہ کچھ کام تو جانوروالے ہیں، ان کے لئے تو مسجدیں ہیں ہی نہیں، سب سے گھٹیا یہ آٹھ کام ہیں جب انسان ان کو اپنی زندگی کا مقصد بنالے تو انسان کی حیثیت جاتی رہتی ہے، کہیں سیلاب آیا اور اس میں دس ہزار آدمی مر گئے، تو خدا کے پاس ان کی کوئی حقیقت نہیں سمجھی جاتی، جس طرح تمہارے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں کہ ہوا کے چلنے سے کچھ جانور مر گئے کچھ درخت گر گئے اور کچھ گھونسلے برباد ہوگئے، اسی طرح سے آج ان انسانوں کی حیثیت جانوروں کی سی ہے جو جانوروں والے کام کرتے ہیں، یہ کام تو گھٹیا ہیں۔

اب بڑھیا کاموں کی طرف آیئے! اب سے پہلے بڑا کام تو خدا کا ہے، وہ یہ کہ جو جانور اپنے لئے کرتے ہیں وہ تم دوسروں کیلئے کرنے والے بن جاؤ، اس کو خدا کا کام کہا جاتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ والے اخلاق کی عادت ڈالو، اللہ رب العزت نے زمینی اسباب، چاند، سورج وغیرہ بنا کر مخلوق کے فائدہ کے لئے چھوڑ دیے، خدا والے کاموں کے آنے کیلئے فرشتوں والے کاموں کی مشق کی جائے گی، فرشتوں کے چار کام ہیں، ایمان کی مجلسوں میں بیٹھنا، علم کے حلقوں میں شریک ہونا، خدا کا ذکر کرنا اور نمازوں کا پڑھنا، جب امام آمین کہتے تو تم بھی آمین کہا کرو تا کہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ تمہاری آمین جڑ جائے، ایمان کی مجلس، علم کا حلقہ، خدا کا ذکر اور نمازوں میں جب فرشتے تمہارے ساتھ رہیں گے تو تمہارے اندر فرشتوں والا مزاج بن جائے گا، فرشتوں کا کام یہ نہیں کہ اگر تم نماز نہ پڑھو، ایمان کی مجلس میں نہ بیٹھو، خدا کا ذکر نہ کرو تو فرشتے تمہیں کھینچ کر لا دیں، یہ کام نبیوں کا ہے۔

نبیوں کا کام یہ ہے کہ انسانوں کو جانور والے کاموں سے کھینچ کر لانا اور فرشتے والے کاموں پر لگانا، ایک نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کا کام وہ سب سے زیادہ وزنی ہے، خدا مجھے اور تمہیں اس کی توفیق مرحمت فرمائے، تو نبیوں والی محنت، فرشتے والے کاموں اور اللہ والے کاموں کے لئے صرف مسجدیں بنی ہیں، یہ مسجدیں اخلاق کے کاموں، نبیوں والے کاموں، فرشتے والے کاموں کی جگہ ہے، جانور والے کاموں کے لئے نہیں کھانے پینے، مکان بیوی بچوں وغیرہ پر خرچ کرنے میں اپنی جان و مال کم لگاؤ اور خدا کے بندوں کو جانوروں والے عملوں سے نکال کر نبیوں، فرشتوں والے کاموں پر لا کر کھڑا کر دو، جب تم اس بات کی محنت کرو کہ مسجد والے عمل کریں گے اسکے لئے دنیا میں پھریں گے، دوسروں کو پھرائیں گے اور اس پر خدا کی مدد کا بھروسہ پیدا ہو تو اس کا نام توکل ہے، اگر تم نے توکل کی حقیقت کو حاصل کر لیا تو چاند میں جانے والے تک بھی تمہارے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے، ان چار کاموں کی مناسبت پیدا کرنے کے لئے کچھ وقت درکار ہوگا، ہمارا مقابلہ ہے جانوروں سے،

جانوروں والے کاموں کا مقابلہ اللہ والے، سید الانبیاءؐ والے، نبیوں والے اور فرشتوں والے کاموں سے ہے، ایمان کی مجلس، تعلیم کے حلقے، خدا کا ذکر، نمازوں کا پڑھنا تو سب کے ذمہ ہے اور مسجد سے باہر والے کاموں میں تقسیم کار ہے، ہر ایک کے ذمہ نہیں کہ وہ کمائے، کھانا پورے آدمیوں کے ذمہ ہے، پورے وہ جوان چار کاموں میں لگ گئے جو کچھ اپنے پاس تھا وہ لگا دیا، آگے اللہ پر بھروسہ میں گیا، رضا بالقضاء کی حقیقت پیدا ہوگئی، اگر فاقہ آئے تو اسی پر خوش، جیسے حضرت رابعہؒ گھر میں آکر پوچھتے کہ کوئی بلا آئی، اگر کوئی بلا نہ آئی ہو تو سمجھتے کہ خدا ناراض ہوگئے، کمائی عوارض کی وجہ سے فرض ہے اور مسجد والے کام اور اصالۃً فرض ہے، جو عوارض کی وجہ سے فرض ہے وہ یہ نمبر دو کی بات ہے اور جو اصالۃً فرض ہے وہ نمبر اول کی بات ہے، خوب کمانا تو جانوروں کی صفت ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا: (جس کا ترجمہ ہے کہ) اے نفس! تیاری کر تجھے خدا نے بیکار پیدا نہیں کیا، اس کے آخر میں ہے کہ تو کیا تُو پیسے کے زیادہ ملنے کے چکر میں پڑا، جانور کو خوب کھلا کر موٹا کر کے ذبح کر کے کھایا جاتا ہے، ان چار چیزوں کی مناسبت پیدا کرنے کے لئے کم از کم چار ماہ دینے پڑیں گے تاکہ تم ہم نبیوں کی طرح چمکنے والے بن جائیں، اللہ رب العزت نے ملک و مال کا نظام شمسی مہینوں سے قائم کیا اور اپنے دین کا نظام قمری مہینوں سے کیا ہے، جب کبھی اللہ رب العزت نے ضعیفوں کو چمکانے کا ارادہ کیا تو آسمان سے کتاب بھیجی، نبیوں والی محنت دنیا میں رمضان المبارک کے مہینے میں اٹھی، اللہ نے رمضان میں محنت رکھا ہے، اسی کا......؟

حضور ﷺ نے رمضان المبارک میں محنت اٹھائی، بدر کا واقعہ ۱۷ ر رمضان المبارک جمعہ کے دن ہوا، فرشتوں کو مدد کیلئے آسمان سے اُتارا، ابوالیسر رضی اللہ عنہ (کعب بن عمرو) جیسے کمزور صحابی سے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسے بلند آواز کو پکڑوا کر قید کروایا (۱) اور دکھلا دیا کہ حقیقت حال ظاہر کے خلاف ہے، فتح مکہ بھی رمضان کے مہینہ میں ہے،

---

(۱) مجمع الزوائد: ۸۵/۶، رجالہ رجال الصحیح ، طبقات ابن سعد: ۱۲/۴، حیاۃ الصحابہ عربی: ۷۳۹/۳

اگر تم اس وقت زندگی کی تربیت حاصل کرنے کے لئے ارادے کروگے تو اس کا اثر ساری دنیا پر پڑے گا، ملک و مال والوں کے مہینے تو مقرر نہیں ہیں، زمینداروں کے مہینے بھی مقرر ہیں، جو کام جس مہینے میں ہوتا ہے برابر اسی میں ہوگا، لیکن اللہ رب العزت نے اپنا حساب تمہارے حساب سے جدا رکھا ہے، اس لئے کہ خدا کو تمہارا امتحان لینا ہے اس لئے قمری مہینوں سے دین کا حساب لگایا ہے اور یہ کبھی کسی تقاضے کے مقابلہ میں آتے ہیں اور کبھی کسی کے مقابلہ میں آتے ہیں، یہاں تک کہ چھتیس سال میں اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کو اس کے کاموں کے مقابلہ میں لاکر امتحان لیتے ہیں، جو ساری باتوں میں پار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ کیا مانگتا ہے مانگ! جب امتحان کی گھاٹی سے پار ہوگئے تو جو انہوں نے مانگا خدا نے وہی کر کے دکھلایا، یہی ہم کہہ رہے ہیں کہ امتحان دیدو، امتحان بہت بڑھیا ہے، اگر اس میں پاس ہوگئے تو ہزاروں برس تک کیلئے تمہاری اولاد چمک جائے گی، آج تمہارا ملک اور دوسرے ملک میں اس کی طاقت ہے کہ کوئلہ گھاس وغیرہ تو کافی پیدا ہو جائے لیکن آدمی کم سے کم پیدا ہوں، یہاں تک ان کو شرک نے پہنچایا ہے، اگر یہ یقین پیدا ہو جائے کہ پیداوار ہماری محنت سے نہیں ہوتی بلکہ خدا کے کرنے سے ہوتی ہے، لہٰذا تم چار ماہ خدا کے دین کی محنت کیلئے طے کرلو، رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ، جو آدمی ان چار ماہ کو دین کے کاموں میں لگاتا رہے گا تو ان چار مہینے کام کرنے والا ضرور توکل کی حقیقت کو پالے گا، اس سے خدا کا محبوب بنتا ہے، توکل آجانے کے بعد ہمارے ساتھ سب کچھ وہی ہوگا جو اپنے نبی ﷺ کے زمانے میں ہوا کوئی اپنے کو خدا کے کاموں میں لگا کر خدا پر بھروسہ کرنے والا بنتا ہے جہاں رمضان المبارک آیا بوریا بستر باندھ کر حاضر ہوگئے کہ لو بھیجو کہاں بھیجتے ہو۔

اگر کچھ آدمی بھی اس راستے والے بن جائیں تو جب ایسے آدمی بیت اللہ پر حاضر ہو کر خدا کے سامنے وہی حاجت رکھیں گے، خدا غیب سے پوری فرما دیں گے، کسی غیر حاکم کی خوشامد نہیں کرنی پڑے گی، سیلاب آئیں گے تو تمہارے مکان، کھیتیاں محفوظ رہیں گی، آگ لگے گی تو تمہارے جھونپڑے وغیرہ محفوظ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھ کر چلو

۲۲/ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۸/ فروری ۱۹۶۲ء بروز بدھ، بعد نماز فجر

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم!

میرے بھائیو اور دوستو!

یہ رمضان کا مہینہ ایک اہم مہینہ ہے اور اہم ہے انبیاء کے راستہ کے اعتبار سے، ملک وحکومت، مالداری کے اعتبار سے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ نبیوں کے راستہ سے رمضان کی اہمیت ہے، انبیاء کو جب کبھی دنیا میں بھیجا تو رائج ترتیب کے مطابق نہیں بلکہ اس کے بدلنے کے واسطے خداوند تعالیٰ ہی نے انبیاء کو بھیجا اور وہ سارے آدمیوں کیلئے رحمت بن کر آئے، اپنے اپنے طور پر زندگیوں کے جو طریقے دنیا والوں نے اختیار کرلیا کرتے تھے ان کے بدلوانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔

انسان کا مطمح نظر جب ملک ومال ہوجائے تو اس کے اندر جھوٹ، دھوکہ، حسد، کینہ وغیرہ سارے رذائل آئیں گے، آپس میں لڑائیاں بھی ہوں گی۔

انبیاء اس لئے تشریف لاتے ہیں کہ ملک ومال کی لائن میں ملک ومال کو سامنے رکھنے کے بجائے خدا کو سامنے رکھ کر چلنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں، انسانوں کو سمجھاتے تھے کہ ملک ومال سے تمام کام نہیں بنیں گے بلکہ ملک کے بغیر بہت کامیابیاں مل سکتی ہیں، ہم تمہیں ترکیب بتلادیں گے کہ بغیر ملک ومال کے تم کامیابی حاصل کرسکتے ہو، اگر تم اللہ کو سامنے رکھ کر اپنے ملک کو چلانے لگو تو تمہاری رعایا تمہارے اوپر جان ومال لگانے والی بن جائے، آج جو شہروں کیلئے جھگڑے ہورہے ہیں یہ اس وجہ سے کہ آدمی کرسی کے ساتھ اپنے آپ کو کامیاب سمجھتا ہے، انبیاء نے ہر امت کو بتلایا کہ

وہ کیا طریقے ہیں جن کے حاصل کرنے کے بعد بغیر ملک ومال کے بھی آدمی کامیاب بن سکتا ہے، لہٰذا تم اپنا رخ پھیرو اور ملک ومال کو سامنے رکھ کر مت چلو ملک ومال تمہارے پاس ہو یا نہ ہو دونوں حالتوں میں تم خدا کو سامنے رکھ کر چلو، لا الٰہ الا اللہ۔ یعنی ملک ومال سے عزت نہیں ملتی، حفاظت نہیں ملتی بلکہ خدا کے دینے سے ملتی ہے، اگر تم خدا کو سامنے رکھے بغیر چلو گے تو اس دنیا میں بھی تمہارا بیڑا غرق کریں گے اور آخرت میں دوزخ کے اندر ڈالیں گے۔

تجارت وزراعت وغیرہ جو بھی عمل کرتے ہو اس کے اندر خدا کو سامنے رکھ کر چلو، جونسی لائن میں چلو گے تو اس کا طریقہ بدل جائے گا، زمینداری میں لا الٰہ الا اللہ کیا ہے کہ زمینداری میں اللہ کو سامنے رکھ کر چلو، اکثر ہمارے زمیندار زمینداری کو سامنے رکھ کر چل رہے ہیں، اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ حساب بٹھار کھا ہے کہ فلاں مہینہ فلاں کام کے کرنے کا ہے۔

اگر کسی کا بیل مرجائے اور بغیر سود کے روپیہ نہ ملے تو بے دھڑک سود پر قرض لیکر بیل لے آتے ہیں، اگر زمین پر جھگڑا ہوجائے تو سر بھی پھوڑ دیں، ہمارا گھر زمینداری کو سامنے رکھ کر چل رہا ہے، زمینداری کی رعایت کے ساتھ چلنا ہے تو زمینداری سے جو وقت بچ جائے اسے دین پر لگاتے ہیں اور اگر نہ بچے تو دین پر جان ومال نہیں لگاتے یہ زمینداری کو سامنے رکھ کر چلنا ہے، اور خدا کو سامنے رکھ کر چلنا یہ ہے کہ مسائل تمہیں حلال وحرام کے معلوم کرنے درکار ہیں وہ وقت اس کے سیکھنے میں لگاؤ، زمینداری میں اگر خدا کو سامنے رکھ کر چلنا ہے تو سود پر ہرگز پیسہ نہیں لیا جائے گا، خواہ تمہیں زمینداری ترک کرنی پڑجائے، بہت سے بہت یوں کہو گے کہ کمانا فرض ہے، پھر بھی کوئی متعین صورت کمانے کی فرض نہیں ہے، اگر تو دنیا وآخرت کی تعمیر چاہتا ہے کہ دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے نجات مل جائے، تو زمینداری سامنے رکھ کر مت چل بلکہ خدا کو سامنے رکھ کر چل اور خدا کا نقش اپنے اندر پیدا کر کے خدا کے راضی کرنے سے تو پلے گا، زمینداری تیرے ہاتھ کی چیز ہے، بت پرستوں کو اسی وجہ سے تو بُرا کہا جاتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے

بت بنا کر اس کو پوجتے ہیں، جب زمینداری سے باہر نکلنے کو کہا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرا زمیندارہ بگڑ جائے گا، تو ایسا زمیندار خراب یقین رکھنے والا ہے، نبی اس لئے آئے تا کہ زمیندار کو زمینداری کی طرف منہ کرنے سے ہٹا کر خدا کی طرف منہ کرنے والا بنا دیں، اسی طرح سے دُکاندار جو آج قسم قسم کے دھوکے کرتے ہیں، مسالے کے اندر گدھے کی لید اور مرچ کے اندر سرخ نمک پیس کر ملاتے ہیں، غیر اللہ کو سامنے رکھ کر آج آدمی یہاں تک پہنچ گیا کہ آپنے تھوڑے سے نفع کی خاطر دوسروں کو ناپاکی کھلانے پر آمادہ ہے۔

تو یہ یقین پیدا کر کہ پیسہ تجارت سے نہیں ملتا بلکہ خدا پیسہ دیتا ہے، نیز تجارت میں لا الہ الا اللہ کا کیا مطلب ہوا کہ تو خدا کو سامنے رکھ کر چل، تجارت کو سامنے مت رکھ، ایسا شخص سود نہیں لے گا، حرام چیزیں فروخت نہیں کرے گا، دھوکہ نہیں دے گا اور دین کی خاطر نکلنا ہے، اسے اختیار کرے گا، حکم موڑ ہے، جس لائن میں تم چل رہے ہو اس سے مُڑ کر خدا کی طرف پھرنے کا حکم ہے، جب تم اپنی لائن کا رخ بدلو گے جب تم کھیتی تجارت جو کرتے ہو، کھیتی، تجارت کے لئے نہیں بلکہ خدا کو راضی کرنے کے واسطے، تو محمد ﷺ والا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا، اسی طرح حکومت والوں کیلئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ حکومت کیلئے حکومت نہ چلائیں بلکہ خدا کو راضی کرنے کا جذبہ رکھ کر ملک چلائے انصاف کرنا، ظلم نہ کرنا، کسی کی بیجا حمایت نہ کرنا وغیرہ خدا کو سامنے رکھ کر چلنے کی صورت ہے، حاکم کا دین یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف رخ کر کے چلے، سارے نبی اپنے اپنے زمانہ میں اس وجہ سے آئے کہ لوگوں کا رخ ہر لائن سے بدلوا دیں اور خدا کو سامنے رکھ کر چلنے کا طریقہ بتلائیں، حضرت شعیب علیہ السلام تاجروں میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے کہ اے قوم! خدا کے سوا کوئی التفات کے قابل نہیں ہے، تم اس کا یقین پیدا کر لو، اس کی عبادت کرو اور ناپ تول میں کمی مت کرو، ورنہ تمہارے اوپر ایسا عذابِ خدا آئے گا جو تم سب کا احاطہ کر لے گا، اس عذاب سے بچ کر کوئی بھاگ نہ سکے گا، وہ کہنے لگے کہ اے شعیب! کیا تیری نماز اس بات کا حکم کرتی ہے کہ ہم اپنے باپ داداؤں کا طریقہ چھوڑ دیں اور اپنی تجارت میں تیرا طریقہ اختیار کر لیں، ہم اپنے مال کے

مختار ہیں، جس طرح سے چاہیں خریدیں اور بیچیں، حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میری غرض تم سے کوئی نفع حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ میں تمہاری بھلائی کیلئے کہہ رہا ہوں نبی ان چار قوموں میں آئے تھے، مجھے ڈر ہے کہ اگر تم نے بھی قارون کی طرح میری بات نہ مانی تو تم کو بھی ان کی طرح ہلاک و برباد کر دیا جائے گا، قوم کے افراد کہنے لگے کہ اے شعیب! تو ہے کیا چیز؟ اگر ہم چاہیں تو ابھی تجھے قتل کر دیں، اللہ رب العزت نے ایک چیخ بھیجی اور ایک دھماکے میں وہ اور ان کے بیوی بچے سب ہی ختم ہو گئے، نبیوں نے لائن بدلنے کیلئے کہا تھا، کھیتی والوں سے نبی نے کہا کہ اس کھیتی پر غرہ نہ کرو وہ چاہیں تو اس کھیتی کو سمندر بنا کر رکھ دیں، نبی یوں کہتے ہیں کہ ساری لائینوں میں خدا کی طرف منہ کر کے چلو، ملک و مال، عزت و جاہ اور تندرستی وغیرہ کسی کو بھی سامنے رکھ کر نہ چلو بلکہ جو لائن اختیار کرو اس میں سوچو کہ اس میں خدا کس طرح سے راضی ہو، بیوی کے ساتھ زندگی گذارتے ہو تو بیوی کو سامنے مت رکھو بلکہ خدا کو سامنے رکھ کر چلو دوستوں میں زندگی گذارتے ہو تو سوچو کہ دوستوں کے ساتھ کس طرح زندگی گذارنے پر خدا راضی ہوتے ہیں، ساری لائینوں میں کامیابی کا یہ واحد حکم ہے جس کے بغیر زمیندار بغیر زمین کے کھڑے رہ جائیں گے، خدا کی طرف رخ پھیرنے میں کیا کرنا پڑے گا؟ حضور ﷺ کے طریقے سیکھ کر چلو چلاؤ، حضور ﷺ کا طریقہ پہلے سیکھو اور لائن کو بعد میں چلاؤ، جب لائن سامنے رکھ کر چلو گے تو نقصان کو برداشت کرنا پڑے گا، اگر تاجر تجارت کو سامنے کر چلے گا اور خدا کو سامنے نہ رکھے گا تو اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا۔

جب کبھی بھی خدا نے اپنا علم زمین پر اتارا تو وہ رمضان المبارک کے مہینے ہی میں اُتارا ہے، دوسری کتابیں تو اور عشروں میں اتریں اور قرآن پاک آخر عشرہ میں اترا ہے اللہ سے فائدے حاصل کرنے کے طریقے کتابوں میں دئے جاتے ہیں، رمضان کا مہینہ اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ یہ اللہ سے نفع حاصل کرنے کا مہینہ ہے، جس میں تمہارا رخ، ملک و مال کی طرف رہا اور اللہ کی طرف نہ پھرا تو دنیا میں بھی مصیبتوں میں گرفتار رہو گے اور آخرت میں جا کر بڑے بڑے عذاب بھگتتے رہو گے، اس حکم کی طرف

اگر رخ نہ کیا جائے تو یہ ڈبو دیتا ہے اور اگر اس کی طرف منہ کیا جائے تو یہ کامیاب کرا دیتا ہے، خلق سے خالق کی طرف، کائنات سے خدا کی طرف منہ کرکے چلو، غلہ سامنے رکھ کر چلنا نہیں ہوگا، دکان کی لائن میں چلتے ہو تو مال سامنے رکھ کر مت چلو بلکہ خدا کو سامنے رکھ کر چلو، اگر ہمارا رخ کھیتی میں خدا کی طرف پھر جائے تو یقیناً کھیتی کے موقع پر کھیتی کرلی، اور جب تعلیم وذکر کا وقت ہو اس میں لگ گئے اور زمینداری کی کھیتی میں جیسے دانے ہوں گے خواہ وہ خود استعمال کرے یا جانور کھائے یا بیچ کر پیسے بنالے تو فی دانہ ایک صدقہ لکھا جائے گا، چوری کرکے کوئی لے گیا تو بھی صدقہ لکھا جائے گا، حکومت نے ظلم کرکے لے لیا تو بھی صدقہ اور صدقہ کے متعلق آتا ہے کہ صدقہ بلا کو دور کرتا ہے تو پھر تمہاری کھیتی قحط میں نہیں پڑ سکتی، بارش کم نہ ہوگی جس سے زمینداری ختم ہو جائے، ساری باتوں سے محفوظ ہو جائے گا، جب تمہاری پیداوار میں سے صدقہ میں جائے تو صدقہ بڑھایا کرتا ہے، اگر آج ایک بیگھے میں پچیس من غلہ ہوتا ہے تو ایک ایک بیگھے میں پچاس سو من ہوگا۔

آج تم سارے سال محنت کرکے ایک بیگھے زمین سے پچیس من لیتے ہو اور اگر اللہ کی طرف منہ کرکے حضور ﷺ کے طریقہ پر زمینداری کرنا آجائے تو پھر ایک ایک بیگھے میں ڈھائی سو من غلہ آجائے گا، اسی طرح سے جس کی تجارت کا رخ انبیاء کے بتلائے ہوئے طریقہ پر آگیا تو پھر ایسے تاجر کو قیامت کے دن انبیاء وشہداء کے ساتھ بٹھایا جائے گا، تو کہتا ہے کہ میں غریب آدمی ہوں، میرے پاس پیسے نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ تو نے محمد ﷺ والے طریقے نہیں سیکھے، بیس پچیس سال ہو گئے سنتے سنتے لیکن تیرا نفس یہ کہہ کر چلا جاتا ہے کہ اب کے زیادہ وقت لے کر آئیں گے، یونہی تو آفتیں آرہی ہیں۔

خدائے پاک کی قسم یہ نبیوں والا کلمہ ہے، جو طاقت نبیوں کے زمانہ میں تھی وہ طاقت اس کلمہ میں آج بھی ہے، لیکن اپنے طریقہ کے ساتھ ہے، روس، امریکہ کی حکومتوں تک کو جھکنا کرے گا اگر تم اپنے کلمہ میں طاقت پیدا کرلو، اس کی طاقت کے مقابلہ میں

اسرافیل جیسے فرشتہ کی طاقت کچھ نہیں ہے، جس کی ایک پھونک سے زمین وآسمان کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا، کامیاب ہونا ہو تو دنیا والوں کے سب طریقے چھوڑ کر وہ طریقے جو محمد ﷺ لیکر آئے ہیں ان کو اختیار کرنے کا نام کلمہ ہے۔

کوئی آدمی جا رہا ہے کہ کلکتہ کی طرف اور یوں بول رہا ہے کہ دہلی جا رہا ہوں سارے آدمی کہیں گے کہ یا تو یہ مذاق کر رہا ہے یا اس کا دماغ خراب ہے۔

اسی طرح سے جب تم ملک ومال کی لائن میں اسے سامنے رکھ کر چلیں تو یہ کلمہ کا مذاق ہے، جو جس لائن میں ہے اسی کے اندر رہے، ہم کسی سے اس کی لائن چھڑوانا نہیں چاہتے بلکہ اس کے اندر رخ خدا کی طرف کرانا چاہتے ہیں، آج جو کندھے پکڑ پکڑ کر سمجھایا جاتا اور سمجھ میں نہیں آتا، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارا یقین بگڑا پڑا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جب کلمہ پر محنت کی گئی تو فرعون بغیر ان سے لڑائی کے اللہ نے فرعون کو سمندر کے اندر غرق کرایا، کلمہ رخ کے پھیرنے کا نام ہے، خالی بول کا نام نہیں ہے، رخ پھیرنے کیلئے سب سے پہلی بات جو کرنی پڑے گی وہ یہ کہ جس لائن میں تم چل رہے ہو اس سے ملنے کا یقین اپنے اندر سے نکالو بلکہ خدا کا یقین پیدا کرو کہ اس کے دینے سے غلہ مل رہا ہے، آدمی کہتا ہے کہ دیتا تو خدا ہی ہے لیکن کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے، میں کہتا کہ نبیوں والے عمل کرو اللہ تعالیٰ تم کو عزت دیں گے، مال دیں گے، وہ عمل ہیں جن کیلئے مسجدیں بنوائی ہیں، چھ عملوں کیلئے مسجدیں ہیں:

(ا) تم اپنا یقین ان پر لاؤ اور باہر سے پھیلے ہوئے نقشوں سے اپنا یقین ہٹاؤ، اسی طرف بلانے کا کام پہلے خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ میں ہی پالنے والا ہوں اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے، لہٰذا تم میری عبادت کرو، پھر لکڑی کو ڈلوا کر دکھلا دیا کہ میں ایسی قدرت والا ہوں کہ چاہوں تو لکڑی کو اژدھا بنا دوں اور اژدھے کو لکڑی بنا دوں، نبی تو بعد میں دعوت کو لیکر کھڑے ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ براہِ راست خدا نے ان سے کلام کیا، دیگر انبیاء کے پاس فرشتہ بھیجا ہے، جب کوئی نبی کسی طرف بلاتا ہے تو دعوت دینے والے کا

رہا اس کی طرف ہوتا ہے کہ جس کی طرف دعوت دی جاتی ہے، تم نے دیکھا کہ یقین میں جس نے جس کی طرف دعوت دی اسی جماعت نے اس کا رخ اٹھالیا۔

لہذا اب تم خدا کی طرف خدا کی مخلوق کو بلاؤ گے تو خدا تمہاری پرورش فرمادیں گے، یقین کرو کہ ہم اللہ کی طرف اللہ کے بندوں کو بلائیں گے اللہ رب العزت ہماری پرورش فرمادیں گے۔

ابھی تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ اگر اللہ کے راستے میں جائیں گے تو دس بیس روپے لے جائیں گے، اگر ان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ دعوت پر اللہ تعالیٰ ہمیں بہت دیں گے، دعوت دینی تو آگئی ہے لیکن خدا کا یقین نہیں آیا، جتنا اس میں یقین ہے کہ کھیتی سے ملے گا اتنا دعوت پر یقین نہیں ہے، ہم اللہ کی طرف بلادیں گے اللہ تعالیٰ ہم کو سب کچھ دیں گے۔

(۲) دوسرا کام علم کا حاصل کرنا ہے، جتنا ہم لوگوں کو کھلادیں گے اسی کے بقدر اللہ رب العزت ہم کو دیں گے، مال بھی دیں گے، غلہ بھی دیں گے، زمین بھی دیں گے، عزت مرحمت فرمائیں گے، جو زمینداری میں دکھائی دیتا ہے اس سے بہت زیادہ اللہ رب العزت تعلیم پر دیتے ہیں، تعلیم پر ایک دن میں اتنا دیں گے کہ سو برس میں اتنا نہیں ملے گا۔

حضرت ابن جوزیؒ جو کہ کرامات کا انکار کرتے ہیں لیکن انہوں نے بھی اس قصہ کو اپنی کتاب المنتظم میں لکھا ہے، پہلے تعلیم کی یہ نوعیت نہیں جس طرح آج کے مدرسوں کی ہے کہ تنخواہ والے مدرسین مقرر ہیں، طلبہ کو وظائف اور کھانے ملتے ہیں بلکہ علم حاصل کرنے والے اپنے غلہ کا خود ہی انتظام کرتے تھے اور ملکوں، علاقوں سے جاکر محدثین سے علم حاصل کرتے تھے، ان طلبہ کا دستور تھا کہ کسی شہر میں پہنچ کر وہاں کے محدثین سے حدیثیں حاصل کرتے اور جب وہاں کا کام ختم ہو جاتا تو چلتے وقت اس ملک کی کچھ چیزیں سستی خرید لیتے اور جب دوسرے ملک وعلاقہ میں پہنچتے تو پہلے ان چیزوں کو فروخت کرلیتے اور اس سے اپنے کھانے پینے کا انتظام کرتے رہتے، دوسرے محدثین تو ایک ایک دن میں سینکڑوں ہزاروں حدیثیں سنادیتے تھے لیکن

جب مصر میں پہنچے تو وہاں ایک ایسے محدث ملے تو مزے لے لیکر حدیثیں سناتے تھے، کسی دن دو تین، کسی دن دس پانچ حدیثیں سنادیتے، اس صورت میں ان کا غلہ ختم ہوگیا آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے، مشورہ میں یہ بات آئی کہ کھانا نہ ملنے کی وجہ سے حدیث چھوڑ دینا گستاخی کی بات ہے اور حدیث حاصل کرتے ہوئے کمانا حدیث کی گستاخی ہے، چنانچہ بغیر کھانے کے تین دن انہوں نے اسی طرح گزارے کہ ایک دانہ تک ان کے منہ میں نہیں گیا، جب تین دن تین رات پورے ہوئے، وہ قبرستان کی ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، چوتھے دن جب انہوں نے استاذ کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو وہ ضعف کی وجہ سے چل نہ سکتے اور دو دو چار چار قدم چل کر گر گئے، تو آپس میں کہا کہ اب تو وہ وقت آگیا کہ مردار بھی حلال ہو جاتا ہے، لہذا کسی سے مانگ لیا جائے، لیکن تینوں نہ مانگیں بس ایک مانگ لے، قرعہ اندازی کی گئی تو حسن بن سفیان کا نام نکل آیا، ان کے پیر تلے کی زمین نکل گئی، پھر خیال آیا کہ مانگنا ہی تو طے ہوا ہے مخلوق سے مانگنا تو طے نہیں ہوا، لہذا انہوں نے وضو کے بعد دو رکعت نماز صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعاء شروع کی، ابھی دعاء ہی شروع کی تھی کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دیکھا تو ایک آدمی موجود ہے جو بادشاہ کی طرف سے اشرفیاں لیکر آیا ہے اور ہر ایک کے واسطے چالیس اشرفی فی وقت بھیجی، حسن ابن سفیان نے اس سے فرمایا کہ پہلے یہ بات بتلا کہ بادشاہ کو ہماری خبر ہوئی کس طرح سے، اس قاصد نے عرض کیا کہ میں بادشاہ کا وہ آدمی ہوں جو خلوت اور جلوت میں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہوں، آج بادشاہ نے کہا کہ آج تو تمہارے سے بھی خلوت کو جی چاہتا ہے، میں اپنے گھر آگیا، ابھی اپنی عبا اتاری ہی تھی کہ اس کا قاصد بلانے آیا، میں پہنچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ بادشاہ اپنی کوکھ پکڑے بیٹھا ہے، بادشاہ نے کہا کہ تم حسن ابن سفیان کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں جانتا، تو فرمایا کہ فلاں محلہ کی مسجد میں رہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ یہ ہوا کیا؟ بادشاہ نے کہا کہ میں نے ابھی آسمان کے درمیان ایک مجسمہ دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ کھڑا ہو، حسن ابن سفیان اور ان کے ساتھیوں کی خبر لے ابھی حیرانی سے دیکھنے لگا اور اس کے حکم کی تعمیل نہ کرسکا، اس نے

غصہ ورا یکدم محل کی دیوار پر آ کر بیٹھ گیا، میں حیرت میں پڑ گیا کہ اے اللہ یہ کس طرح اتنی جلدی یہاں آ گیا، میں اس کے حکم کی تعمیل سے قاصر رہا تو اس نے میرے قریب آ کر کوک میں نیزہ مارا اور پھر وہی بات کہی کہ اٹھ حسن ابن سفیان کی خبر لے اس سے پہلے کہ وہ مر جائیں، جب انہوں نے دیکھا کہ اب ہماری شہرت ہو جائے گی تو وہ راتوں رات بستر چھوڑ کر نکل گئے، صبح بادشاہ وہاں پہنچا لیکن ان کو نہ پایا، بہت تلاش کرایا بادشاہ نے کہا کہ جو پیسہ میں نے ان کی خاطر اپنے خزانے سے نکال لیا ہے وہ دوبارہ خزانے میں داخل نہیں کروں گا، وہ پیسہ اتنا تھا کہ اس سے ایک محلّہ مدرسہ کی درسگاہ کیلئے طلبہ کی قیامگاہ کیلئے اور ایک بازار سے اس مدرسہ کے غلے کے چلانے کیلئے خرید لیا، اس مدرسہ کا نام جامعہ ابن طولون ہے۔

بادشاہ تیسری صدی کا آدمی ہے، علم پر اللہ تعالیٰ اس طرح دیتے ہیں، لیکن تکلیفیں برداشت کرنے سے ملتا ہے، اگر یہ تینوں ہزاروں برس کماتے تو بھی اتنا کما نہیں سکتے تھے۔(۱)

(۳) تیسری چیز مسجد کی ہے، اللہ کا ذکر، جیسے اولیاء اللہ ہیں اور جن کی خانقاہوں میں جو لاکھوں کی جائیدادیں بنی پڑی ہیں وہ ذکر ہی پر تو بنی ہیں، بادشاہوں کے مزاروں پر جا کر دیکھو تو وہاں کوئی بھی کھانا کھاتا ہوا نہیں ملے گا بہت سے بہت ایک مقبرہ کی عمارت مل جائیگی، لہٰذا اولیاء اللہ میں سے ہر ایک کو دیکھتے چلے جاؤ، ان کی خانقاہوں میں لاکھوں کی جائیدادیں ملیں گی اور وہاں ہزاروں آدمی پل رہے ہیں، دنیا کے ملکوں میں بھی نکل جائے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی قبر پر آج ہزاروں آدمی کھانا کھا رہے ہیں۔

اور اللہ رب العزت اخلاق پر بھی بہت دیتے ہیں، عبادات پر بھی بہت دیتے ہیں۔ جماعتی اور قومی عصبیت سے نکلو اور اپنی جان و مال کو خدا کے حکموں کے مطابق خرچ کرنیوالے بن جاؤ تو خدا ہم کو اس طرح سے دیں گے کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکو گے، کمانے والے آج مسجدوں کو پیسے کی جگہ نہیں سمجھتے بلکہ مسجدوں کو رخ کرنے کی جگہ

(۱) المنتظم فی تاریخ الملوك والامم مع تحقیق محمد عبدالقادر عطا: ۱۶۱/۳ مصطفیٰ عبد القادر عطا، مطبوعہ بیروت

سمجھتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ملے گا کمائی سے، کمانے والوں کا یقین تو ہے ہی لیکن مسجد میں رہنے والے امام و مؤذن کا بھی یہ یقین نہیں ہے، دعوت ہے، تعلیم ہے، ذکر ہے، نماز ہے، لیکن ان کا یقین نہیں ہے، مسجد کمائی والوں کا یقین بدلنے کیلئے بنی ہیں۔

خدا دین کی دعوت و تعلیم کی مجلس، ذکر، نماز اور اخلاق پر بہت کچھ دیں گے، لیکن سوال نہ کیا جائے اور تیسرے کام میں تکلیفوں کی وجہ سے کام نہ چھوڑا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ بہت کچھ دیتے ہیں۔

حضرت صابر کلیر والے کا بچہ گھر سے باہر نکلا، چہرہ اُترا ہوا تھا، کسی نے حال معلوم کیا بچہ نے کہا کہ تین دن کا فاقہ ہے، اس پر وہ مرید بہت روپے پیسے اور ہر قسم کا سامان گھر میں بھیج دیا، جب شیخ کو معلوم ہوا تو دعاء کی کہ اے اللہ! جس نے ہمارا حال ظاہر کیا اس کو دنیا سے اٹھا لے، اس دعاء پر جوان بیٹا فوراً مر گیا، ان عملوں سے لینے کی شرط یہ ہے کہ کسی کے سامنے سوال نہ کیا جائے، جزع فزع نہ ہو، اور راضی بقضاء رہا جائے۔

محمود اور ایاز کے قصہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ محمود نے کوئی پھل تراش کے ایک قاش ایاز کو دی، وہ مزے سے کھا گئے، بادشاہ نے خوش ہو کر اور دیا، انہوں نے وہ بھی کھا لیا، آخر میں محمود کو خیال آیا کہ شاید یہ پھل بہت لذیذ ہے، خود ایک قاش کھائی تو وہ انتہائی کڑوی تھی، پوچھا کہ ایاز کڑوی کیوں کھائی، ایاز نے کہا کہ میں نے کڑوا میٹھا نہیں دیکھا بلکہ میں تو یہ دیکھ رہا تھا کہ دے کون رہا ہے، اگر تم اپنی کمائیوں میں اللہ کے احکامات کے پابند بن گئے تو اللہ رب العزت اتنا دیں گے کہ جس کا حد و حساب نہیں، بشرطیکہ تم مسجدوں کے عملوں کو بھی کرنے والے بنے رہیں، مسجدوں کے عملوں پر یقین لانا پڑے گا اور زمینداری، دکانداری وغیرہ سے یقین ہٹانا پڑے گا، اور یقین یہ کیا جائے کہ میں اگر مسجد والے عملوں کو اختیار کروں گا تو اللہ رب العزت ان عملوں پر بہت کچھ دیں گے، کمائی خالی تجارت، دکان کرنے اور کھیتی کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ سارے عمل کمائی ہیں، جیسے کہا کہ نماز پڑھنے پر جنت ملے گی تو نماز کی ایک ایک حرکت و سکون پر جنت ملے گی، اسی طرح سے دین پر ملے گا، معنیٰ یہ ہیں کہ دین کی ایک ایک چیز پر ملے گا،

کمانے پر کم ملے گا، مسجدوں والے عملوں پر زیادہ ملے گا، پھر کونسے عمل زیادہ کرو گے؟ ظاہر ہے کہ جن عملوں پر زیادہ ملتا ہے ان کو زیادہ کرو گے اور جتنا اپنے کمائی کے کاموں کو کم کرو گے ان مسجد والے عملوں کو زیادہ کرو گے تو اللہ رب العزت بہت زیادہ دیں گے، صحابہ کرامؓ کی جو ترتیب تھی وہ بہت ہی اچھی ہے، عام صحابہؓ نے تین حصے کئے سال کے چار ماہ تو جہاد کا حکم ہوا جان لگانے اور باقی مہینوں میں آدھا وقت کمانے میں اور آدھا وقت مسجد میں لگایا جائے، آدھی رات مسجد میں اور آدھی رات گھر میں، اور آدھا دن کمائی میں اور آدھا دن مسجد والے اعمال میں، جب یہ ترتیب قابو میں آجائے تو انشاء اللہ پورے دین کے دروازے کھل جائیں گے اور تمہارا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف پھر جائے گا اور دروازے خدا کی مددوں کے تمہاری طرف کھل جائیں گے، (اب بتلاؤ اس ترتیب پر اپنے کو کون کون ڈالنے کے لئے تیار ہیں) ایک تو بگاڑ کی بات ہوتی ہے کہ تھوڑا سا وقت لگا دیا، اس سے تو یقین نہیں بدلے گا اور حضور ﷺ والے طریقے زندگیوں میں نہیں آئیں گے۔

اعمال اور آخرت کی لائن

۲۴ / رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ ، بروز جمعہ ، بعد نماز فجر

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم!

میرے بھائیو دوستو!

خطبہ ماثورہ میں قرآنِ پاک کی آیات: ظهر الفساد فی البر والبحر...... الخ اور من عمل صالحًا ...... الخ اور ان الذین قالوا ربنا اللّٰه ...... الخ اور تلک الجنة التی ...... الخ اور وعد اللّٰه الذین اٰمنوا منکم ...... الخ اور یاایها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه...... الخ تلاوت فرمائی۔

دنیا میں جتنے انسان ہیں سارے اپنی زندگیوں کو کامیاب بنانے کی محنت کرتے ہیں، لیکن جتنی یہ محنت کرتے ہیں اتنا ہی ناکام ہوتے ہیں، کون انسان؟ جو اپنے طور پر اس زمین و آسمان کو دیکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں اور اس پر وہی محنت کر دکھائیں، ایسے انسانوں سے ایک ایک پائی تک چھین لی جائے گی اور ان کو دوزخ کے گڑھے میں ڈالدیا جائے گا۔

چاہے جتنی محنت کر لیں، اکھٹے ہو کر محنت کریں یا علیحدہ علیحدہ، ان کی زندگی ناکام ہوگی جو اپنے دیکھنے پر فیصلہ کر کے محنت کرتے ہیں، جب فرشتے کسی کو گُرز مارتے ہیں تو وہ مردہ اتنی زور سے چیخ مارتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک کے انسان اس کو سنتے ہیں، یہ تو پٹائی کا عالم ہوگا، قبر کی دونوں طرف کی دیواریں مل جائیں گی، ایسی کہ دائیں پسلی بائیں طرف اور بائیں پسلی دائیں طرف مل جائے گی، دونوں طرف کھڑکی کھولی جائیگی اور ستر اژدھے مسلط کر دیئے جائیں گے، ایسے زہریلے اژدھے کہ ان میں کا ایک دنیا میں

ایک سانس لے لے تو چالیس سال تک اس دنیا میں ایک پتہ نہ اُگے، اس دنیا کے اندر اصل جو جسم پر پڑتی ہے اور روح پر اس کا اثر سمجھتا ہے اور برزخ کے اندر عذاب روح کو ہوتا ہے، لیکن جسم پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے، اور دوزخ میں جسم اور روح دونوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور دوزخ کا عذاب اتنا سخت ہوگا کہ الامان و الحفیظ، دوزخ سے ایک چنگاری لیکر ستر دفعہ اُسے بجھایا گیا تب یہ دنیا کی آگ بنی ہے، دنیا کی آگ ستر مرتبہ روزانہ پناہ مانگتی ہے خدا سے کہ اے اللہ! اب دوبارہ مجھے دوزخ میں ڈالئے، اس آگ میں ڈالدیا جائے گا اور نہ بیوی ہوگی نہ بچے، مکان و جائیداد ہوگی، ان کی اولادیں اور بیوی بچے مل کر اس کا منہ نوچیں گے، حاکم محکوموں کو اور محکومین حاکموں کو برا بھلا کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم اس مصیبت میں پڑے، پبلک کہے گی اپنے بڑوں کو۔

اور دوسری جگہ ہے کہ اے خدا! اِن کم بختوں نے ہم کو بھٹکایا، اللہ ان کو دوہرا عذاب دے، حاکم وزراء اپنے چھوٹوں کو کہیں گے کہ اب کوئی بڑائی چھوٹائی نہیں ہے، دوزخ کا عذاب چکھو، یہ کمبخت شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی وعدہ کیا تھا، خدا نے کہا تھا کہ ایمان مضبوط کرو اور عمل ٹھیک کرلو، اللہ کا وعدہ تو حق تھا اور میرا وعدہ دھوکہ بازی تھی اور میں نے اپنا بدلہ اُتارنے کے لئے تم کو پٹی پڑائی تھی، میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا، میں نے تو صرف تم کو ایک دعوت دی تھی، تم نے قبول کرلی، شیطان دکھائی تو نہیں دیتا لیکن وہ اندر گھس جاتا اور اندر سے بولتا ہے، یہ جو ذکر و اذکار بتلائے جاتے ہیں اس کی یہی غرض ہے کہ اندر سے شیطان نکل جائے، یہ ایسی ہی صورت ہے کہ جس طرح کسی کے اوپر جن چڑیل جو شیطان جنات ہی کی قسم ہے، پر انسانوں پر مسلط رہتا ہے اور بولتا رہتا ہے، ناک، کان، منہ وغیرہ کے ذریعہ سے شیطان انسان کے اندر پہنچ جاتا ہے، جہاں جہاں خون چل رہا ہے وہاں تک شیطان پہنچ رہا ہے، ایسی صورت میں جو تم بولتے ہو وہ شیطان کی شیطنت سے بول رہے ہوں گے، اس وقت تو شیطان کی پٹی ہے، اس نے کہدیا کہ اس وقت کمانے کا وقت ہے جہاں چار پیسے ہوں گے تو ہی کام چلے گا، یہ ہمارا بولنا شیطان کے اثر سے ہے۔

ایک بزرگ نے بہت دن مراقبہ کیا اور دیکھا کہ شیطان انسان کے دل کے قریب بیٹھا ہے اور اس کے منہ سے ایک بال کی طرح کی کوئی چیز نکل جاتی ہے جو انسان کے دل میں چبھوتا رہتا ہے، گندے گندے اثرات اس میں پہنچاتا رہتا ہے، شیطان کو جب لوگ لعنت ملامت کریں گے تو وہ کہے گا کہ میں تمہارا ازلی دشمن تھا اور میرا کوئی تمہارے اوپر زور نہیں تھا، تم نے میری بات مان لی اور مجھے ملامت کیوں کرتے ہو، وہ اولاد جس کی وجہ سے تم نے تکلیف اٹھائی تھی، لڑکے کے پاس صرف ایک نیکی ہوگی باپ کے پاس صرف ایک نیکی کی کمی رہ جائیگی، باپ اس سے نیکی مانگے گا تو وہ نہیں کہے گا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو جنت میں جائے، اس طرح سے عورتیں دامن پکڑ کر کھڑی ہو جائیں گی، یہ دوست جن کے مشوروں پر ہم چلتے ہیں قیامت کے دن کہے گا کہ اے کاش فلاں کو میں اپنا دوست نہ بناتا، اس دن انسان اپنی ہر چیز پر روئے گا لیکن وہ رونا کسی کام نہیں آئے گا، وہ آنسو جنت میں نہیں پہنچا سکتے، اس دن اگر سمندروں کے برابر بھی کوئی روئے گا تو کوئی فائدہ نہ ہوگا، وہ سخت مصیبت کا وقت ہوگا، وہ روئیں گے اور اتنا روئیں گے کہ آنسوؤں کے اندر کشتیاں چلیں، پھر خون روئیں گے اور پیپ روئیں گے اتنا کہ ان کے خون اور پیپ میں کشتیاں چل جائیں، ایک ایک لقمہ اور ایک ایک بالشت اور ایک ایک کپڑے کے اوپر پکڑ ہوگی، روئیں گے لیکن رونا کام نہیں دے گا، سارے رونے پیٹنے کے اندر ہوں گے اور اسی حالت میں پیشانی کے بال اور پیر پکڑ کر دوزخ میں ڈالدیا جائے گا، انہوں نے ہماری چیزیں تو استعمال کیں، لیکن ہمارے طریقے نہیں سیکھے، سارے انسانوں کی بات جھوٹی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی باتیں سچی ہیں، دوزخ میں دوزخی کا جسم بہت لمبا چوڑا کردیا جائے گا، کان سے مونڈھے تک پانچ سو برس کا فاصلہ ہوگا، دوزخی کا ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جب وہ پیاس سے زبان نکالے گا تو وہ ایک میل لمبی پھیلی ہوئی ہوگی، جس پر گدھے کے برابر بچھو کاٹتے پھر رہے ہوں گے۔

آج اللہ رب العزت کی طرف سے پکارا جائے تو وہ سنتے نہیں، لیکن دوزخ میں ایک آدمی پانچ سو سال تک پکارے گا تو آواز آئیگی کہ دفع ہو جاؤ، ہم سے بات مت کرو،

پھر پانچ سو برس پکارے تو پانی پینے کو دیا جائیگا جو اتنا گرم ہوگا کہ جس کے پینے سے اوپر کا ہونٹ ماتھے پر پہنچے گا اور نیچے کا ہونٹ چھاتی پر آپڑے گا اور بدن کی آلائش پاخانے کے راستے سے نکل جائیگی، پھر فرشتے دوبارہ ان کو منہ کے راستے سے اندر داخل کردیں گے اور اسی طرح سے عذاب ہوتا رہے گا۔

اگر ہمارے پاس کلمہ کے تھوڑے ذرے تھے تو سزا بھگت کر دوزخ سے نکالا جائیگا اور پھر جنت میں لے جا کر ڈالا جائے گا، تو ان کا بدن صاف ستھرا ہوجائے گا، صرف ایک کالک چہرے پر باقی رہے گی اور ان کو جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا، لیکن جب وہ اس کالک کے ہٹانے کی درخواست کریں گے تو اللہ رب العزت اس کو دور کردیں گے، یہ مصیبت ان لوگوں کو پہنچے گی جو خدا اور اس کے رسولؐ کے احکامات کو دیکھ کر نہ چلیں اور جو خدا کی بتلائی ہوئی باتوں کا یقین کئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کردیں گے، ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ بہت سی چیزیں مل رہی ہیں، پیسہ مل رہا ہے اور چیزوں سے مزے کی زندگی گذر رہی ہے۔

اللہ کی خبر بہت سی آیتوں اور حدیثوں میں ہے کہ تمہاری محنت سے کوئی چیز نہیں بنتی، کھیتی تمہاری محنت سے نہیں ہوتی، لیکن یہ شیطان کی پڑائی ہوئی پٹی ہے اور یہی وہ پٹی ہے کہ کل قیامت میں وہ اس کا انکار کردے گا کہ کھیتی تمہارے کرنے سے ہوتی ہے یا خدا کرنے سے ہوتی ہے، لیکن انسان سمجھتا ہے کہ کھیتی میں کر رہا ہوں، تم نے تو ذرّے مٹی میں کھودیے، خدا نے اپنی قدرت سے ان میں سے کھیتی ظاہر کی، بارش خدا برساتے ہیں، بیج میں سے کونپل نکالتے ہیں، اگر اللہ چاہیں تو تیرے بغیر کھیتی پیدا کر کے دکھلادیں۔

لا الہ الا اللہ یہ ہے کہ آدمیوں کی نسبت سے چیزیں نہیں ملتی ہیں، نہیں بنتی، انسان چیزوں سے نہیں بنتے، اللہ ان کو بنانے والا ہے، ہر ایک انسان خدا کے پالنے سے پل رہا ہے، اگر وہ نہ پالنا چاہیں تو کھانے سے بیماری پیدا کردے، اللہ اگر چاہیں گے کہ اس کھانے سے درد ہو تو درد انہیں ہوگا، کہ اس کی تکلیف سے تڑپ کر مرجائیں گے، چیزیں خدا کے بنانے سے بنتی ہیں، ان کی تقسیم خدا کے کرنے سے ہوتی ہے، اگر وہ چاہیں

تو بغیر چیزوں کے پال کر دکھلادیں، ان کے ارادہ کے ساتھ مسئلہ ہے، ہمارے خیالات کے اندر اندھیریاں ہیں اندھیریوں پر، اگر ان پر زندگی گذرے گی تو مرنے کے بعد سخت عذاب ہوگا اور دنیا میں بھی یہ آرام سے نہیں بیٹھیں گے، سیلاب، زلزلے اور آندھیاں ان کا نقصان کریں گی، اور دوسرا یہ کہ اسی دنیا کے بارے میں خدا کا یقین کرلو، خدا جس کو چیزیں دیتے ہیں ملتی ہیں اور جس سے چھین لیتے ہیں چھین لی جاتی ہیں، وہ اگر چاہے تو ہمیں گھر میں بیٹھے ہوئے ہی دیدے اور چاہے تو محنت کرنے سے بھی چیزیں نہ دے، اے ملک کے مالک! اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے اپنے ملک کے لوگ مالک ہیں۔

اَلْمُلْک کے معنی ہیں کہ ساتوں زمین وآسمان اور اس کے ایک ایک ریزے کے وہ مالک ہیں اور اللہ مالک بھی کمزور قسم کے نہیں بلکہ قبضہ رکھتے ہیں، جس سے جب چاہیں عہدہ چھین لیں، مال چھین لیں اور زمینداری چھین لیں، انسان کے دینے سے نہیں ملتا بلکہ خدا کے دینے سے ملتا ہے، ایک دعاء ہے جو قومہ میں پڑھی جاتی ہے جس کے اندر کہا گیا ہے کہ اے اللہ! جس کو تو روکنے پر آئے اس کو دینے والا نہیں اور جس کو تو دینے پر آوے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور اے اللہ! تیرے دینے سے چیزیں ملتی ہیں اور ملک سے محنت سے نفع نہیں پہنچتا(۱)، یہی لا الہ الا اللہ کا خلاصہ ہے۔

اللہ کے بنانے سے چیزیں بنتی ہیں اور اللہ ہی اس کے مالک رہتے ہیں، مکان کے مالک رہتے ہیں، اپنے ملک میں خدا لوگوں کو تصرف دیتے ہیں، ایک قوم سے چھین کر دوسری کو دیتے ہیں، جس کے انتقال کا فیصلہ قدرت کی طرف سے ہوجائے اسے کوئی روک نہیں سکتا، یہ قرآن وحدیث کی بات ہے اور یہی ہے۔

لا الہ الا اللہ میں ایک نفی ہے اور ایک اثبات۔ اثبات اللہ تعالیٰ کا ہے، اللہ کے علاوہ جو بھی سامنے آئے اس پر نفی کرنی پڑے گی، جو کچھ تمہیں دنیا میں دکھائی دے تو لَا اِلٰہ کہہ دو، کہ اس سے کچھ نہیں ہوگا، لوہے سے کچھ نہیں ہوگا، تمہیں پوری کائنات میں جو دکھائی دے رہا ہے اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہے، مخلوق کرنے والی نہیں ہے بلکہ

(۱) صحیح مسلم باب ما یقول اذا رفع رأسه من الرکوع: ۳/۳۹۷

مخلوق قدرت کے ہاتھوں میں ہے، خدا نے انسانوں کو پتھر بنا کر اور پتھر میں سے اونٹنی پیدا کر کے دکھلائی ہے۔

اگر چاہیں تو بستیوں کو ویران بنادیں اور چاہیں تو ویرانوں کو بستی بنادیں، جس میں صحت دکھ رہی ہو صحت اس کی ذاتی حقیقت نہیں ہے، آگ میں جلانے کی صفت، پانی میں ڈبانے کی صفت خدا کی رکھی ہوئی ہے، جب چاہیں خدا ان سے ان صفتوں کو لے لیں، اللہ چاہیں عزت کی صفت ہٹا کر ذلت کی صفت لے آئیں، ساری کائنات کی نفی ہے لا الہ الا اللہ میں، ایک چیونٹی سے لے کر جبرئیل علیہ السلام تک وجود کا غیر سے انکار کرنا اور توحید کا اثبات کرنا، نبیوں کی خبر یہ ہے اس عالم کے بارے میں، اسی کلمہ کو پڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں گرے تھے، اور یہی کلمہ پڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں گھسے تھے، ہاتھ میں تو سب کچھ اللہ رب العزت کے ہے، لیکن اس کے ہاں کا ایک ضابطہ ہے۔

ملک کیلئے ہاتھ پیر مارنا، لوہے پیتل پر محنت کرنا خدا کا ضابطہ نہیں ہے، خداوندِ قدوس جو اپنی قدرت استعمال کریں گے تو کہیں حکومت دے کر بیڑا غرق کر کے دکھلادیں گے اور کہیں مال دے کر زمین میں دھنسادیں گے، تغیر میں آجانے والی شکلیں خدا کا ضابطہ نہیں ہیں بلکہ محمد ﷺ خدا سے لینے کا ضابطہ ہیں، اگر تم ان عملوں کے اوپر محنت کروگے تو بغیر حکومت، بغیر مال اور بغیر اسباب و وسائل کے اللہ تعالیٰ چمکادیں گے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ خوب کوشش کرو اللہ تعالیٰ دیں گے، خدا کا ضابطہ دکان، مال، ملک وغیرہ نہیں ہے بلکہ حضرت محمد ﷺ جو عمل لیکر آئے ہیں ان عملوں پر محنت کروگے تو اپنی قدرت سے خدا تم کو چمکا کر دکھلادیں گے۔

اللہ کے راستے کو کوئی بدلا ہوا نہیں پائیں گے، اللہ نے انسان کی تعمیر و تخریب عملوں میں رکھی ہے، ہر شعبہ میں بہت بہت اعمال ہیں، جو کوئی شخص اپنی زندگی کو عملوں سے بھرا ہے زندگی بننے کا، پرورش کا، حفاظت کا، غلبہ کا، حتی کہ مال کی جو شکلیں ہیں ان کے ملنے کا یقین محمد ﷺ والے اعمال سے ہوجائے اور چیزوں سے ہٹ جائے، زندگی کے

شعبوں میں اعمال زندہ ہوجائیں اس کا کوئی امکان نہیں، جب تک ہمارا چیزوں والا یقین ہے، اگر میں نے محمد ﷺ والے عمل کئے، اللہ میرے دشمن کو ہلاک کردیں گے، دشمن کو دوست بنادیں گے، جب وہ عمل چالو ہوں گے تو لکھ کر دیکھ لو ان کی خواہشیں بدل جائیں گی، عمل کا ذہن کیسے بنے؟

ہم تم میں قسم قسم کے انسان ہیں، ایک گھوڑا، ایک گدھا اور ایک خچر ہوتا ہے، آج کل کے مسلمان خچر کی طرح ہیں، نہ تو گھوڑا رہے اور نہ بالکل گدھے رہے، ملک و مال کی دو لائن علیحدہ علیحدہ ہیں، لاکھوں نبیوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے ملک و مال کے راستے سے اپنی امت کو چمکایا ہو، انبیاء کرام علیہم السلام کبھی حکومت میں اور مال میں نہیں آئے بلکہ اقلیت میں آئے، قلعہ والے، کوٹھی والے لوگوں میں نہیں آئے بلکہ دوسرے رخ پر آئے اور نبیوں نے آکر کہا کہ اللہ کی طرف سے ہم یقین و عمل لے کر آئے ہیں، ادھر نقشے والوں سے کہا کہ اگر تم نے اس یقین و عمل کو اختیار کرلیا تو تم کامیاب ہوجاؤ گے۔

فرعون کی حکومت کا لمبا چوڑا نقشہ قائم ہے اور حضرت موسیٰؑ ملک و مال کے مقابلہ میں عمل کے نقشے لیکر آئے، فرعون کی محنت رات دن یہ تھی کہ ایسی سڑکیں، محل، باغ بن جائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کہہ رہے تھے کہ اے قوم! تم توکل والی نماز پڑھنا شروع کردو تو پھر تم دیکھو گے کہ نتیجہ تجربہ کے خلاف نکلے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو محنت کر کے بنی اسرائیل کی نماز کو اعلیٰ سطح پر پہنچایا اور فرعون نے ملک و مال کے نقشے اعلیٰ سطح پر پہنچائے، فرعون ساری قوم کو لیکر موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں چل دیا، بحر قلزم پر پہنچے، اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ سمندر میں لکڑی مارو اس سے سمندر میں بارہ سڑکیں پھٹ پڑیں اور حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل اس سے پار ہوگئے اور فرعون مع فوج کے سمندر میں غرق ہوگیا، پورے ملک کا تجربہ بدل گیا کہ کامیاب وہ ہوگا جس کے ساتھ خدا ہوں۔

انبیاء کرام علیہم السلام ملک و مال کی لائن پر نہیں آئے بلکہ ایک اور لائن لے کر

آئے ہیں، وہ لائن اعمال کی لائن ہے، حضرت شعیب علیہ السلام نے آکر کہا کہ اے قوم یہ یقین ہے اور یہ عمل ہیں، ان کو اختیار کرلو، خدا تمہاری زندگی بنادیں گے اور اگر تم نے اسے اختیار نہ کیا تو ہلاک و برباد کردیں گے، ایک دن ایک چیخ ظاہر ہوئی اور پوری قوم ہلاک و برباد ہوگئی۔

جو تمہارے ڈاکٹر جو تمہاری سائنس تجربہ کررہی ہے اگر تم یقین اور عمل درست کرلوگے تو یہ تجربات چھوٹے پڑجائیں گے، تمام انبیاء کرام ملک و مال کے عملوں کو جھٹلانے کیلئے آئے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمیں ملک و مال والوں کی جوتیاں سیدھا کرنے چھوڑ گئے یا کوئی عمل دے کر گئے ہیں؟ دجال کا قصہ اس بات کا جواب ہے، ابھی تک انسان کی ترقیات وسائط سے ہیں، وہ آلات بنائے جس سے زمین کا سونا معلوم ہوجائے، انسان کی اپنی ذات میں کمال معلوم نہیں ہوا بلکہ واسطوں سے ہوا ہے، دجال کفر کی وہ طاقت ہوگا جس کے کہنے سے بادل برسیں گے، زمین سے پیداوار ہوگی، مردہ کو زندہ کردے گا، امام مہدی علیہ السلام اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقے کے عمل پر وارد ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لائیں گے، حضرت امام مہدی علیہ السلام ان کو نماز کیلئے آگے بڑھائیں تو وہ عذر کردیں گے اور فرمائیں گے کہ اس امت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ ہی چلے گا۔

سب سے پہلا دور تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا رکھا اور سب سے آخر میں دجال کا رکھا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم والے اعمال کائناتی نقشوں کو زیر کرنے والے ہیں، سارے نبی عمل کے اوپر بلائے۔

آج جن مسجدوں کا دیوالیہ نکل گیا، اُجڑ چکیں یہ انبیاءؑ والے عملوں کیلئے بنی ہیں، مسجد کے چھ عمل ہیں اور یہ سارے انبیاء والے عمل ہیں، ان عملوں پر چھریاں نہ کاٹنے والی بنی ہیں، ان عملوں پر پتھروں میں سے اونٹ پیدا ہوئے، سارے عالم کے نافرمانوں کا خاتمہ ہوا، سب سے بڑا عمل تو دعوت ہے۔

دعوت نام ہے مشاہدہ سے غائب کی طرف بلانا، جب تم بازاروں میں چیزوں کو دیکھتے پھروگے تو بے ایمانی پیدا ہوگی، تمہارے دیکھنے کی وجہ سے دل میں جو یقین آئے گا

اسی کا نام بے ایمانی ہے، انبیاء علیہم السلام، قرآن و حدیث اور اعمال صالحہ وغیرہ کے تذکرے کئے کہ ان کے اوپر کیا کچھ ہونے والا ہے، اس کا نام ایمان ہے، جب انبیاء کے راستے کے ہونے والے واقعات سنیں گے اسی سے جو یقین آئے گا اسی کا نام ایمان ہے فلاں کے اس کمائے ہوئے ایک کے اسی لکھ پتی ہوگیا، ہمارا تجربہ ہے کہ کھیتی کرنے سے غلہ حاصل ہوگیا، اس کا نام بے ایمانی ہے، دلوں کو شرک کی گندگیوں سے پاک کرنے کیلئے دعوت کا عمل دیا گیا ہے، تجارتی، زراعتی ملازمت وغیرہ کے جیسے نظام ہیں ان سب کی تردید کی جائے گی، اللہ کی ذات اس کی صفات اس کے دستور وغیرہ کو بیان کرنا، اور اس کو سننا یہ دعوت کے عمل ہیں، دعوت کے عمل میں جب نفس بدل گیا تھا تو چیزوں کی خاصیتیں بدل کر دکھائی تھیں، سارے عملوں کیلئے تعلیم کی ضرورت ہے، دعوت، نماز، ذکر، اخلاق، معاشرت وغیرہ ہر ایک کیلئے تعلیم کی ضرورت ہے۔

سارے نبی جو لا الہ الا اللہ لے کر آئے کہ چیزوں سے نہیں ہوگا بلکہ خدا سے ہوگا وہ اللہ سے ہونے کے واسطے عمل بھی لیکر آئے ہیں، سارے انبیاء والا مشترکہ عمل اللہ کا ذکر ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اندر ایک بیماری ہے، وہ یہ کہ جو شکل اس کے سامنے آتی ہے اس کا اثر پیدا ہوجاتا ہے تو پھر شکل کے اعتبار سے عمل کرتا ہے، پھر وہ شکل کا تابع بن جاتا ہے، کسی چیز کو دیکھا اس کا اثر دل میں ہوگیا، کسی مالدار کو دیکھا اس کی بڑائی دل میں بیٹھ گئی، شہر سامنے آیا اس کا تاثر اپنے اندر گھس گیا اور اس کے اعتبار سے استعمال ہونے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ شکل سے پاک ہیں، آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے، اسی بیماری کا علاج کہ شکلوں کا تاثر اپنے اندر نہ گھسے اپنے دل میں خدا کا تاثر پیدا کرتا ہے۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ شکلوں کے مسخر ہونے کی کیا صورت ہے، اللہ کا تاثر اپنے اندر بھرنا ان کے مسخر ہونے کا علاج ہے۔

پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اب جو مانگو گے وہی ملے گا، چوتھا عمل نماز کا ہے، سارے انبیاء والا عمل ہے، یقین، علم اور تاثر بدلنے کے بعد جب نماز پڑھ کر تم مانگو گے تو نماز پر سب کچھ دے کر دکھلادیں گے، آج جو یوں کہا جاتا ہے کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے اور

قرآن پاک یوں کہتا ہے کہ نماز پڑھنے سے فرعون سمندر میں غرق ہو گیا، قوم نوح علیہ السلام غرقاب ہو گئی، نماز میں اللہ رب العزت نے ایسی طاقت رکھی ہے کہ روس اور امریکہ کی جڑ کٹوانے والی چیز ہے، نماز کو سیکھا جائے، نماز کیلئے دعوت سیکھنی پڑتی ہے، تعلیم لینی پڑتی ہے، ایسا ذکر کرنا پڑتا ہے جو خدا کا دھیان تمہارے دل میں بھر دے، یہ سارے انبیاء کے مشترکہ اعمال میں سے پانچواں عمل ہے۔

انسان والی زندگی اختیار کرو، تمہیں زبانوں، قوموں، اوطان، مالیات، عہدوں کے اعتبار سے ترتیب قائم نہیں کرنی ہے بلکہ اعمال کے اعتبار سے ترتیب قائم ہوگی، جو ان عملوں کو زیادہ کرنے والا بنے گا، وہ اتنا ہی اعلیٰ ہوگا، وہ کسی ملک، کسی زبان، کسی قوم کا آدمی کیوں نہ ہو۔

جو اللہ والے عملوں کو زیادہ کرے اُسے بڑھیا سمجھو اور جو اللہ والے عملوں کو چھوڑے اُسے گھٹیا سمجھو، ایک چمار آدمی تازہ تازہ مسلمان ہوا، وہ آدمی امام کے پیچھے بیٹھ گیا اور دوسرے لوگ بعد میں آئے، پہلے نمبر پر وہ آئے گا، اسی طرح سے تعلیم کا حلقہ بیٹھا، ایک آدمی سب سے پہلے آ کر بیٹھ گیا اور دوسرے بعد میں آئے تو یہ ساتھی سب سے بڑھیا ہے، اس عمل کے اندر مسجد سے تم معاشرت سیکھو، اس کا انتظام تو ہے، محلہ والوں کے ذمہ اور اس کا نفع سب کیلئے۔

آدمی کہیں کا آجائے ہر ایک اس سے فائدہ حاصل کرے گا، لیکن اگر اس کا غسل خانہ ٹوٹ جائے، صف پھٹ جائے تو محلے والے کریں گے، اس طرح سے سمجھ لو، اخلاق نام اس بات کا ہے کہ جو کچھ دے رکھا ہے وہ نظام کے طور پر تمہارا ہے، لیکن فائدہ پورے کا پورا اٹھانا تمہارے لئے نہیں ہے، اسی طرح سے تمہارے لئے خدا نے جو دے رکھا ہے وہ سارے انسانوں کیلئے ہے، جب تم مسجد کی طرح اپنی مالیات کو سب پر خرچ کرنے والے بنو گے تو تم اخلاق والے کہلاؤ گے، یہ پانچ عمل مسجد کے ہیں، ان کو سارے انبیاء کرتے تھے۔

اور چھٹا عمل یہ ہے کہ ان عملوں پر یقین کرو کہ اللہ ہمیں پالیں گے، جب تم قرآن.

پاک پڑھتے ہو، رکوع، سجدہ کی تسبیحات کہتے ہو، ہر ایک جگہ رب کا لفظ آتا ہے، اس کے معنی ہیں کہ اللہ پالنے والا ہے، چیزوں سے کوئی نہیں پلتا، پالنے والے کی بندگی کریں گے وہ پالے گا، یہ طریقہ ملنے کا محمد ﷺ لے کر آئے ہیں، تم اللہ کی ربوبیت کا یقین پیدا کرو اور چیزوں کا یقین دل سے نکالو، تمہارا یہ کہنا کہ ملازمت کروں گا تب ہی تو اللہ روپیہ دیں گے، کھیتی کروں گا تب ہی تو اللہ غلہ دیں گے، لیکن یقین ایسا بناؤ کہ اس کے ارادے سے سب کچھ ہوتا ہے، جو نقشے تمہارے ہیں ان سے یقین ہٹانے اور اللہ تعالیٰ سے بننے کا یقین جمانے کی مشق نماز میں کی جاتی ہے، جو لوگوں کے ساتھ اخلاق اختیار کریں گے، نماز پڑھیں گے، خدا کا ذکر کریں گے، خدا کی طرف رخ کریں گے تو اللہ رب العزت ہماری پرورش فرمائیں گے، اللہ میرے ساتھ ہوں گے، جس طرح حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام سے اللہ رب العزت نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ سننے والا دیکھنے والا ہوں، اس پر یقین جمانا ہے کہ اگر ہم خدا کے عملوں میں لگیں گے تو اللہ رب العزت ہماری حفاظت فرمائیں گے، عزت دیں گے اور ہمیں پالیں گے، اصل انبیاء والے عمل ہیں، آگے دو لائنیں ہیں، ایک یہ لائن کہ فقط یہی عمل کے ہو جائیں پھر تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ ملک و مال کے نقشے کس طرح پیروں میں پڑتے ہیں، جب خدا کی طرف سے کچھ آزمائش آئے تو یہ نہ دیکھیں کیا کیا آیا بلکہ یہ دیکھنا کہ کس کی طرف سے آیا، جس طرح کہ ایاز محمود کے قصہ میں ہے کہ ایاز محمود کے دینے پر کڑوا پھل کھاتا رہا اور بادشاہ کے دریافت کرنے اور تعجب کرنے پر بتلایا کہ میں پھل کو نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ دینے والے کو دیکھ رہا تھا، حضرت ایوبؑ کی یہ ادا کہ وہ زخموں سے جب کیڑے نکل کر گر جاتے تو اٹھا کر پھر زخم پر رکھ لیتے کہ خدا نے جب تمہیں میرے کاٹنے کیلئے پیدا کیا ہے تو تم مجھے کاٹتے کیوں نہیں، یہ دولت نصیب ہو جائے تو کرامتوں کی جڑ ہے، انبیاءؑ، صحابہؓ کی ذاتوں کے ساتھ کرامت نہیں ہے بلکہ کرامتوں کے انبار ہیں، جب عملوں پر سے ذہن ہٹا تو جوگیوں کی بھی چلنے لگی، یہی خبریں، یہی اعمال پر ان ہی کے اوپر کرامتوں کے دروازے کھلتے ہیں، اگر کماؤ نہیں تو کوئی ضروری نہیں ہے،

اگر تم رضا بالقضاء ہو جاؤ تو بغیر کمائے چیزیں آئیں گی اور بغیر چیزوں کے ضرورت پوری ہوگی، اگر یہ راستہ چالو ہو جائے تو تین قسم کی لائن چالو ہوگی، اگر کوئی کمائی کرے تو وہ اپنا یقین تعلیم، ذکر، نماز پر رکھ کر کمائے اور یوں یقین کریں کہ ان عملوں پر ملتا ہے اور جوان کا پابند بن کر کمائے تو ایسے کمانے پر ملتا ہے، کمائی کرو لیکن مسجدوں کے عملوں کا یقین اپنے اندر پیدا کر کے ان کا پابند بن کر کمانے کے لئے جاؤ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ نے ایک ترتیب قائم کردی تھی کہ ان کے ہر سال چار ماہ تو باہر کے سفروں میں خرچ ہوا کرتے تھے، ایک دفعہ یا دو چار دفعہ کر کے پورے ہوتے تھے، مقام کے آٹھ مہینے اس طرح گذرتے تھے کہ آدھا دن کماتے اور آدھا دن مسجد والے عملوں میں لگاتے، رات میں سے آدھی رات گھر میں اور آدھی رات مسجد میں۔

آج ہمارا ذہن ملک و مال اور چیزوں کا ہے اور عملوں کا نہیں ہے، لیکن اگر کوئی عمل بغیر یقین کے کرے تو عمل کے ثمرات مرتب نہیں ہوں گے۔

جب تم ان عملوں پر محنت کے میدان قائم کرو گے اور زیادہ وقت اور زیادہ خرچ کرو گے تو خدا تمہیں اس کے اعتبار سے دیں گے، زندگی بنانے کی محنت میں تو مال والے بن گئے اور باقی نبیوں والی، نبیوں نے ملک و مال کے راستوں کو شکست دے کر دکھلائی ہے اسی لئے کہہ رہے ہیں کہ جس لائن کو بولتے ہو اسی پر عمل کرنے والے بن جاؤ۔

شیطانی حرکات کا مقابلہ سنتِ نبوی ﷺ سے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

میرے بھائیو دوستو!

شیطان انسان کا دشمن ہے اور اتنا زیادہ دشمن ہے کہ کوئی حد و حساب نہیں دشمنی کی، جو آخری ڈگری ہو سکتی ہے وہ شیطان کے پاس ہمارے لئے ہے، اگر کوئی ننانوے درجے کا جنتی ہے تو اس کو اٹھانوے درجہ پر لانے کی کوشش کرے گا اور بات یہ ہے وہ سمجھ رہا تھا کہ خلیفہ خدا مجھ کو بنا دیں گے، لیکن اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنہوں نے کوئی عبادت نہیں کی، خلیفہ بنا دیا، اس پر شیطان نے درخواست کی کہ اے اللہ! مجھے قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت دے تا کہ میں اولادِ آدم کو بہکا کر اپنے ساتھ دوزخ میں لے جاؤں، شیطان اس قسم کا نام ہے جو مسلمان ہوتی ہی نہیں۔

اب جو حدیث میں آتا ہے کہ "میرا شیطان مسلمان ہو گیا"، یہ بات کلیہ کے خلاف ہے، بعض نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں اگر چہ وہ بچلانے کی سعی کرتا ہے، بعض نے یہ معنیٰ بتائے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی ہی خصوصیت ہے کہ آپ کا شیطان مسلمان ہو گیا، غرضیکہ شیطان وہ قسم ہے کہ اس کو جنت میں جانا نہیں ہے، شیطان کا کام سوائے نقصان پہنچانے کے کوئی نہیں ہے، ایک بزرگ نے مکاشفہ میں دیکھا کہ شیطان بھیڑیوں کی شکل میں انسان کو گھیرے ہوئے ہیں اور ایک ایک پر سات سات مسلط ہیں، شیطان پہلے ہاتھ آخرت بگاڑنے پر ڈالتا ہے اور جب آخرت بگڑ جاتی ہے تو دنیا کو بگاڑنے کی بھی فکر کرتا ہے، اب اس کا کام ہے ہمارے اندر شیطنت پہنچانا، تا کہ ہم وہ کریں جو شیطان کرتا ہے اور ہم بھی اس کے ساتھ دوزخ میں جائیں، اور راندۂ درگاہ بن جائیں۔

حضور ﷺ نے ہمیں زندگی کا جو طریقہ دیا ہے وہ شیطان کو سامنے رکھ کر دیا ہے، حضور ﷺ نے اسلام کی جو معاشرت قائم فرمائی ہے وہ شیطان کی حرکتوں کا توڑ ہے، ایک ایک جزء کے اندر توڑ ہے، شیطان اپنا کھانا، پینا، سونا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ سب ہمارے ساتھ رکھتا ہے، اسی واسطے حضور ﷺ نے شیاطین و بلایا وغیرہ جو انسان کو نظر نہیں آتے ان سے تحفظ کیلئے طریقہ بتلایا ہے، شیاطین کا خلاصہ یہ سمجھ لو کہ وہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ شیاطین کے اثرات پوری طرح ہمارے اندر داخل ہو جائیں اور انسان جیسوں کے ساتھ وقت گذارتا ہے، اس کے اثرات آتے رہتے ہیں، ہمارے اندر شیطنت گھس پڑتی ہے، اسی وجہ سے خدائی احکامات رات دن ٹوٹ رہے ہیں، شیطان کے توڑ کیلئے بسم اللہ دی ہے، جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو بسم اللہ کہہ کر داخل ہو، جب روٹی کھاؤ تو بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرو، جب صحبت کرو تو بسم اللہ پڑھو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو شیطان تمہارے ساتھ تمہاری بیوی کے ساتھ صحبت کرے گا اور اسی طرح کی صحبت سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ غیلان ہوگا، صورت میں تو انسان ہوں گے اور حقیقت میں وہ شیطان ہوں گے اور وجہ یہ ہے کہ شیطان کا نطفہ اس میں شامل ہے، باپ بیٹے میں لڑائی کا بیج پڑ جائے گا، اگر ہم نے سوتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا تو شیطان ہمارے ساتھ سونے کی طاقت نہیں پائے گا، اگر ہم نے کھانے پر بسم اللہ نہیں پڑھا تو شیطان ہمارے ساتھ کھائے گا اور بے برکتی ہوگی اور اگر بسم اللہ پڑھ لیا تو شیطان کا اثر نہیں ہوگا۔

اسی واسطے آتا ہے کہ جب تم رات میں سونے کا ارادہ کرو تو برتنوں کو ڈھک دیا کرو اور اگر اتنے برتن نہ ہوں تو بسم اللہ کہہ کر لکڑی مٹکوں پر رکھ دیا کرو، بسم اللہ کہہ کر دروازے کو زنجیر لگا دو تو اب شیاطین اندر نہ آسکیں گے، ورنہ باہر اور اندر کے شیاطین آکر ستائیں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ بھوتنیاں اور طرح طرح کی بلائیں برتنوں میں گھس جاتے ہیں اور اپنا میل کچیل باقی برتنوں میں چھوڑ جاتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ شیاطین پانیوں میں گھس جاتے ہیں اور اسی طرح اگر تم پاخانہ میں بغیر بسم اللہ کہے داخل ہو گئے تو شیطان تمہارے ساتھ ہوگا اور تمہارے پاخانے کی جگہ سے کھیلے گا، اگر جنگل میں

بیٹھو گے اور آڑ کی جگہ نہ ملے تو ریت کا تودہ بنا کر اس کی آڑ میں بسم اللہ کہہ کر بیٹھو تو شیاطین سے حفاظت رہے گی ورنہ وہ لوگوں کو راستوں سے کھینچ کر تمہاری طرف لائیگا اور تمہارا مذاق اڑوائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کو آیۃ الکرسی پڑھ کر سو جایا کرو۔

سات آٹھ قصے ہیں شیاطین سے متعلق۔ حضور ﷺ نے ایک صحابیؓ کو صدقہ کی کھجوروں پر نگرانی کرنے کیلئے مقرر کر دیا، رات کو شیطان آیا اور اس میں سے لینے لگا، انہوں نے اس کو پکڑ لیا، وہ بہت عذر معذرت کرنے لگا، آپؓ نے اس کو چھوڑ دیا، دوسرے دن پھر ایسا ہی ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج پھر آئے گا، چنانچہ وہ آیا اور صحابیؓ نے اس کو پکڑ لیا، وہ بہت خوشامد کی، لیکن وہ اس کے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے، تو اس نے کہا کہ میں ایک ایسی بات بتلاتا ہوں کہ جو بہت نفع دے گی، وہ یہ کہ اگر سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ کر سو جایا کرے تو حفاظت رہے گی، حضور ﷺ نے اسلامی معاشرت شیاطین کے توڑنے کیلئے بتلائی ہے۔

ایک دفعہ ایک چوہیا چراغ سے بتی نکال کر لے جانے لگی تو ارشاد فرمایا کہ شیطان اسے لایا ہے تاکہ تمہارے گھر میں آگ لگ جائے، لہٰذا تم جب سویا کرو تو چراغ گل کر دیا کرو۔

شیطان ہماری تکلیفوں پر خوش ہوتا ہے، لیکن محمد ﷺ ہماری تکلیفوں پر تکلیف پاتے ہیں، اور آپ ﷺ کو ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ ہمارے ماں باپ کو نہیں ہوتی، ایک مرتبہ ایک چور لایا گیا جس کے ہاتھ کاٹنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا، اس منظر کو دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اگر ایسی بات تھی تو ہاتھ کاٹنے کا حکم ہی نہ فرماتے، صورت کا سیاق بتا رہا ہے کہ حضور ﷺ ہماری مصیبت میں بہت زیادہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک باپ نے بیٹے کو گھر سے نکال دیا، وہ دروازہ پر پڑ گیا، رات کو ایک بلی دروازے پر آئی اور اندر والی بلی کو کہا کہ میں کوفے سے آرہی ہوں اور بھوکی ہوں، زنجیر کھول، اندر کی بلی نے کہا بسم اللہ کہہ کر زنجیر لگائی گئی ہے وہ کھلتی نہیں، باہر والی بلی نے پھر کہا کہ تو ہی کوئی چیز کھانے کو دیدے، اندر والی نے کہا کہ

نفس کا ڈنک توڑ دیا گیا تا کہ انسان میں اطاعت کا جذبہ آجائے، جب نفس آجائے گا تو اس عمل کا غلبہ ایسا کردے گا کہ اور عمل نہ کرنے دے، نفس کا پہلا کام ہے کسی عمل کے اندر لگنے نہ دینا اور جب لگ جائے تو اس عمل کو خدا سے حجاب بنانا، حجاب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کو اوپر رکھ کر دوسرے عملوں سے روکے گا، بسا اوقات چھوٹے عمل کی وجہ سے بڑے عمل سے روکے گا، باوقت کے عمل کو بے وقت عمل کے بدلہ چھڑا دیا، ایک آدھ عمل میں نفس اپنے کو پھانس دیتا ہے، جس سے وہ اور عملوں سے محروم رہ جاتا ہے، اس لئے ہمارے لئے عمل سے عمل کی طرف منتقل ہوتے ہیں، جس طرح نماز میں کبھی قیام کبھی رکوع، کبھی سجدہ، کبھی قعدہ، اور جب ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف آئے تو اللہ کے راضی کرنے کا دھیان کرلے، جس طرح سے تکبیرات انتقال کے وقت اللہ اکبر پر اللہ کا دھیان کیا جاتا ہے، نماز کے اندر مشق ہے عمل کیلئے عمل کو چھوڑنے کی، باہر جیسے عمل کئے جائیں گے ان سب کے اندر بھی اس بات کا لحاظ رکھنا ہوگا کہ کونسے عمل کیلئے کونسے عمل کو چھوڑ دیا جائے، اسی کا نام فقہ فی الدین ہے، کس وقت کس عمل میں لگیں اور کونسے عمل سے کس عمل کی طرف جائیں، شیطان اور نفس کا اتنا حصہ اس عمل میں آجاتا ہے کہ اس عمل کے حصہ کی جنت تو مل جائے گی اور بہت سے دوسرے اعمال کے حصہ کی جنت سے محروم کردیا، اور سب کی اللہ پکڑ نہ فرمائیں گے، اب حق تعالیٰ شانہ نے حضور ﷺ کے ذریعہ اعمال دئے اور حضور ﷺ والے اعمال ہر لائن سے اعلیٰ سطح کے ہیں، نفس کا کام پہلے ان اعمال سے روکنے کا ہے اور اگر نہ رکے تو پھر عمل میں لگا کر عمل سے روک دے گا، اللہ رب العزت نے اس نفس کا توڑ رکھا ہے، ہر عمل کے اندر انبیاء والا راستہ اور محمد ﷺ والا راستہ انسان کے مفاد کے خلاف نہیں ہے، نفس کے ادراک میں جتنے مفاد نہیں آتے ہیں ان کے حاصل کرنے کیلئے وقتی مفاد کی قربانی رکھ دیں، اگر کسی کا اعتماد خدا کی قدرت پر ہے تو قربانی دینا آسان ہوجائے گا اور جو خدا پر اعتماد نہیں کرے گا وہ نفس والے حصہ کو قربان نہیں کرسکے گا، سارا مذہب دین اور حضور ﷺ والے طریقہ پر عمل، نفس کے خلاف میں رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت اونچا کام دیدیا، اسباب و وسائل پرسے نظر ہٹا کر کیا جاتا ہے اسباب کا ترک رکھا ہے، اعمال کے ساتھ، پہلے تو اسباب سے اعمال کی طرف رکھا کہ اسباب کے ساتھ جوڑ پیدا نہ ہو، اسبابِ حج مال کو قرار نہ دیں بلکہ مال والے اعمال کو سبب قرار دیں، جب سبب عمل ہو تو کبھی کمائی میں لگ کر بنے گا اور کبھی چھوڑ کر، پھر اس بات کا لحاظ رکھا جائے گا کہ کس عمل کے ساتھ دلبستگی نہ ہوجائے، اسباب کو اعمال پر چھوڑنے کی عادت اور عملوں کو عملوں پر چھوڑنے کی عادت ڈالنا، عملوں سے عملوں کی طرف جاتے رہنا اور عملوں کے اندر تنافس کا درجہ داخل نہ ہونے دینا، کوئی اس چیز میں ایسا ذوق نہ ہوجائے، جیسے بعض کا ذوق دعوت کا ہوجاتا ہے اور جب اس سے علم وذکر وغیرہ کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میں باتیں کررہا ہوں، اور بعض کا ذوق ذکر کا ہوتا ہے، اپنے پرانے کام کرنے والوں میں سب قسم کے ملیں گے، تشکیل کا وقت آیا، ایک آدمی مسواک لیکر وضو کرنے چل دیا، اسی طرح ہر ایک نفس اپنا حصہ ضرور ڈھونڈتا جائیگا، جب ساری چیزیں نہیں ہوں گی تو وہ کُل نہیں رہا بلکہ وہ کُل ٹوٹ کر جز رہ گیا، نبی ﷺ والی محنت اگر کل حاصل نہیں ہوئی تو جزء پر بھی اتنا ملے گا کہ اس کا حساب لگانا مشکل ہے، وہ انسان تم ہی ہوسکتے ہو جن کے اوپر انبیاء رشک کریں گے، اس عمل میں دعوت، تشکیل، ذکر واذکار، علم کے حلقے، اخلاق کی باتیں بہت سے عمل ہیں، اگر آدمی ان سب میں حصہ لیتا ہوا چلے تو حضور ﷺ والی محنت کا تمغہ اس کو مل جائیگا، محنت کے میدان میں دیکھو تو آپ سے زیادہ محنت کرنے والا اخلاق میں دیکھو تو آپ سے زیادہ اخلاق والا اور عبادت میں دیکھو تو آپ سے زیادہ عبادت والا کوئی نہیں۔

اس واسطے اس کا تفقّد کرتا رہے کہ کونسے عمل نہیں ہورہے اور جو نہ ہورہے ہوں ان کو اپنی طبیعت پر جبر کرکے عمل میں لائے، نفس چاہتا ہے کہ ایک رخ پڑ ڈالے اور بقیہ سے ہٹائے نفس ایک رخ کا بھی قائل نہیں ہے لیکن اس کے ذریعہ وہ دوسرے عملوں سے ہٹاتا ہے، اور آخر میں اس سے بھی ہٹا دے گا، ایک آدمی ذکر کو غلبہ دیتا ہے یا تعلیم کو غلبہ دیتا ہے تو آخر میں نفس وشیطان اس سے بھی چھڑا دے گا، یہ ہے اس کی ترتیب،

اللہ رب العزت نے کرم کرکے ایک کام دیدیا، چھ نمبر کی دعوت دیتا رہے، یقین کی تبدیلی کیلئے، اور ہر شخص خود غور کرے کہ ایمان بڑھ رہا ہے یا نہیں۔

قول کا وجود نہیں ہوتا ہے، ملاحم میں صبر کرو، تیرنا سیکھو، اس کی منشاء یہ ہے کہ جہد پر صبر کرنا اور تیرنا آتا ہے، نفس قال کو حال کرنے نہیں دیتا ہے، ایمان کی بات کہتے کہتے انسان سمجھنے لگتا ہے کہ میرا ایمان تو موجود ہے، میرے ایمان میں قوت ہے، حالانکہ قوت بالکل نہیں ہے، بات کا رخ دوسروں کی طرف لے آتا ہے، جب آدمی اپنے بارے میں یوں مطمئن ہو جائے کہ میرا ایمان تو مضبوط ہے، ایمان کا مضبوط ہونا یہ ہے کہ اعمال کے ذریعہ اپنی کامیابی کا یقین، ذات کا یقین کہ خدا کی ایک ذات ہے، سب اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے ماننے والے اور یقین کرنے والے بہت ملیں گے لیکن پرورش کا ذریعہ چیزوں کو سمجھتے ہیں، جب یہاں یقین آجائے گا کہ ہماری پرورش کا ذریعہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ اعمال ہیں، خدا ہمارے عملوں سے خوش ہو کر ہماری پرورش فرمائیں گے، حفاظت فرمائیں گے، یہ یقین جلدی آجاتا ہے کہ گولیوں میں سے نکل جائیں، بعض اعتبار سے تو قوت آئی لیکن اس اعتبار سے نہیں آئی کہ جس سے نفس کے مکر سے بچ جائیں، ہر آدمی کی چاہتیں آدمی کیلئے مصیبتیں بنتی ہیں، حاجت ہر وقت آدمی کے ساتھ لگی ہوئی ہے، ہر ہر وقت کوئی نہ کوئی حاجت جسم میں سے ٹپکتی رہتی ہے، سارے یقینوں پر زد اس راستے آئے گی، حضور ﷺ کی ذات گرامی اعمال کا مجموعہ ہے، عمل پر مسئلہ آتا، اصل شئی ہے آدمی جو کچھ کرے گا اسے سبب سمجھتا رہے گا، سبب، اس وقت عمل کے اندر بھی ایک سبب ہے، ایک شکل ہے، اگر عمل کے اوپر یقین آیا تو سبب بن جائے گا اور اگر شکل پر یقین آیا تو سبب نہیں بنے گا، اگر عمل پر لاتے ہو تو وہ ایک ہی عمل نہیں ہے، بلکہ حضور ﷺ والے سارے عمل آتے ہیں، اس دنیا کی جو تمام بیماری ہے وہ یہ کہ لوگوں کے پاس چیزیں ہیں اور چیزوں کے نقشہ سے کچھ ہوتا نہیں ہے، ان کے پاس راکٹ ہے، ایٹم ہے، ملک ہے، قلعہ ہے اور ہمارے پاس نہیں ہے، اور جو ہوتا ہے ان سے ہوتا ہے، سو ہم مسلمانوں میں خدانخواستہ یہ نہیں آتا کہ وزیر اعظم کوئی اوتار ہے، لیکن ملک کو

اس کے ہاتھ سمجھتا ہے، تبلیغ کے اندر جو دکھتی رگ پکڑی گئی ہے اور باتوں میں تو جبہ دوسرے اور بھی سمجھانے والے مل جائیں گے لیکن چیز کے مقابلہ میں عمل کو لانا یہاں کی خصوصیت کی بات ہے، آدمی اس کو ٹٹولتا رہے کہ اعمال کے ذریعہ حوائج کے پورا ہونے کا کتنا یقین ہے، جب حاجت پڑتی ہے تو تسبیح کرنے، خدا سے مانگنا زیادہ آتا ہے، تدبیر آتی ہے، تدبیر کا ایک مقام ہے، تدبیر کو تدبیر ہی میں رکھیں گے، قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذہن تدبیر کی طرف چل دیا۔

تدبیر سامنے آجائے اور نماز پڑھ کر ہی روٹی مانگنا ہر ایک کا کام نہیں ہے، اگر عمل کو کرنا رہتا تو نہ معلوم کئی تدبیریں سامنے آتیں، آدمی کیلئے دروازے عملوں ہی پر کھلے ہیں لیکن وہ صورتیں امتحان کیلئے آتے ہیں، اگر آدمی اپنا یقین عمل پر جما رکھے اور تدبیر کو نمک کے طور پر مانے، اگر تم عمل پر جمے رہے تو ایسی ایسی تدبیریں حاصل ہوں گی کہ منٹوں میں کام بن جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفر میں جارہے تھے، صحابہؓ پر بھوک پڑی بعض صحابہؓ نے اجازت مانگی کہ حضور! اونٹ کاٹ کر کھلادیں، حضور ﷺ نے اجازت دیدی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا کہ حضور جب ساری سواریاں ختم ہو جائیں گی تو پھر دشمن کا مقابلہ کس طرح کریں گے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو پھر کیا کیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! آپ دعاء مانگیں، آپ ﷺ نے سب کے پاس جو موجود تھا منگا کر جمع کرلیا اور دعا فرمائی، اس میں برکت آگئی اور سب کی حاجت پوری ہوگئی، قحط کے دور کرنے کیلئے اور بھوک سے بچانے کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوب کھانے پکاتے اور کھلاتے رہے، یہاں تک کہ چالیس ہزار لوگ روزانہ کے حساب سے دستر خوان پر کھا رہے تھے، ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمرؓ تو عقلمند آدمی تھا اسے کیا ہو گیا(۱)، جو یہ جواب یہاں کہا گیا تو سب مطلب سمجھ گئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں سمجھے، حضرت عمرؓ دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ!

---

(۱) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب: ۳۵۵/۱ الرحاض النضرة فی مناقب العشرة: ۱۵۲/۱ ذکر احالته ﷺ فی منامه الدعاء علیه.

میرے ہاتھوں اُمت ہلاک وبرباد نہ ہوجائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ سیاہ
پڑ گیا، سب مشقت اٹھائی اور کوئی گھر ایسا نہیں ہوتا تھا کہ جس میں آپ کی طرف سے
کھانا نہ جاتا ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعاء میں یہ دو جملے کہے: اللّٰھم انا نستغفرک
ونستغیث ، دیہات سے آنیوالے لوگوں نے بادلوں سے یہ آواز سنی : اتاک
الغیث. (۱)

تدبیر تو اختیار کرنی پڑے گی لیکن عمل کر کے خدا سے مانگنے اصل کرلیا جائے تو معمولی
تدبیر بھی کارگر ہوجائے گی، اس تبلیغ کے اندر جب ایمان بولنا شروع کرتے ہیں تو
اپنے ایمان پر ایقان ہونے لگتا ہے، تدبیر بھی تو بتائیں گے کہ عملوں کی ترتیب میں
کوئی فرق نہ آئے، اس طرح سے عمل میں لگنے والے بہت کم ہیں
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر محنت کے اندر تو چاند تاروں کو زیر کرنے کی طاقت رکھتی ہے
جب ان کے اندر ان کے مسائل کا حل ہے تو کیا ہمارے گھر میں خاکوں کے چلانے کیلئے
یہ عمل تدبیر نہیں بن سکتا، آج پوری دنیا کا ملک ومال اسلام سے نکال کر صرف ہوتا ہے،
جس کا نام ملکی ومالی ترقی ہے، وہ اسی کیلئے استعمال ہو رہا ہے، کہ لوگ اسلام کی آغوش کو
چھوڑ کر غیر اسلام میں آتے چلے جارہے، نظام ملکی آج اس طریقے سے دنیا میں چالو ہوگیا
کہ غیر اسلام آتا چلا جائے اور اسلام نکلتا چلا جائے، اس وقت میں اسلام کے دوبارہ
اُبھرنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی کہ ملک ومال کے یقین سے ہم نکل جائیں اور
عملوں والے یقین پر آجائیں تو ایک ایک آدمی سے لاکھوں لاکھوں دل پلٹیں گے اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی طرف ان کی گردنیں جھک جائیں گی جو خدائی اعمال کے ذریعہ
کامیابی کا یقین سمجھنے والے بن جائیں گے۔

اللہ پر یقین تو جلدی آجائیگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر یقین تو جلدی آجائیگا
لیکن اس بات کا یقین ابھی دیر میں آئے گا کہ ملک ومال سے ہونے کا یقین دل سے
نکل کر عملوں والا یقین اللہ والے عملوں میں کامیابی کا یقین جم جائے، قرآن پاک میں

(۱) الریاض النضرة فی مناقب العشرة : ۱۵۵/۱ ذکر کراماته ومکاشفاته.

صاف صاف بیان فرمایا گیا ہے کہ ہمارا اُمر آیا، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت دنیا میں وجود میں
آجائے گی تو اس پر اللہ کا امر آوے گا، ہمارا رُخ اور ہے اور غیر مسلموں کا رُخ اور ہے،
ہمیں عملوں پر یقین لانا ہے، جس طرح غیر مسلم کا یقین چیزوں پر ہے تبلیغ کی محنت والا عمل
دنیا میں عام ہوجائے اس کی ہر ہر جگہ پر کوشش کی جائے، یہ بہت بڑا عمل ہے، اس کیلئے
سب سے بڑا یقین چاہئے، سب سے بڑا یقین یہ ہے کہ اس سے ساری دنیا بھر کا
مسئلہ حل ہوگا۔

میری ذاتی ضرورتوں کی حیثیت کیا ہے، اس عمل کے مقبول بنانے کیلئے جو شرائط ہیں
ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو، یہ جس طرح ملک ومال سے کامیابی کا ایک آدمی
یقین کرتا ہے وہ یقین تم خدا والے عملوں کی محنت کرو، ایک تو خدا کی ذات پر یقین اور
ایک عمل کرنے وکی وجہ سے اگر ہم نے نیت کے کسی گوشہ میں کسی اور چیز کو داخل کرلیا تو
گویا حق تعالیٰ شانہ کی رضاء کے حصول میں فرق پڑ گیا، جو شرط تھی سب کچھ ملنے کی،
خدا نے فرمایا کہ جب راضی ہوجاؤں گا تو سب کچھ کردوں گا، اللہ کا وعدہ ملک دینے کا ہے
تو نیت میں ملک کو سامنے نہ رکھا جائے بلکہ نیت تو خدا کی رضاء ہی کی ہو۔

ایک ایمان کا مسئلہ ہے پورا یقین ہو، کہ ان عملوں پر عطا ہوگا اور دوسرے نیت کا مسئلہ،
وہ یہ کہ اگر بالفرض خدا اس عمل پر ایک دانہ بھی نہ دیں تو بھی اس عمل کو کیا جائے۔

اخلاص اور ایمان ان دونوں کا جوڑ ہے کہ نیت تو خالص اللہ کی رضاء کی ہو، اور یقین
ان عملوں پر خدا نے جو وعدے کئے ہیں سب کا ہو، جو عمل کرے وہ ایماناً واحتساباً، اس
عمل پر لوگوں کو ایمان ملتا ہے، اگر یہ عمل خدا نے قبول کرلیا تو اللہ رب العزت سب کچھ
زیر کر کے دکھلادیں گے، بغیر ملک ومال کی لائن کے، اللہ رب العزت کے راضی کرنے کا
پورا جذبہ ہو اور دوسروں کی حاجتوں کے پورا ہونے کیلئے عملوں کو اختیار کیا جائے۔

آپس کی قدردانی جاتی رہے گی تو یہ مجموعی نہیں رہے گی بلکہ ٹوٹ جائے گی، یہ چیز
مجموعی جب بنے گی جب اس کے سارے اجزاء کو اپنے وقت پر کیا جائے، اور اس پر
یہ یقین کیا جائے کہ ہمارے سارے مسئلوں کا اس کام میں حل ہے، دنیا دار الاسباب ہے

لیکن پہلے عمل کو اختیار کرنا ہے اور پھر خدا سے مانگنا ہے اور پھر بہانے کے طور پر کوئی تدبیر بھی اختیار کر لینا ہے، اس عمل کے اعتبار سے تم پر خصوصی چیز عائد ہو رہی ہے تو اس کو کر ڈالو۔

اب رمضان کا مہینہ ختم ہوا، اور شوال کا مہینہ شروع ہوا تو تمہاری طرف کوئی خصوصی بات عائد ہو رہی ہے یا نہیں، اس وقت کی بات تمہیں کام کرنے والا قرار دے کر بات کہی جا رہی ہے۔

آج جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کام پر اتنا اتنا خرچ ہونے لگا جتنا حکومتوں پر ہوا کرتا ہے، اگر تم کھڑے رہے تو انشاء اللہ وہ حکومتیں بھی سنیں گی جو آج کھٹک رہے ہیں۔

اس وقت ایک وقتی مسئلہ ہے، جیسی حالت گذرتی ہے اور اس حالت کے اعتبار سے تمہارے اوپر دین کی محنت کے اعتبار سے کام عائد ہوتا ہے، اسے کرتے رہو، لہٰذا کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ کام آگیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وصیت لکھواتے لکھواتے بیہوش ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے استخلف کے بعد عمر لکھدیا، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس وجہ سے لکھا کہ میرے مرنے کے بعد مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو۔

ابھی ہمیں کام کہاں آیا ہے، ابھی تو حاجت ہم سے ناجائز اُمور کرا رہی ہے، ہو گا تو ایک آدمی ہی سے اور اسی پر پورا دین زندہ ہو جائے گا اور کوئی متعین بھی نہیں کہ وہ کون ہو گا اور اس کا یہ منشاء نہیں کہ وہ ایک ہی ہو گا، اگر ایک میں بھی اعلیٰ صفت آجائے تو اللہ رب العزت اس کے طفیل میں سب کی محنت کو قبول فرما لیتے، جس طرح سے اگر پوری جماعت میں ایک کی بھی نماز قبول ہو گئی تو اس کی برکت سے سب کی قبول فرما لیتے ہیں، اگر کسی ایک کی محنت بھی پسند آ گئی تو خدا وہاں ہی سے دروازے کھول دیتے ہیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ دے کر جا رہا ہے اور جا نہیں رہا ہے پھر آجائے گا جس طرح سے چاند چکر دے کر آجاتا ہے، آکر دیکھے گا کہ کیا باقی رہا اور کیا گنواں دیا، رمضان المبارک گیارہ مہینے کے بعد پھر آجائے گا، جو گیارہ مہینے تک آدمی رمضان المبارک والی بات پر جما رہے تو اس سے آگے دے جائے گا، اگر کسی کی زندگی میں اگر تیس مرتبہ رمضان آیا اور

وہ ہر دفعہ درمیان کے زمانہ میں اس کو کھو دیا تو پھر وہی دے جائے گا، اور اگر کسی نے اس ماہ کی حفاظت کی اور پھر رمضان آیا تو اس سے آگے دے کر جائے گا اور پھر تیسرا رمضان اس سے بھی زیادہ دے کر جائے گا، یہاں تک کہ تم متقی بن جاؤ گے، تمہارے لئے انسانوں کے دل جھکنے لگ جائیں گے اور فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے۔

رمضان تمہیں متقی بننے کی صفت دے کر جاتا ہے اور تھوڑی سی مشق کرا جاتا ہے، متقی بننا کیا ہے؟ تقاضہ دیا اور حکم پورا کر کے کھانا نہیں دبایا، کھانے کا تقاضہ دبایا، سوائے اس کے کوئی بات نہیں کہ اللہ کریم ہیں اور دنوں میں تو یہ بات رہتی ہے کہ جب بھوک لگے گی کھا لیں گے، پیاس لگی پانی پی لیں گے، اگر آدمی سحری کے واسطے خود نہ اٹھے تو ساتھی گھر والے اٹھاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ سارے دن کھانے پینے کو کچھ نہیں ملے گا، ذرا زیادہ کھا لو اور پانی بھی احتیاطاً ایک آدھ گلاس زیادہ پی لو، شام کو کچھ نہ کچھ تو افطاری میں کھانا ہوتا ہے اور اب جب کھانے کا وقت آیا تو کہتے ہیں کہ سارے دن نہیں کھایا تھا خوب کھا لو، رمضان المبارک میں کھانے پینے میں کسر نہیں چھوڑی جاتی، فرق صرف یہ ہے کہ صبح کا کھانا ذرا پہلے کھا لیا، آپ کا دس بجے والا کھانا صبح پانچ بجے کھا لیا، اس میں کیا فرق پڑ گیا، دفتر والے، مزدور اور دُکانوں والے صبح آٹھ یا دس بجے کھا کر چلے جاتے ہیں، اس پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اس نے میری وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا، حالانکہ دُگنا کھایا ہے، یوں کہہ رہے ہیں کہ چھوڑ دیا، اس لئے کہ سحری اور افطاری میں جو کھایا وہ اللہ ہی کیلئے ہی تو کھایا، یہ میرے حساب میں نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت کے حساب میں ہے۔

روزہ کے ذریعہ اگر تم تقاضے دبانے کی مشق کر لو اور تم کھانے کے وقت کھانا اور کمانے کے وقت کمانا اپنی حظ نفس سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے حکم سے کھایا کمایا تو یہ کھانا اور کمانا تقویٰ بن جاتا ہے، جس طرح سے روزے میں خدا کی ترتیب پر کھایا، جب خدا نے کہا کھانا نہیں، محنت کی تو اس سے تم متقی بن گئے، ایسی تربیت کیلئے ہوتا ہے۔

رمضان المبارک خدا کے انوارات کا فیضان لاتا رہے گا اور تم پر بکھیرتا رہے گا،

اگر تم آ گئے ننانوے کے پھیر میں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو جمع کرنے کا فکر لگ جائے، جمع کرنے کا فکر لگ جائے، دنیاداری میں تو اللہ پاک کو پسند نہیں ہے اور اگر دین جمع کرنے کیلئے آئے ہو تو یقیناً پسندیدہ ہے۔

ایک لالہ جی کے قریب ایک مزدور رہا کرتا تھا، لالہ جی کے پاس تو روز دال روٹی پکتی اور وہ مزدور روزانہ پراٹھے اور بھنا ہوا سالن کھاتا، جس کی خوشبو لالہ جی کے گھر آتی رہتی، لالہ جی کی عورت کو یہ بات بہت ناگوار ہوتی، اس سے بچنے کیلئے لالہ جی نے اس مزدور کو ننانوے روپیہ دیدیئے جن کو بڑھانے کی فکر میں وہ لگ گیا اور اچھا کھانا چھوڑ دیا۔

کل کو اگر چاند دِکھ گیا تو عید ہوگی اور تمہارا جی کھانے کو نہیں چاہے گا، روزے کی صفت اس طرح باقی رہ گئی ہے کہ جو تمہارا وقت تعلیم کا، ذکر کا، نفلوں کا ہے اس کو پورا کیا جاتا رہے، خواہ کتنی ہی بھوک پیاس لگے، رات کے تقاضے بھی دباؤ، اپنی نیند دبا کر رات کو اٹھا کرو اور رات کی عبادت کیا کرو، جب تم تقاضے دبانے والے بن جاؤ گے تو کمائی پر بھی زیادہ وقت لگانا نہیں پڑے گا، اپنے تقاضے دبانے بیوی بچوں کے تقاضے دباؤ تو پھر تھوڑی کمائی میں بھی کام چل جائے گا، اب تم سارے سال اس کی کوشش کرو کہ جو دولت رمضان المبارک کے ذریعہ تم نے پائی ہے وہ باقی رہے، پھر جب دوسرا رمضان المبارک آئیگا تو انعامات میں اضافہ ہی ہوگا۔

اگلا رمضان جب اجر وثواب بھی بڑھانا چاہتے ہو تو سارے سال لوگوں کی جان ومال اور آبرو سے اپنے ہاتھ کھینچو اور اپنے تقاضوں کو دبا دبا کر ان چیزوں کے کرنے کا زیادہ رُخ کیا تو اللہ رب العزت سے اس رمضان المبارک کو دلوانے کا ذریعہ بن جائے گا۔

اَلْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْمِ اگر خاتمہ بُرا ہوا تو سارا کرا کرایا برباد ہو جائیگا، ساری عمر خراب طریقہ پر گذری لیکن جب مرنے کا وقت آیا تو رونے دھونے میں لگ گیا، تو ایسا شخص جنت میں چلا جائے گا، ایک شخص نے ننانوے قتل کر دیئے اس کے بعد وہ ایک عابد کے پاس گیا، اس نے کہا کہ تیری توبہ کیسے قبول ہو سکتی ہے، تو اس نے اس عابد کو بھی قتل کر دیا اور پورے سو ہو گئے، پھر شرمندگی سوار ہوئی کسی سے پوچھا کہ میرے بخشش کی کیا

صورت ہے، لوگوں نے کسی پیر کا پتہ دیا، وہ اس پیر کی طرف روانہ ہو گیا راستہ ہی میں موت آ گئی اور جب مر کر گرنے لگا تو دو ہاتھ اوپر کو ہو گئے جدھر وہ جا رہا تھا، جب رُوح قبض ہونے لگی تو عذاب کے فرشتے بھی آئے اور رحمت کے فرشتے بھی، عذاب کے فرشتوں نے ہاتھ بڑھایا تو رحمت کے فرشتوں نے ان کو روکا، دونوں کی خوب بحث ہوئی، دونوں فریق نے اللہ کی طرف رجوع کیا، ارشاد ہوا کہ زمین کی نپائی کر لی جائے، اگر وہ جگہ قریب ہے جہاں جا رہا تھا، وہ قریب نکلی اور اس کے گناہ معاف ہو گئے۔

آخرت بنانے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہو، دن کا آخر آئے تو اور رات کا آخر آئے تو اس کو رو پیٹ کر ٹھیک کرالو، اگر تم نے دن اور رات کا آخر ٹھیک کر لیا تو کیا عجب ہے کہ اللہ رب العزت عمر کا آخر بھی ٹھیک کر دیں۔

اب آخر کا مسئلہ ہے، اب تین باتیں کرنی چاہئیں، خدا کی پاکی کا دھیان کرو کہ وہ کتنے پاک اور کتنے عظمت والے ہیں، اور یہ کہ خدا کے واسطے کیا کرنا چاہئے، اور اس کے بعد حمد کرو کہ اس نے عمل کرنے کی توفیق دی اور جو کمی رہ گئی اس پر استغفار کرو، اے خدا! جیسی تیرے لئے نماز پڑھنی چاہئے وہ مجھ سے پڑھی نہیں گئی اور جس طرح روزہ رکھنا چاہئے تھا ویسا روزہ نہیں رکھا گیا، مجھ ناپاک سے پاک عمل ہوا نہیں، اگر آدمی آخر اس پر پہنچ جائے، ایک طرف خدا کے انعامات کا تفقّد کر کے حمد کرے کہ اس نے ایمان دیا، اسلام دیا، محمدؐ والے راستہ پر چلایا، مُنعم کی نسبت کی حمد ہے کہ اس نے نعمت کا معاملہ کیا، اگر وہ مجھے یہود ونصاریٰ میں سے کر دے تو میں کیا کرتا اور پھر اپنی نسبت کا قصور سامنے لایا جائے تو یہ بات خدا کو پسند آ جائے گی۔

ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہے، جب خدا کے انعامات کا دھیان کرو تو امید رکھو کہ وہ اور زیادہ بھی انعام فرما دیں گے۔

پہلے چیزوں کی محبت دل سے نکلے

۳ر شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۹ر مارچ ۱۹۶۲ء بروز جمعہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم!

میرے بھائیو اور دوستو!

حدیث میں یوں آتا ہے کہ انّما الاعمال بالنِّیّات جیسی نیت ہوتی ہے عمل ویسا قرار دیا جاتا ہے، اگر نیت یہ ہو کہ جو بات کہی جارہی ہے اس پر قدم اٹھانا ہے تو قدم اُٹھ جاتا ہے اور اگر نیت یہ ہے کہ تقریر ختم ہو تو گھر جانا ہے اس صورت میں نتیجہ ان کی نیت کے مطابق نکلے گا، جب سب کی نیت یہ ہو جائے کہ سن کر جانا ہے تو عمل پر قدم نہیں اُٹھے گا، سنانے والا تو سنا دے گا اس نیت سے کہ عمل کیلئے اٹھنا چاہئے اور سننے والے کی نیت یہ ہے کہ سن کر گھر چل دیں، اس صورت میں ان کی نیت میں مطابقت نہیں ہوگی اور وہ حال ہو جائے گا جیسے کسی آدمی نے عصر کی نماز پڑھنے والے امام کے پیچھے ظہر کی نماز کی نیت کی، اس نیت میں امام کی نماز تو ہو جائے گی لیکن اس کی نہیں ہوگی جس نے ظہر کی نیت کی، اگر تم سننے کے بعد کچھ کرنے کا ارادہ کرو تو اس کہنے سننے کا اثر ہوگا۔

ساتوں زمین و آسمان اور یہ چیزیں جو ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہیں ان کی خدا کے نزدیک ایک مچھر کے برابر بھی قیمت نہیں، ایک عمل بھی اگر کسی کے پاس حضور ﷺ والے عملوں میں سے ہوگا تو اس زمین و آسمان سے دس گنی بڑی جنت مرحمت فرمادیں گے اور ایسی قیمتی ہوگی کہ اگر اس کی ایک لکڑی زمین پر بھیجی جائے تو پوری دنیا اس کی قیمت نہ بنے، قرآنِ پاک کا ایک حرف پڑھنا دس نیکی ہے، گویا قرآنِ پاک کے ایک حرف کے دسویں حصے پر یہ جنت مل سکتی ہے۔

عمل کا دروازہ اس وقت کھلتا ہے جب چیزوں کی محبت دل سے نکل جائے، اگر عمل کے دروازے نہ کھلیں تو آدمی بہت ۔ ہت قیمتی عملوں کو چھوڑ دیتا ہے، اس چکر میں کہ چیزیں حاصل کر رہا ہوں کسی آدمی نے پانچ سوٹن غلہ کی وجہ سے عمل چھوڑ دے تو یہ غلہ ایک روز ختم ہو جائے گا، اتنی بڑی جنت سے محروم رہ جائے گا، جن انسانوں کے دل میں عملوں کی قیمت بیٹھ گئی تو دنیا بھی اللہ رب العزت نے ان کے قدموں میں لاکر ڈالدی، پہلے انہوں نے چیزوں کی محبت دل سے نکالی اور عملوں کی قیمت پیدا کی اور ان عملوں سے ایسے جنت لینے والے بن گئے کہ دنیا بھر کا مال عمل سے نہ ہٹا سکے تو دنیا بھی ان کے قدموں میں ڈالدی، اللہ سے دنیا و آخرت لینے کا راستہ یہ ہے کہ چیزوں کی قیمت دل سے نکال دے، جب ساری دنیا کی قیمت دل سے نکل گئی تو ایک ایک کے حصہ میں جو ہے اس کی تو کوئی قیمت نہیں جب تک عمل کی قیمت دل میں بیٹھ نہ جائے اور چیزوں کی قیمت دل سے نکل نہ جائے، اس وقت تک لا الٰہ الا اللّٰہ آیا نہیں، یہ کلمہ اس وقت آئے گا جب پوری دنیا کی قیمت دل سے نکل کر عمل کی قیمت دل میں بس جائے، پھر تو بڑے بڑے ملک و خزانے تمہارے قدموں میں ڈالدیئے جائیں گے، اگر آج تم جو کی روٹی کھانیوالے ہو تو ہزاروں کو تمہارے ذریعہ کھانے والا بنادیں گے۔

حضور ﷺ کی بارگاہ کا ایک چھوٹے سے چھوٹا عمل پوری دنیا سے افضل ہے، صحابہ کرامؓ کیلئے کتنے دروازے کھلے تھے، صحابہ کرامؓ ہم تم سے بہت پست تھے مالیت کے اعتبار سے، بہت معمولی معمولی سی ان کے پاس دکانیں تھیں، جیسی گاوؤں میں ہوتی ہیں اور باغات بھی صرف کھجوروں کے تھے، جو سال بھر میں ایک دفعہ آتی تھیں، عرب میں غلہ نہیں تھا اور پھر سارے جگہ بھی نہیں، ملک کے اگر تم سو حصے کرو تو مشکل سے پانچ حصوں میں باغات و کھیتی وغیرے ملے گی، ورنہ پہاڑ اور چٹیل میدان ملے گا اور باہر کے ملک بہت سرمایہ دار تھے، ہندوستان میں کوئی مقام ایسا نہیں کہ وہاں کے رہنے والے بھوک میں سانپ وغیرہ تک کھاجاتے ہیں، عرب کی اکثریت کے پاس کھانے کو نہیں تھا، جو جانور ملتا خواہ زہریلا ہو یا گھن والا اس کو پکڑ کر کھاجاتے تھے، ہندوستان میں کوئی حصہ ایسا نہیں ملے گا، لیکن عرب میں اکثریت ایسی ہی تھی یہاں تک کہ اگر کہیں خون پڑا

مل گیا تو اسی کو صاف کر گئے، یوں بھی تحقیق نہ کیا کہ یہ کہاں سے نکلا ہے، بھیڑیا، گیدڑ، لومڑی وغیرہ جو بھی جانور مل جاتا خواہ زندہ یا مردہ تو اسی کو کھا جاتے تھے اور جب ان کی نگاہوں میں دنیا کی چیزیں بے قیمت ہو گئیں اور عمل پر محنت کی اور سب کے سامنے عمل پیش کئے، تو ان کا جو پڑوس ملک تھا اور جو عرب کو اپنے ماتحت سمجھتا تھا، اگرچہ باقاعدہ طور پر ان کی عرب میں حکومت قائم نہ تھی اور کیوں تیار ہوتا وہاں سے آمد ہی نہیں تھی اور جو حکومت قائم کرتا اس کو سارا خرچ اٹھانا پڑتا۔

ایران کے ماتحت یمن اور یمن کے تحت عرب سمجھا جاتا تھا، عرب کے آدمی کتنے ہی بہادر کیوں نہ ہوں، اگر کسریٰ کے ہاں کا ایک آدمی فوج یا پولیس کا آجاتا تھا تو کوئی چوں نہ کرتا تھا، اس قصہ سے اندازہ ہوگا کہ جب آپ ﷺ نے دعوت اسلام کے خطوط بادشاہوں کے نام بھیجے تو ایران کے بادشاہ کو بہت ہی غصہ آیا کہ یہ ہمارے ماتحتوں کا ماتحت ہیں، اپنے مذہب کی دعوت دیتا ہے اور خط کو پڑھا تک نہیں بلکہ پھاڑ کر پھینک دیا اور یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ جس نے ہمیں اپنے مذہب میں داخلہ کا پیغام دیا ہے اس کو پکڑ کر ہمارے پاس بھیجیں، یمن کی حکومت کو جب یہ پیغام ملا تو دو فوجی دستے بھیج دیئے کہ محمد ﷺ کو پکڑ کر لے آئیں اور ایک خط لکھ دیا کہ کسریٰ سخت ناراض ہو گیا ہے، خیر اس میں ہے کہ تم ان سپاہیوں کے ہمراہ آجاؤ، میں سفارشی خط لکھ دوں گا، کسریٰ تم کو چھوڑ دے گا اور اگر ایسا نہ کیا تو کسریٰ تمہارے ملک کو پامال کر کے رکھ دے گا۔

یمن کے فوجی جب طائف آئے اور معلوم ہوا کہ یہ محمد ﷺ کے پکڑنے کیلئے آئے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دی کہ یوں ابھی تمہیں محمد ﷺ سے لڑنا نہیں پڑے گا، اب مسئلہ قبائل کا نہیں رہا بلکہ حکومت سے مقابلہ ہے، جب یہ دونوں فوجی مدینہ طیبہ پہنچے، ان کی ڈاڑھی منڈھی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے رب کسریٰ نے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لیکن میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا، پھر انہوں نے یمن کے بادشاہ کا خط دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبح اس کا جواب دوں گا۔

صبح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ، گذشتہ شب میرے رب نے تمہارے رب کو قتل کر دیا، فوجی واپس ہو گئے، یمن کے بادشاہ کو ورقہ بتلایا، تاریخ نوٹ کر لی گئی، کچھ دن کے بعد کسریٰ کے بیٹے کا خط یمن کے بادشاہ کے نام آیا کہ میں نے رات کو اپنے باپ کو ملک کی حمایت میں قتل کر دیا، لہٰذا تم سب میری اطاعت کی بیعت لے لو اور جو مدینہ پاک میں آدمی ہے اس کو نہ چھیڑا جائے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسریٰ کے مقابلہ میں عربوں کی یہ حیثیت تھی کہ دو آدمی کے ذریعہ پکڑوا لینا معمولی بات سمجھا، جب صحابہ کرام کسریٰ کے علاقہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے بسنے والے جھنجھلا کے بات کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم سمجھ گئے، بھوک تمہیں کھینچ کر لائی ہے، پھر ان کو لالچ دیا اور اپنی غلطی تسلیم کی کہ ہم نے تمہاری خبر نہ لی، اب چلے جاؤ، تمہارے امراء کو سال کے دو جوڑے اور پبلک کو ایک جوڑا اور سب کے کھانے کا نظم ہم کیا کریں گے، لیکن صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے کہ اب تو ایمان و عمل اور ملک و مال کا ٹکراؤ ہے، صحابہ کرامؓ کے بڑے لمبے چوڑے بیانات ہیں۔

صحابہ کرام فرماتے تھے کہ تم کو معلوم نہیں کہ ہم کتنے پست تھے، ہم تنگی و ترشی پر گذر کر رہے تھے، خدا کو ہم پر ترس آیا اور خدا نے ہمارے پاس نبی بھیجا، ہم نے ان کی تعلیمات پر عمل کیا، خدا نے ہمارے لئے بہشتوں کے دروازے کھول دیئے، اب تم اگر ہماری بات مانو گے تو پھلو گے پھولو گے، ورنہ ذلیل و خوار ہو گے۔

آج کوئی ایسا نہیں کہ جو جو کی روٹی کھاتا ہو اور وہاں جو کی روٹی بھی ہر ایک کو نہیں ملتی تھی، باہر کے علاقوں میں جب صحابہ پہنچتے اور سفید روٹی پتلی ان کے سامنے رکھی گئی تو ہاتھ دھو کر ان سے ہاتھ پونچھنے شروع کر دئے، لیکن جو صحابہؓ باہر کے ملکوں میں جایا کرتے تھے وہ اس کو جانتے تھے، جب انہوں نے ہاتھ پونچنے شروع کئے تو انہوں نے ان کو روکا اور بتلایا کہ یہ خُبزٌ مُرَقَّقٌ ہے، صحابہؓ نے یہ سن رکھا تھا کہ جو گیہوں اور گھی کھاتا ہے موٹا ہو جاتا ہے، صحابہ کرام ایک لقمہ گھی لگا کر کھاتے اور حلق سے نیچے اترنے کے بعد اپنے مونڈھوں کو دیکھتے کہ کتنے موٹے ہو گئے۔

ہمارے پاس چیزیں ہیں لیکن عملوں کا یقین نہیں، صحابہ کرامؓ نے محنت کر کے عمل کی قیمت دل میں پیدا کی اور چیزوں کی وقعت دل سے نکالی، جب صحابہؓ ساری دنیا کو بے حیثیت سمجھنے لگے، محمد ﷺ کے ایک عمل پر آئے تو پھر خدا نے ان کو اتنا دیا کہ کل کو جوان کو گردانتے نہیں تھے، آج ان کے وہ لونڈی اور غلام تھے، اس زمانہ میں جو دو بڑی حکومتیں تھیں وہ قیصر و کسریٰ تھے، خدا نے ان کو زیر کر کے دکھلا دیا، لیکن یہ بات اس وقت حاصل ہوئی جب ملک و مال کی قیمت ان کے اندر سے نکل گئی اور حضرت محمد ﷺ کے عمل کی قیمت دل میں بیٹھ گئی، اللہ کا یہ دستور ہمیشہ سے چلا آرہا ہے کہ جو اپنے دل میں سے دنیا کی قیمت اور محبت نکال دیں گے اور اللہ کے دئے ہوئے عملوں کی قیمت پیدا کردیں گے تو اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے ملک و مال کو ان کے قدموں میں لا کر ڈال دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بُسرہ، مرغزوان کی بیٹی تھی، میں ان کے ہاں مزدوری کرتا تھا اور جب وہ سفر کرتی تھی میں اس کے اونٹ کے ساتھ ننگے پیروں چلا کرتا تھا، خدا کا شکر ہے کہ آج وہ میرے نکاح میں ہے اور اس کے ساتھ میں وہ سب کرتا ہوں جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا(۱)،...... لیکن یہ دروازہ اس وقت کھلتا ہے جب پوری دنیا کی مالیت تمہارے نزدیک بے حیثیت ہو جائے۔

ایک صحابی اور ان کے ساتھ سو پچاس تابعین عیسائیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے اور فوج نے اپنے بادشاہ کے ہاں بھیج دیا، کسی نے یہ بات بتلائی کہ اگر یہ صحابی عیسائی ہو جائیں تو باقی سب بھی عیسائی ہو جائیں گے، بادشاہ نے صحابی سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو میری بیٹی سے شادی کردوں گا اور آدھا ملک دیدوں گا، ان صحابی نے فرمایا کہ میں اتنی دیر کیلئے بھی ایمان چھوڑنے تیار نہیں ہوں کہ آنکھ بند کروں تو عیسائی اور آنکھ کھولوں تو مسلمان بادشاہ نے کہا کہ ان کو سولی کے تختے پر کھڑا کردو اور اس طرح تیر چلاؤ کہ مریں تو نہیں لیکن زخمی خوب ہو جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن وہ اپنے ایمان سے نہ ہٹے، پھر پانی کے دیگ چڑھائی گئی اور جب پانی کھولنے لگا تو بادشاہ کے

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۰/۲. البرهان فی تبرئة ابی هریرة رضی اللہ عنہ من البهتان: ۱۳۵/۱.

حکم سے ایک مسلمان تابعی کو اس میں ڈال دیا گیا، وہ تڑپتا رہا اور صحابہ کرامؓ دیکھتے رہے اور وہ ریزہ ریزہ ہو گئے، جب ان صحابی کا نمبر آیا تو وہ رونے لگے، بادشاہ کے پاس پہنچایا گیا، تو بادشاہ نے کہا اب میری بات مان جاؤ، انہوں نے فرمایا کہ میں اس پر رویا کہ آج ایک ہی جان ہے، تھوڑی دیر میں جل کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی، خدا اگر مجھے میرے بدن کے بالوں کے برابر جان دیتا تو میں ہر ایک کو اس میں جلوا کر دکھلاتا، اس جذبہ کا اتنا اثر ہوا کہ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم میری پیشانی پر بوسہ دیدو تو میں تم کو چھوڑ دوں، صحابیؓ نے فرمایا کہ مجھ اکیلے کو چھوڑ دوگے یا سب کو؟ بادشاہ نے کہا کہ سب کو......! صحابیؓ سوچ میں پڑ گئے کہ اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر اپنا منہ گندہ کروں یا بوسہ دے کر اپنے بھائیوں کی جان بچاؤں(۱)؟!...... آج کہیں کسی وزیر کے ساتھ کھانا کھانے کی نوبت آجائے تو اتراتے پھریں گے، دیکھ لو آج کتنا فرق پڑ گیا، کل کو جب یہ اپنے کفر و شرک کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے تو ساتھ کھانے والا بھی اور ان کو اچھا جاننے والا بھی دوزخ میں جائیگا،...... تھوڑی دیر میں صحابیؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی جان بچانے کیلئے بوسہ دے ہی دینا چاہئے، پھر بادشاہ نے ان سب کو چھوڑ دیا اور بہت تحفے تحائف دیئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال آیا کہ ان کو اس بات کا صدمہ ہے کہ میں نے عیسائی بادشاہ کو بوسہ کیوں دیا، اس کو دور کرنے کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو حکم دیا کہ ان کی پیشانی کو بوسہ دیں (۲)، پوری دنیا کی محبت کا اندازہ لگاؤ ان کے اندر سے کتنی نکل گئی، تم ہی سر بلند ہو گے جب تم ایمان والے ہو گے اور ایمان نام اس بات کا ہے کہ دنیا بھر کی حیثیت دل سے نکال کر محمد ﷺ والے عملوں کی وقعت دل میں گڑ جائے۔

دوسرا قصہ ہے کہ جب کسریٰ کے اوپر اللہ نے فتح نصیب فرمائی تو کسریٰ کا یہ خاص صندوق تھا، کسریٰ کا جہاں خزانہ تھا اور جہاں ہزاروں ٹن سونا چاندی اور جواہرات تھے،

(۱) الاصابة فی تمییز الصحابة: ۵۰/۴. عبد اللہ بن حذافة السهمی

(۲) الاصابة فی تمییز الصحابة: ۵۰/۴. عبد اللہ بن حذافة السهمی مع تحقیق عادل احمد عبد الموجود علی محمد معروض، دار الکتب العلمیة، بیروت.

وہاں ایک صندوقچہ ایسا تھا کہ جس میں ایک ایک موتی اور جوہر اتنا قیمتی تھا کہ کروڑوں کی قیمت رکھتا تھا اور غرض اس کی یہ تھی کہ اگر کسی وجہ سے بادشاہ کو ملک چھوڑنا پڑ جائے تو خود ہی اسے اٹھا کر لے جائے، مزدور وغیرہ کی ضرورت نہ پڑے، ایک صحابیؓ تھے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلیؓ وہ اس کو جانتے تھے، صحابہ کرامؓ چیزیں اٹھا اٹھا کر جمع کر رہے تھے، یہ صحابیؓ صندوقچہ کو لیکر چلے، ایک چیڑا اوڑھ رکھا تھا اور یہ کہتے ہوئے آرہے تھے کہ اگر تقویٰ نہ ہوتا تو اے صندوقچی! تیرا کسی کو پتہ بھی نہ لگتا، اور پھر یہ کہکر وہ صندوقچی وہاں لا کر ڈالدی جہاں مال جمع کیا جارہا تھا، لوگوں نے پہچانا تو وہ حضرت عامر بن عبد قیسؓ تھے۔(۱)

ضابطہ یہ نہیں ہے کہ تم لوہا پیتل جمع کرلو، تمہاری قیمت بن جائے، تمہارے قلعے بن جائیں، خدا سے نعمتیں ملنے کیلئے ضابطہ یہ ہے کہ تمہارے دلوں سے دنیا کی چیزوں کی محبت تو نکل جائے اور محمد ﷺ والے عملوں کی قیمت دل میں بیٹھ جائے، چیزوں کی قیمت نہ ہو بلکہ محمد ﷺ کا طریقہ پر خرچ کرنے کی قیمت ہو، پھر تمہارے لئے بارش کے قطروں کی طرح نعمتیں برسادیں گے، کامیابی کا راز صرف یہی ہے کہ اسی واسطے ہمارے لئے عمل تجویز کئے ہیں، ویسے تو عمل بہت سارے ہیں، ساری جگہ عمل پڑے ہیں، یہ سارے عمل رواج میں جب آئیں گے جب محنت کا عمل اختیار کیا جائیگا، جو ان عملوں کی قیمت ہے خدا کے ہاں اس سے بہت زیادہ قیمت ہے اس محنت کی جس سے ان عملوں کا رواج پڑ جائے، نماز، روزہ، حج کی وہ قیمت نہیں جو محمد ﷺ کے عملوں کے دنیا میں رواج دینے کی محنت کا ثواب ہے۔

مظاہر حق میں بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے حاجت سے فارغ ہونے کی جو سنت ہے اس میں وہ نور ہے جو مدرسوں میں ہے، حضور ﷺ کے زمانہ کی یہ شکل بعد میں بنی ہے، بیشک پوری دنیا کی حکومت سے اور سرمایہ سے، تجارت وزراعت سے دنیا بھر کی مالیات خزانوں سے قیمتی ہے، ایک دینی درسگاہ لیکن ان سب سے قیمتی ہے

---

(۱) تاریخ طبری : ۱۹/۴ محمد ابو الفضل ابراهیم ، مطبوعه دار المعارف ، مصر

حضور ﷺ کی ایک سنت کو کرنا، حضور ﷺ نے جو خود کیا ہے اس کے اندر جو نور ہے وہ نور ان عملوں کے اندر نہیں ہے جو دوسروں نے کئے ہیں، حضور ﷺ کے عملوں کی وقعت کا دل میں بیٹھ جانا یہ ہے جس میں کامیابی کا راز ہے۔

مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی کروڑہا جواہرات صدقہ کرے، ایک جوہر کروڑوں کی مالیت کا ہوتا ہے اور دوسرا دین کی ایک بات بتلانے والے کو جو جنت ملے گی وہ کروڑوں کی مالیت خیرات کرنے والے کو بھی نہیں ملے گی، دین کی بات بتلانا حضور ﷺ کا عمل ہے، ایک حدیث سنادی، ایک دعاء سکھادی، ایک نماز کیلئے لاکر کھڑا کردیا، التحیات وغیرہ سکھائی تب ہی تو صحابہ کرامؓ کو آئی تو بھلی بات معلوم کرنی اور دوسروں کو پہنچانی، یہ محمد ﷺ والے عمل ہیں، بھوکے کو دو روٹی کھلانے کا عمل آدمی کو جنت میں لے جاتا ہے، دو روٹی دو آنے کو مل جائینگی، دو روٹی اگر کسی بھوکے کو کھلادی تو ساتوں زمین وآسمان سے بڑی جنت ملے گی اور تم کروڑہا روٹی کھلاؤ اس سے بڑی جنت دین کی ایک بات سکھانے پر ملے گی، محمد ﷺ کے بدن سے اترے ہوئے جتنے عمل ہیں ان کے برابر دوسرے عمل نہیں ہو سکتے، دین کے وہ عمل جو حضور ﷺ نے کئے ہیں وہ بھی دنیا کے ملک ومال سے زیادہ قیمتی ہیں، جب ہمارا دل دنیا کی چیزوں کی وقعت سے نکل جائے دل میں وہ چیز اترے گی جس پر محنت کی جائیگی، جو رات دن کھیتی پر محنت کرے گا اس کے دل میں کھیتی کی محنت بیٹھ جائے گی، اور جس کسی کی محبت دل میں بیٹھے گا اس کے بقدر عمل کی محبت دل میں کم ہو جائے گی، جیسا کوئی ملک پر وزارت وممبری پر محنت کی جائے گی اسی کے بقدر ان کی محبت دلوں میں بیٹھ جائے گی اور عملوں کی محبت دل سے نکل جائے گی۔

مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز پڑھنے سے زیادہ قیمتی ہے دو تین گھنٹے کیلئے حضور ﷺ کے اور خدا کے راستہ میں لگنا یہ اس جمعہ سے قیمتی ہے جس کو مسجد نبوی میں حضور ﷺ خود بتلا رہے ہیں، حضور ﷺ نے ایک جماعت کو اللہ کی راہ میں روانہ کیا، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ پیچھے رہ گئے اور ان کے نزدیک یہ بات تھی کہ یہ میرے عمر کا آخری حصہ ہے،

اس پر بھی حضور ﷺ نے ان کو فرمایا کہ اے عبداللہ! تم نے جمعہ کی نماز کو تو دیکھا لیکن اللہ کی راہ میں نکلنے کو نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! میرے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہو گیا، عرض کیا کہ حضور ﷺ! آدھے دن کا، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ پانچ سو برس کی مسافت کا فرق ہو گیا، اور پھر ارشاد فرمایا کہ اگر تو دنیا کی پوری مالیت کو خدا کی راہ میں خرچ کر دے تو ایک صبح کے نکلنے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا، جس پر تمہیں تعجب ہوتا ہے کہ ایک صبح نکلنے کا اتنا ثواب ہے، جتنے انبیاء تشریف لائے اس دنیا کو حقیر بتلانے کیلئے آئے ہیں، بڑے محققین نے لکھا ہے کہ پوری دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی قیمتی نہیں اور یہاں لکھا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلنا پوری دنیا سے بہتر ہے، تم تو یوں حیرت کر رہے ہو کہ اللہ کی راہ میں نکلنا اتنا قیمتی ہے اور محققین حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے دنیا کی قیمت ثابت ہوتی ہے، جتنے بھی عمل ہیں ان سے زیادہ قیمتی ہے خدا کی راہ میں نکلنا۔

ایک بڑے محدث ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جنتیں دو ہیں، ایک آدمی کے ہاتھ میں پوری دنیا اور اس نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا اور خود جا کر مصلی پر نماز پڑھنی شروع کر دی، اس کی جنت سے بہتر ہے اس کی جنت جو دو چار گھنٹے کیلئے اللہ کی راہ میں نکل گیا، اس کی اس وجہ سے اتنی قیمت ہے کہ جب تم چیزیں چھوڑ کر دین پر محنت کرو گے تو تمہارے اپنے اندر سے چیزوں کی وقعت نکل کر عملوں کی وقعت بیٹھے گی، اب نبی نہیں آئیں گے، جو ان کی حقارت دل میں بٹھا دیں، اب نقشہ یہ بدلوانے کیلئے نبی نہیں آئیں گے، محنت کے بغیر جنت نہیں قائم ہو گی عملوں کی۔

جتنا کھانے پینے اور چیزوں کو وقیع سمجھا جائے گا اتنی ہی دنیا پر بلائیں برسیں گی، آفتیں آئیں گی، زمینوں میں زلزلے آئیں گے، قوموں کی قومیں ڈوب ڈوب کر مریں گی، پورے دنیا کے انسانوں کی زندگیوں کا مصیبتوں سے بچنا اس میں ہے کہ عمل کی محنت کی جائے تا کہ عمل کی محبت دل میں جم جائے، تمہاری بکریاں ہیں، اس میں سے اگر کسی بچے کو خوب کھلاؤ پلاؤ تو اس کی محبت دل میں جم جاتی ہے۔

ہمارے ہاں کا بھی ایک قصہ ہے کہ حضرت جیؒ کے ہاں بکریاں تھیں اور طلباء ان کو چرایا کرتے تھے، ان میں سے ایک بچہ ایسا تھا کہ جس کو سب کھلایا کرتے تھے اور سب کو اس کے ساتھ محبت تھی، حضرت جیؒ نے فرمایا کہ میں اس کو قربان کروں گا، سب کو بہت زیادہ صدمہ ہوا، آج کل قربانی میں جانور کٹتا ہے، تعلق نہیں کٹتا، بکرے کی قربانی ہوتے ہی ہم سب خوب روئے اور اس کی ایک بوٹی تک نہیں کھائی، صحابہ کرامؓ نے دنیا کی چیزوں پر محبت کم سے کم کر دی، اس وجہ سے ان کی محبت ان کے دلوں سے نکل گئی تھی اور حضور ﷺ والے اعمال کی محبت بڑھا دی تھی، اس وجہ سے عملوں کی وقعت ان حضرات کے دلوں میں بس گئی تھی۔

ایک عمل تو ہے محنت کا، تم نے حضور ﷺ کے عملوں کا پابند بن کر تم نے کمایا، عمل کی دو قسم بن گئی، ایک یہ کہ عمل عمل پر لگے دوسرے عمل چیز پر لگے، کمائی میں تم نے عمل کیا اور چیز حاصل ہوئی، اس سے چیز کا تعلق نکلے گا، اور ایک وہ محنت کا عمل ہے جو عمل ہی کیلئے کیا جاتا ہے، عملوں پر جتنا تمہاری محنت کا عمل ختم ہو گا اس کے بقدر تمہارے دلوں میں عملوں کی وقعت بیٹھ جائے گی اور چیزوں کی محبت دل سے نکل جائے گی۔

مسجد والے عمل ہمیں دیئے گئے، ایمان کی دعوت' ایمان کی مجلس' علم کے حلقے' خدا کا ذکر نماز میں اور لوگوں کے ساتھ اخلاق ومحبت سے پیش آنا، یہ بہت اونچے عمل ہیں، ان پر جتنی محنت ہماری ہو گی اتنی ہی دنیا کی محبت دل سے نکل کر عملوں کی محبت دل میں سماتی چلی جائے گی، عمل کی عظمت دل میں آ جائے چیزوں کی عظمت نہ رہے، کھانے پینے کا زمانہ رہے بلکہ حضور ﷺ کے طریقہ پر کھانے کو خرچ کرنا آ جائے، جب تم ایسا کرو گے تو تم امام بن جاؤ گے اور سب مقتدی بن جائیں گے۔

یہ سونا چاندی، جواہرات نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ کے لائے ہوئے اعمال ہیں، اگر چیزیں اچھی لگتی ہیں تو یہ فکر کی بات ہے اور اگر عمل اچھے لگتے ہیں تو شکر کرنے کا مقام ہے۔

عمل کی محنت کیلئے ویسے تو سارا سال ہے، جس طرح سارے سال بوائی کی جاتی ہے لیکن موسم برسات کا زمانہ ہے، اسی طرح سے یوں سمجھ لو کہ عمل کی محنت کا بھی ایک

موسم ہے، اگر موسم کے زمانہ میں محنت کرلیں تو غلوں کی روسی کھڑی ہوجائیں گی، جس طرح سے تم وقت بٹھاتے ہو کہ زمینداری کے کام سے فارغ ہو کر میں چلے کیلئے آؤں گا اور ضابطہ یہ ہے کہ ہم نیکی کو اس وقت پہنچیں گے جب ہم اپنی محبوب چیزوں کو خدا کی راہ میں خرچ کردیں گے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا، اس میں ایک کنواں تھا جس کا نام بَیرُ حاء تھا، اس کا پانی بہت میٹھا تھا، آج بھی وہ کنواں موجود ہے، ان صحابیؓ سے عرض کیا کہ: حضور ﷺ میں اپنا باغ اللہ کے نام پر خرچ کرنا چاہتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ خیبر کا باغ مجھے محبوب ہے میں اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں، ایک صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ میرا گھوڑا ''شبلہ'' مجھے محبوب ہے، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کردیجئے، حضور ﷺ نے وہ لے کر ان کیلئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیدیا، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے دل میں ذرا خیال آیا تو فرمایا کہ نہیں تم کو وہ درجہ مل گیا، حضرت عمرؓ نے جَلُولاء کے بازار سے ایک باندی خرید کر منگائی اور وہ بہت ہی پسند آئی، فوراً آیت لن تنالوا البر حتی تنفقوا......الخ. آپ کے سامنے اتری، آپ ﷺ نے فوراً اسے آزاد کردیا، حضرت ابن عمرؓ کے دل میں ایک باندی مرجانہ کی محبت گڑ گئی اور...... محبوب کو لگایا جائے، آپ نے اسے آزاد کردیا اور اپنے غلام نافع سے اس کا نکاح کردیا اور جب اس کے بچے آئے تو گود میں لیکر ان کے چہرے کو سونگھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس میں تو اس کی خوشبو آتی ہے۔(۱)

آج تم یوں کہہ رہے ہو کہ یہ کھیتی کاٹنے کا زمانہ ہے، اس سے فارغ ہو کر آئیں گے اور ہم آج تم سے تمہارے محبوب کا سوال کرتے ہیں، اگر تم ڈیڑھ دو ماہ میں آئے تو یہ حاجیوں میں محنت کرنے کا موسم ہاتھ سے جاتا رہے گا، اس وقت بھی بہت سے لوگ خدا کے گھر کی طرف چل دیئے، ساری دنیا میں اللہ کے گھر کیلئے گھر چھوڑ چکے اور

(۱) الدر المنثور : ۹۶/۲ مطبوعه مکتبة الرحاب، القاهرة

بہت سے چھوڑنے والے ہیں، اس وقت اگر تم ان حاجیوں میں محنت کرلو گے تو اس کا اثر دنیا میں پڑے گا، اللہ کے دین کی محنت کے اعتبار سے یہ وقت ایسا ہے جیسا کہ برسات کا موسم کھیتی کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

اسی پر مسئلہ ہے کہ اگر عمل کی محنت کی وقعت کے پیش نظر چیزوں کو چھوڑ کر اس میں کود پڑو تو عمل کی محبت دل میں جم جائے گی، ورنہ دوسرے اوقات میں محنت کرنے سے چیزوں کی محبت نہیں نکلے گی۔

ربوبیتِ خداوندی کی حقیقت (صحیح پلنا کیا ہے؟)

۳/شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۰/مارچ ۱۹۶۲ء، بروز جمعہ بعد نماز فجر

نحمده و نصلي على رسوله الكريم !

میرے بھائیو اور دوستو!

انسان کامیابی کیلئے ہر ایک محنت کرتا ہے لیکن حقیقت انسانوں سے چھپی ہوئی اور دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، دھوکے میں جتنی زیادہ محنت کرتے ہیں اتنی زندگی اجڑتی ہے دھوکہ یہ ہے کہ جس چیز پر محنت کرتے ہیں زندگی اس سے بنے گی اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری محنت اگر حضور ﷺ کے طریقہ پر ہوگی تو ہماری دنیا و آخرت بن جائے گی، اور محنت ان کے طریقہ کے خلاف ہوگی تو زندگی بگڑ جائیگی، حکومت تجارت، زراعت پر محنت کرنے سے کامیاب نہیں ہوگا بلکہ محنت میں کامیابی ہے، اگر محنت صحیح ہوگی تو کامیابی ملے گی ورنہ ناکامی، اور جب محنت پر مسئلہ آگیا تو کمانا نہ کمانا، پیسہ ہاتھ میں ہونا نہ ہونا دونوں برابر آجائیں گے۔

اگر پیسہ نہ ہوگا تو بھی محنت کرے گا، اگر محنت حضور ﷺ کے طریقہ پر ہوگی تو کامیاب ہوگا، ورنہ ناکام، پیسہ نہ ہونے میں حضور ﷺ کے طریقہ کی محنت کیا ہے کہ خوب نماز پڑھے خوب تسبیح پڑھے، جتنی چاہے تکلیف پہنچ جائے اللہ کے امر پر راضی رہے، اگر اس طرح سے کوئی فقیر ہوگا تو اس فقیر کے سامنے وزیر بادشاہ تک کھنچ آئیں گے، جو نماز پڑھتا ہے، ذکر کرتا ہے، اللہ پر نظر رکھتا ہے اور کسی سے سوال نہیں کرتا، ایسا شخص کامیاب ہوگا، اور جتنے اولیاء اللہ ہیں سب نے یہی محنت کی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء ؒ وغیرہ اور یہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں جو اس صفت پر زندگی گذار گئے، اگر پیسہ نہ ہونے کی صورت میں گھر گھر پھرا، لوگوں سے

سوال کیا، چوری کی، خیانت کی، اپنی مصیبتوں کا رونا بندگانِ خدا کے سامنے رویا تو یہ محنت ناکام کرادے گی۔

اس طرح سے اگر کوئی کماتا ہے اس میں کوئی سی کمائی لے لو، اس وقت زمیندار زیادہ ہیں، زمینداری ہی کی محنت کو لے لو، اگر تم زمینداری حضور ﷺ کے طریقہ پر کر رہے ہو یعنی اس میں تم نے زمین ہل وغیرہ ناجائز طریقہ سے حاصل نہیں کی اور جو عبادت ذمہ تھی وہ سب کرتے ہوئے زمینداری کیا حلال طریقہ سے تو کامیاب ہو جائیگا، زمین، جائیداد، بیل، بھینس وغیرہ کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوگا، بلکہ اگر زمینداری کی محنت صحیح ہوگی تو خواہ غلہ روپیہ کم ہوگا تو بھی سہولت کے ساتھ زندگی گذارے گا، غلط طریقہ کے مقدمات سے حفاظت رہے گی، پریشان اور بیماریوں سے بچا رہے گا، اور اگر محنت کا طریقہ صحیح نہ ہوگا تو مقدمات میں بھی گھرے گا، پولیس پٹائیاں کرے گی اور ہائے ہائے کرتا پھرے گا اور جب مر کے آخرت میں جائے گا تو دوزخ میں ڈالدیا جائے گا، کسی آدمی کا کروڑوں کا کارخانہ ہے، کہیں اس کی محنت غلط، نہ تو نماز کیلئے وقت نکالتا ہے، نہ خدا کا ذکر کرتا ہے، سودی کاروبار کرتا ہے تو راتوں کی نیند اڑ جائے گی اور ناکامی کی زندگی گذارے گا، اس کے خلاف اگر سو روپیہ کی آمدنی کی دُکان ہے، حلال طریقہ سے کرتا ہے اور نماز، روزہ کا اہتمام کرتا ہے تو یہ شخص پاؤں پھیلا کر سوئے گا، آدمی اس کی عزت کریں گے، ہر طرح کی راحت و آرام اس کو نصیب ہوگا اور مرنے کے بعد قبر سے ہی عیش و آرام شروع ہو جائے گا۔

انسانوں کی نظر چوک گئی، وہ سمجھنے لگے کہ چیزیں زیادہ ہوں گی اتنی ہی زندگی کامیاب ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ کامیابی نعمتوں میں نہیں، یہ تو دھوکہ ہے بلکہ انسان کی زندگی بنتی اور بگڑتی اس کی محنت کے اعتبار سے ہے، اگر محنت بھی صحیح طریقہ پر اختیار کیا تو زندگی کامیاب ہو جائیگی، ورنہ ناکام، پیسہ کمانا نہ کمانا اور پھر چھوٹے نقشہ میں کمانا یا بڑے نقشہ میں کمانا حکومتی نقشہ میں کمانا یا تجارتی میں، سب برابر ہوگا، جس کا سر سے پیر تک کا ہر عضو حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگا تو کامیاب ہو جائے گا ورنہ ناکام۔

اس کیلئے موذن کو کھڑا کر دیا کہ آواز لگا دے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں اور ساتوں زمین و آسمان کا نقشہ چھوٹا ہے، اور اس کے مقابلہ میں وہ نقشے جو تم نے بنا رکھے ہیں ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، ہوائی جہاز میں جتنا اونچا پہنچ جائے زمین کے نقشے اتنے چھوٹے نظر آئیں گے، اگر کوئی ساتوں آسمان کے اوپر سے دیکھا جائیگا تو کچھ بھی نظر نہیں آیگا جو ہمیں بڑے دکھائی دیتے ہیں یہ اس وجہ سے کہ تم ان کے اندر زندگی گذار رہے ہو، اگر تم اللہ کو دیکھنے والے بن جاؤ گے تو پھر یہ نقشے بالکل حقیر نظر آئیں گے، دور سے اگر پہاڑ کو دیکھا جائے تو چھوٹا سا نظر آیگا، اگر آنکھ کے تل کے سامنے ایک رائی کا دانہ لگا لو تو وہ تم کو بڑا نظر آیگا، اگر پہاڑ کے اندر سے رائی کے دانے بنائے جائیں تو اتنے بن سکتے ہیں کہ ساری دنیا ان کو شمار نہیں کر سکتی۔

لہٰذا تو کائنات کے دانہ کو اپنی آنکھ کے سامنے سے ہٹا دے اور اللہ کو سامنے لا، تو یہ حقیقت نظر آئیگی، ساتوں زمین و آسمان کچھ نہیں ہے اور اللہ بہت بڑے ہیں، چار مرتبہ یہ آواز نکلوائی، پھر موذن سے اللہ تعالیٰ کہلواتے ہیں کہ اشهد ان لا اله الا اللّٰه یہ جو تیرے سامنے ہے اس سے تو کچھ ہوتا نہیں اور اللہ تعالیٰ جو بہت بڑے ہیں اس سے سب کچھ ہوتا ہے، تو جس سے ہوتا سمجھ رہا ہے، اس سے ہوتا نہیں اور جو تجھے دکھائی نہیں دے رہا ہے اس سے سب کچھ ہوتا ہے، پیٹ کا درد، بخار، فقیری سب کچھ اللہ کے ہٹانے سے ہٹے گا، اور غنیٰ، تندرستی اللہ کے لانے سے آئے گی۔

تیسرا اعلان موذن سے کہلوا رہا ہے کہ یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جو بہت بڑے ہیں، یہ اس اللہ کی طرف سے قاعدے قانون بتانے کیلئے آئے ہیں، جو انہوں نے بتلایا اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا۔

چوتھا اعلان یہ کیا: حی علی الصلوٰۃ. حی علی الفلاح جو تم اپنی محنت سے کامیاب ہوگے، اگر حضور ﷺ کے نقشے پر ہوگا، وزارت، تجارت، زراعت وغیرہ جو بھی نقشہ ہو ہر ایک کا یہی ضابطہ ہے، جس کے بعد کہلایا کہ جب بات یوں ہے تو مسجد میں آ اور سر سے لیکر پیر تک حضور ﷺ کے طریقہ پر نکل کر حرکت میں آ، تو کامیاب

ہو جائیگا، اور اگر حضور ﷺ کے نقشہ میں نہ آئے تو ہزاروں نقشوں کے باوجود کامیاب نہیں ہوگا، سب سونچو کامیابی کی محنت کیا ہے؟ جو کوئی یہ محنت زیادہ کرے گا، جو ملک و مال پر زیادہ محنت کرے گا وہ پچھتائے گا، جو حضور ﷺ کے طریقہ کی مشق میں زیادہ وقت لگائے گا وہ کامیاب ہوگا، نقشے کمانے کے ہیں اور نقشے خرچ کرنے کے، ان میں جو زیادہ وقت لگا دے گا اتنا اسے پچھتانا پڑے گا اور جو حضور ﷺ والے اعمال میں زیادہ وقت لگائے گا وہ اتنا ہی خوش و خرم رہے گا، ان کیلئے مسجدیں بنتی ہیں اور ہم یوں سمجھتے ہیں کہ مسجد کے اندر نہ کوئی سرمایہ ہے نہ روپیہ پیسہ، کچھ اس میں امداد کر دی جائے، جو لوگ دیندار مالدار ہوتے ہیں وہ آ کر امام صاحب، متولی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ مسجد کے واسطے کچھ ضرورت تو نہیں ہے، متولی صاحب کہتے ہیں کہ ہاں صاحب بہت ضرورت ہے، امام صاحب کی تنخواہ دینی ہے، حوض درست کرنا ہے، درست کرانے آنے والے نے متولی صاحب کو سو روپیہ کا نوٹ دیدیا اور دونوں خوش ہو گئے، بعض نے یوں سوچا کہ مسجد کا خرچ چلانے کیلئے تو کوئی مستقل صورت کر دی جائے، کچھ دکانیں تعمیر کر دی جائیں، کوئی جائیداد وقف کر دی جائے، اگر کوئی مسجد میں آتا ہے تو اس جذبہ سے آتا ہے، حالانکہ حضور ﷺ کی مسجد میں نہ کوئی غسل خانہ تھا، نہ حوض اور نہ امام صاحب کی تنخواہ مقرر تھی، نہ موذن کی، ان چیزوں کا نقشہ حضور ﷺ کی مسجد کا نہیں تھا۔ مسجد کی چہار دیواری بھی نہیں تھی، رات کو کتے بھی آ جاتے تھے اور پھرا کرتے تھے اور پیشاب بھی کر جاتے تھے، یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نقل فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ خرچ نہیں تھے، جو آج کل چل گئے ہیں، تم سارے آدمی حقیر ہو قیمتی تو صرف ایک ذات اللہ کی ہے، مسجد تو یہ تھی کہ باہر کے لائن کے آدمیوں کو کامیابی دلوائے، تمہاری کامیابی مکان بنانے، جائیداد پیدا کرنے اور روپیہ اکٹھا کرنے سے نہیں ہوگی بلکہ حضور ﷺ کے طریقہ سے ہوگی، لہٰذا ہر حکومت والا ہر تجارت والا اور زمینداری والا اپنے نقشہ سے وقت نکال کر آئے اور مسجد میں اتنا وقت گذارے کہ حضور ﷺ کا طریقہ آ جائے اور اس میں سب سے پہلا یقین کا مسئلہ آیگا، پہلے نمبر

میں تو اپنے یقین کو صحیح کرنا ہے، یہ یقین ناپاک ہے کہ اگر مکان، تجارت، زراعت، مزدوری نہ کریں گے تو پلیں گے کس صورت سے؟ حالانکہ قرآن پاک میں سب سے پہلی آیت ہے کہ اللہ پالتے ہیں اور سب سے آخر سورت میں یہ ہے کہ لوگوں کے پالنے والے اللہ پاک ہیں، شروع سے آخر تک قرآن پاک میں یہ ہے کہ اللہ پاک کے پالنے سے آدمی پلتا ہے، پالنے کے لفظ میں انسان کے سارے مسائل آگئے اور پالنے میں روٹی ملنا، عزت ملنا، حفاظت ہونا، اطمینان ہونا، تندرستی ملنا وغیرہ سب آجاتے ہیں، ان سب کا تعلق خدا سے ہے، غیر خدا سے نہیں ہے، اگر تو نے پہلی آیت سیکھ لی، پہلی آیت تو یہی ہے کہ اللہ پالتے ہیں، اللہ کے علاوہ سے نہیں پلتے، میرے جتنے مسائل ہیں وہ زمین آسمان، چاندی سونا، سمندر دریا، پہاڑ پتھر کسی سے حل نہیں ہوتے بلکہ خدا کے حل کرنے سے ہوتے ہیں، پہلے تو پہلی آیت کا یقین سیکھو۔

پھر دوسری آیت یہ ہے کہ وہ پالنے والا رحمٰن و رحیم ہے، اگر تو اسے پالنے والا یقین کرلے گا تو وہ تیرے اوپر بڑی رحمت کے دروازے کھولیں گے، باپ میں بیٹے کیلئے وہ رحم نہیں ہے جو اس کیلئے اللہ میں رحم ہے، خاوند کے لئے بیوی میں اور بیوی کیلئے خاوند میں وہ رحم نہیں جو خدا میں ہے۔

تیسرا یہ یقین کرے کہ دنیا کے ملنے سے دھوکہ میں مت آئے، دنیا میں تو کتا، سور، بھیڑیا تک بھی پل رہے ہیں، سانپ تک کو خدا پال رہے ہیں، جو آدمی کو کاٹتا ہے تو یوں نہ سمجھ کہ کمائی کی وجہ سے تو پل رہا ہے، یہاں کا پالنا ہر ایک کا خدا نے طے کر رکھا ہے، جتنا خراب سے خراب عمل کرو خدا تم کو پالیں گے، خواہ تم بھیڑیے، سانپ، بچھو وغیرہ کی طرح کے عمل کرنے والے کیوں نہ بن جاؤ، تو یہاں کے پلنے سے دھوکہ مت کھا، خدا کی قسم تو اپنے کمانے سے نہیں پل رہا ہے بلکہ خدا کے پالنے سے پل رہا ہے۔

اگر کوئی خدا کو لاکھوں گالی دے تو بھی خدا پالتے ہیں، یہ بھی کوئی پلنا ہے، اصل پلنے کا مسئلہ قیامت کے دن ہوگا، اس دن سے پہلے پہلے تو رنڈیاں تک بھی پل رہی ہیں، اس دن سے پہلے کا پلنا پلنا ہی نہیں ہے، یہ کوئی پلنا، پلنا ہے؟ صبح کو پیٹ بھر و شام کو

بھوک لگ آئی، عورت ملی اور کل کو چھن گئی، اس کو پالنا کہتے ہیں، پلنا اور اس کا بگڑنا تو قیامت کے دن ہوگا، اگر فیصلہ جنت کا ہوگیا تو وہ کبھی نہیں چھینے گی، اس کے پھل کم نہ ہوں گے، وہ شہد و شراب کی نہریں جو تجھے دی جارہی تھی ان کے اندر کوئی کمی نہیں آئے گی، ان کے مزے میں فرق نہیں آئے گا اور جو ایک آدمی کو کم از کم ستر ستر حوریں اور زیادہ سے زیادہ پچیس پچیس لاکھ تک حوریں ملیں گی، وہ ہمیشہ حسین اور کنواری رہیں گی، دنیا کی بیویاں کیا جو بوڑھی ہوجائیں، دنیا کی عورتوں کی خوشامد بھی کرنی پڑجاتی ہے لیکن حوریں اپنے خاوندوں سے محبت کرنے والی ہوں گی، وفادار ہوں گی اور ہر وقت ان کی خدمت میں لگی رہیں گی۔

اب سوچو، اچھا پلنا کونسا ہے؟ آج کے پلنے سے دھوکہ مت کھاؤ، آج تو کتا، سور تک بھی پل رہے ہیں، اگر کوئی شرک کرے، زنا کرے تو بھی خدا اس کو پالیں گے، اس پلنے پر خوش تو ہی ہوجا، یہ پلنا نہیں ہے پلنے کا نقشہ اس دن آئیگا جب اللہ تعالیٰ جنت کا فیصلہ کریں گے اور اگر فیصلہ دوزخ کا ہوگیا تو انتہائی درجہ کا عذاب ہوگا، لہٰذا تو ہر وقت فیصلہ کے دن کے مالک کو سامنے رکھ، جب دنیا و آخرت میں وہی پالتا ہے، عزت دیتا ہے، حفاظت کرتا ہے، تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ بعض مسلمان یوں کہتے ہیں کہ بیشک اللہ ہی پالتے ہیں لیکن پلنے کیلئے کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے، وہ کرنا جو تمہیں کرنا پڑے گا وہ اپنی تجویز سے مت کرو، بلکہ سمجھو کہ اگر خدا کو سامنے رکھ کر حضور ﷺ کے طریقہ پر زندگی گذاریں گے تو خدا کامیاب کریں گے، یوں نہیں کہا کہ تجارت کریں گے، زراعت کریں گے اور پھر اس کے سامنے ہاتھ پھیلائیں گے تو وہ پالیں گے، بہت سے دیندار مسلمانوں کو دو باتوں کا اقرار ہے کہ اللہ ہی پالتے ہیں اور دعاؤں ہی سے ملے گا۔

تیسرا دھوکہ لگا ہوا ہے کہ کھیتی کرکے، دکان چلا کے دعاء مانگیں گے تو پلیں گے، حالانکہ اللہ کا کہا مان کر دعا مانگیں گے تو پلیں گے، جس وقت جس عمل کو وہ کہیں وہ کرو، اگر یہ بات تم میں آجائے تو دعا تمہاری قبول ہوگی اور اگر کسی نے پچاس ہزار دفعہ بھی یہ کہا کہ اللہ پالتے ہیں اور حضور ﷺ والا طریقہ اختیار نہیں کیا، حرام کام کیے، خوب

دنیاداری کے چکر میں رہے، حضور ﷺ کا طریقہ سیکھنے کیلئے وقت نہیں نکالا، جائز ناجائز کا خیال نہ کیا، تو اگر دعا مانگے گا تو اللہ رب العزت فرمائیں گے دور ہو جا، جب کسی کو پالنے والا سمجھتا ہے تو ہر وقت اس کو راضی رکھنے کی فکر رکھتا ہے، اگر تو خدا کو پالنے والا سمجھتا ہے تو اس کو راضی رکھنے کی فکر رکھنا، جس سے کوئی مانگا کرتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتا، تیرا خدا کے خلاف اپنے کو استعمال کرنا ہر بات کو بتلاتا ہے کہ تو اُسے پالنے والا ہی نہیں سمجھتا۔

علامت قرار یہ دی گئی ہے اللہ کو پالنے والا سمجھنے کی کہ آدمی وہ کرے جو خدا چاہے، لہٰذا مال و دولت، اقتدار وغیرہ کا نقشہ دیکھ کر نہیں چلیں گے، چیزوں سے پلنا کوئی پلنا نہیں ہے، جب چاہیں چیزوں میں آگ لگا دیں، سیلاب لاکر ڈبو دیں، ہمارا تمہارا پلنا حضور ﷺ کے طریقوں پر محنت کرنے میں ہے، نماز پڑھنے سے لے کر پیشاب پاخانہ کرنے تک کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جس کا طریقہ نہ بتلایا ہو، پیشاب پاخانہ کرنے میں چھتیس ادب بتلائے گئے ہیں، آج کس کو یہ چھتیس ادب آتے ہیں، ہو رہا ہے سب کچھ لیکن محمد ﷺ کا طریقہ اختیار نہیں کیا جا رہا، گویا انسان جس طریقہ سے کامیاب ہوتا ہے وہ نہیں آتا اور جس سے کامیاب نہیں ہوتا وہ آتے ہیں، کامیابی کے طریقوں کی مشق نہیں کی جا رہی، آپس میں اگر تیرنے کی بات کر لی جائے تو تیرنا نہیں آتا بلکہ پانی میں کود کر جب ہاتھ پیر مارے جاتے ہیں تو تیرنا آتا ہے، اسی طرح سے روٹی کھانا بغیر مشق کئے اور سکھائے بغیر نہیں آتا، سالن پکانا وغیرہ خالی ترکیب بتلانے سے نہیں آتا بلکہ اس کی مشق کی جاتی ہے، خواہ کوئی اول نمبر ولایت پاس ہو آئے، سن کر کوئی کھانا نہیں پکا سکتا بلکہ مشق سے یہ چیزیں آتی ہیں۔

اسی طرح سے اسلام کی زندگی ایک عملی زندگی ہے، یہ بھی مشق سے آتی ہے، دین جو نام ہے کتنی کتابیں پڑھ جاؤ، تمہیں دین نہیں آئے گا بلکہ دین مشق سے آئے گا، دین بہت آسان ہے، روٹی پکانا بہت آسان ہے، سالن پکانا بہت آسان ہے، آدمی طریقہ سے کامیاب ہوگا، روپیہ پیسہ، مکان جائیداد کچھ بھی نہیں ہوگی تو کامیاب ہوگا، جبکہ صحیح طریقہ

اختیار کیا جائے، علاقے کے علاقے ایسے ہیں جن میں حضور ﷺ والے طریقے نہیں آئے، آج علم آتا ہے دین نہیں آتا، اور کوئی نہیں کہتا کہ اسلام مٹ گیا اور اگر کوئی حکومت قبرستان دبا لے تو شور مچ جائے گا کہ دین مٹ گیا، ملازمت میں سے نکال دیا جائے، مال و دولت چھین لیا جائے تو ہر ایک کو فکر ہوتی ہے لیکن حضور ﷺ کے طریقے ٹوٹنے پر فکر نہیں کی جاتی، اگر تجھے حضور ﷺ والا طریقہ آجائے تو کوئی کوڑی تیرے پاس نہ ہو تو تو کامیاب ہوگا اور اگر حضور ﷺ والا طریقہ نہ ہو تو تو خواہ تیرے قبضہ میں ساتوں زمین کی بادشاہت کیوں نہ ہو تو بھی تو ناکام ہوگا۔

کامیابی کے طریقے جان کی مشق سے تعلق رکھتے ہیں، چیزوں سے نہیں رکھتے، اگر تم کروڑوں روپیہ خرچ کر کے پانی کے جہاز منگالو، کشتیاں خرید لو تو تیرنا نہیں آئیگا، بلکہ جب پانی میں کودا جائیگا، بغیر پیسہ خرچ کئے ہوئے تیرنا آجائیگا، ساری دنیا کی حکومت زمین و جائیداد تمہارے قبضہ میں آجائے تو تمہیں دین اسلام نہیں آئیگا اور جب حضور ﷺ والے طریقے آجائیں گے تو دنیا کے بڑے بڑے مالدار بڑے بڑے عہدیدار دین والوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے، یہ جماعتیں جو کچھ وقت گذار کر کے آتی ہیں اگر ان سے اور وقت لگانے کیلئے کہا جائے تو کہیں گے کہ پیسے ختم ہو گئے ہیں، پیسے اور لے کر آئیں گے، لیکن سچ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا طریقہ پیسے سے نہیں آتا بلکہ جان کی مشق سے آتا ہے، جب تبلیغ میں نکلے اور گشت کیا تو ہر ایک کو اس کے نقشے سے چھڑا کر مسجد میں لائے، کسی نے عذر کیا تو کہہ دیا کہ خدا کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ پالتے ہیں، غیب سے دیں گے، یہ آواز ہر ہر محلہ میں ہو، بازار میں لگائی اور جب روٹی کھانے کا وقت آیا تو کہا کہ امیر صاحب روٹی کا کیا ہوگا، امیر صاحب نے کہا کہ دعوت تو کہیں سے آئی نہیں، پیسے تو تمہارے پاس ہوں گے، بازار جا کر روٹی لے آؤ، روٹی لا کر کھالی تو ذہن نے یہ کہا کہ اگر پیسہ ہوگا تو روٹی ملے گی، کسی نے دعوت کر دی تو اطمینان ہو جائیگا، اس صورت میں ابھی ایمان رلا ملا ہے جیسے کھچڑی میں دال چاول دونوں ہوتے ہیں، یہ ایمان بہت ہی ناقص ہے، اور جب واپس ہونے لگے تو کہتے جا رہے ہیں کہ اگر

پیسے ہوتے تو اور وقت لگاتے، گھر پہنچے اور گھر والی نے کہا کہ اکیلا کمانے والا اتنے دن کیوں لگائے تو آدمی سمجھتا ہے کہ واقعی میرے کمانے سے ہی معاملہ اور کارخانہ چل رہا ہے، ایک آدھ چلہ پیسے کے ساتھ تو آپریشن کی تیاری کی طرح سے ہے اور آگے چلئے اور وقت لگانا انشاء اللہ آپریشن ہو کر صحت ملنے کے ہیں، جب پیسہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے نماز پڑھ کر ذکر کر کے مانگنے لگے تو اللہ رب العزت کسی کو بھیجیں گے کہ وہ تمہیں کھانا کھلادے، تم شرط لگاؤ گے اور اپنی شرطوں پر جمو گے تو اللہ رب العزت ساری شرطوں کو پوری کرادیں گے اور روٹی کھلادیں گے، اس وقت ذہن میں یہ بات آئے گی کہ اللہ سے روٹی مانگی تھی، خدا نے اپنے فضل سے دی، ایسے قصے امت میں بہت ہیں، آج تمہیں سنادوں۔

حضرت جیؒ کا انتقال ہوا، بہت سے مالدار حضرت جیؒ کے زمانہ میں آیا کرتے تھے اور حضرت جیؒ صاحب سب کے سامنے یہی شرط رکھتے تھے کہ اگر تبلیغ میں لگو گے تو لوں گا ورنہ نہیں، انتقال کے وقت حضرت جیؒ کوئی سرمایہ چھوڑ کر نہیں گئے، اگر پیسے ہوتے تو حساب دیکھنے والے ترکیبیں بتلاتے، پیسے نہیں تھے تو ہم آزاد ہوگئے، اب ہم نے وہی طریقہ جاری رکھا کہ اگر کوئی تبلیغ میں وقت لگائے تو اس کا پیسہ لیا جائے، اس پر مالدار لوگوں کو بہت ناراضگی ہوئی، اس لئے کہ ہماری حیثیت ان کے سامنے ایک بچے کی سی تھی، قرضہ لیکر ہم نے کام شروع کیا، یہاں تک کہ چودہ پندرہ ہزار تک قرض پہنچ گیا، یہ میں تمہیں آپ بیتی سنا رہا ہوں جب قرضہ زیادہ ہوگیا تو اپنے دوستوں نے لوگوں کے پوچھنے پر حال بتلانا شروع کیا، اس پر حکیم کریم بخش صاحب نے ایک ٹھیکیدار کو برا بھلا کہا کہ خدا نے تمہیں روپیہ دے رکھا ہے تم تبلیغ والوں کی خبر نہیں لیتے، وہ ہزاروں روپیہ اپنے ساتھ لیکر آیا، اور آتے ہی پوچھا کہ قرضہ کتنا ہے، میں ادا کروں گا، میں نے کہا کہ کیا آپ وہ بات بھول گئے کہ حضرت جیؒ نے تمہیں ڈانٹا تھا کہ تبلیغ میں وقت لگاؤ، اب بھی وہی بات ہے کہ تبلیغ میں وقت لگاؤ، وہ اتنی بات سن کر واپس چلا گیا، اگر وہ وعدہ بھی کرتا تو ممکن ہے نفس لینے پر آمادہ کر دیتا۔

محلّہ کشن گنج والے جو بڑے مالدار تاجر تھے انہوں نے پندرہ بیس ہزار روپے ہمیں دینے کیلئے جمع کیا، آخری بدھ کے اجتماع میں ہم دہلی گئے، تو وہ کشن گنج والی جماعت کے آدمی چندہ کر کے لائے، میں نے صاف صاف یہ بیان کیا کہ اگر کوئی دوزخ کے طریقہ پر چندہ جمع کر کے ہماری تبلیغ کو دے گا تو وہ دوزخ میں جائے گا، تو وہ سب ڈر گئے، ان حالات سے ہمارا گذر ہوا، لیکن ہم نے خلاف اصول کسی کا پیسہ لینا گوارا نہیں کیا، سب سے بڑی چیز اللہ پر یقین سیکھنا ہے، کفر جو ٹوٹتا ہے وہ اس یقین پر ٹوٹتا ہے، اور ملک کے ملک پیروں میں گرتے ہیں، وہ اس یقین کے ساتھ گرتے ہیں، ساری باتوں کے بغیر تم سر بلند ہوگے، اس کیلئے شرطِ خاص یقین ہے، میں اللہ کی بات مانوں گا، اللہ تعالیٰ میری مدد کریں گے، اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے اس سے نکال دیا۔

آج ہم مالداروں سے زمینداروں سے اس وجہ سے بات نہیں کرتے کہ اگر یہ لگ جائیں گے تو تبلیغ چل جائے گی بلکہ اس لئے بات کرتے ہیں تاکہ مالداروں کا زمینداروں کا بیڑا پار ہوجائے، راستہ گھاٹی میں کو ہے، اگر کوئی اس گھاٹی سے بھاگے گا تو راستہ نہیں ملے گا، جس طرح آخرت کا راستہ موت کی گھاٹی ہے، اسی طرح سے تکلیفیں اٹھانا اللہ کی مددوں کے حاصل ہونے کی گھاٹی ہے۔

ایک طرح کا چلہ تو ختم ہوگیا کہ روپیہ پیسہ کے ساتھ وقت گذارا، اب دوسری طرح کا چلہ شروع کرو، خوب گشت، تعلیم، نمازوں، خدا کے ذکر کی محنت کرو، اور خدا سے کھانے کیلئے مانگو، تو اللہ رب العزت تمہیں غیب سے کھانے کو دیں گے، ایسے وقت میں جبکہ حجاج کرام کے قافلے بن بن کر بیت اللہ کی حاضری کیلئے روانہ ہو رہے ہیں، اگر تم محنت کر کے ان کو صحیح طریقہ سے جانے والا بنادو گے تو؟

یقین اور عمل کی راہ ہی نجات دلانے والی ہے

۴ شوال ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۶۲ء بروز اتوار بعد نماز فجر

نحمده و نصلی علٰی رسوله الکریم!

میرے بھائیو اور دوستو!

جتنے انبیاء کرام تشریف لائے وہ انسانوں کو عملوں کے راستے سے کامیابی دلوانے کیلئے آئے، جس طرح یہ زمین و آسمان اس سے طرح طرح کی چیزیں تیار ہوتی ہیں، اسی طرح سے انسان عملوں کی مشین ہے، دیکھنے میں تو انسان زمین و آسمان کا تابع نظر آتا ہے لیکن حقیقتاً یہ سب انسان کے تابع ہیں، اگر بدن انسانی سے اعمال خراب سرزد ہوتے ہوں گے تو زمین و آسمان سے بربادی آئے گی، اور اگر اعمال درست ہوں گے تو زمین و آسمان سے برکتیں نازل ہوں گی، چیزیں مشیت کے ساتھ ایسی جکڑی ہوئی ہیں جس طرح بدن انسانی روح کے ساتھ جکڑا ہوا ہے، حالات چیزوں سے مرتب نہیں ہو رہے ہیں بلکہ خدا کی وہ مشیت جو اُن میں سرایت کئے ہوئے ہے اس سے ہو رہا ہے، اگرچہ دیکھنے میں وہ جسم انسانی کی طرح ہیں لیکن ان میں مشیتِ خداوندی یہ روح کی طرح کارفرما ہے، اگر انسان کے اعمال خدا کی مرضی کے مطابق نہ ہوں گے تو خدا اپنی مشیت سے خلاف کردیں گے، تو پھر خواہ نقشے کتنے ہی بلند سے بلند ہوں حالات کے اندر خرابی آئے گی، دنیا کے پہلے نقشوں پر اگر ایک نظر ڈال کر دیکھا جائے تو انسانی خون کی اتنی حقارت تھی جتنی آج نہیں ہے، اگرچہ اس وقت چیزوں کی دنیا میں بھرمار ہے لیکن سکون و اطمینان نہیں ہے، ہم نے دنیا کے ایک ملک میں سنا تھا کہ فورڈ کمپنی اتنی بڑی کمپنی ہے کہ اس کے کارخانے میں ریلیں تک چلتی ہیں اور فی منٹ ایک کار تیار ہونے کی اوسط ہے، فورڈ بیمار نے اس بات کا اعلان کیا کہ اگر کوئی اتنا علاج کردے کہ

میں ایک روٹی کھالیا کروں تو میں آدھا مال دینے کو تیار ہوں، وہ اپنی بیماری کے سبب سوائے دال کے پانی کے کوئی چیز استعمال نہیں کرسکتا تھا، یوں سمجھو کہ جس طرح سے ایک بچہ چیزوں سے بھرے ہوئے گھر میں چیزوں کو خود استعمال نہیں کرسکتا، کہ اس کے مربی اس پر خرچ کرنے میں جتنی ضرورت سمجھتے ہیں اسی طرح سے اتنا ہی انسان کے اپنے چاہنے سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ رب العزت اس کیلئے جو مناسب خیال فرماتے ہیں وہ وجود میں لاتے ہیں، جب کوئی آدمی نیک عمل کا ارادہ کرتا ہے تو ایک عمل اسی وقت لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ کر گذرتا ہے تو دس گنا کر کے لکھ دیتا ہے اور برائی کے ارادے پر عمل نہیں لکھا جاتا، یہاں علماء میں اختلاف ہوا ہے کہ فرشتے کو کس طرح سے ارادہ کا پتہ چلا، علماء فرماتے ہیں کہ جس طرح سے اس دنیا میں پھلوں کو خوشبو اور بدبو سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح سے فرشتے عملوں کو اس کی خوشبو یا بدبو سے پہچان لیتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ انسان کے اندر سے نور یا ظلمت اس کے ارادۂ عمل پر نکلتی ہے۔

آسمانوں پر اعمال کی فہرست جاتی رہتی ہے، پھر آسمانوں پر سے فیصلے آتے ہیں، احادیث میں آتا ہے کہ تم اپنے عُمّال (حکمران، لیڈر) کو برا نہ کہو، اس لئے کہ تمہارے اوپر عُمّال و حُکّام تمہارے اعمال کے مطابق تمہارے اوپر مقرر کئے جاتے ہیں، حالات عالم کے ٹھیک ہونے کیلئے اپنے اعمال کی درستگی کی محنت کرو، اسی لئے عمل کی محنت کو اپنا میدان عمل بنانا ہے، اپنے اپنے زمانہ میں انبیاء نے یقین کی تبدیلی اور ایک عمل کی تبدیلی کی محنت اٹھائی، انسان کا چیزوں کے دیکھنے سے جو یقین بندھتا ہے اسے ہٹایا جائے اور کامیاب ہونے کا یقین براہ خدا پیدا کیا جائے، یہ زمین و آسمان خدا کے ہاتھ میں ہے، ساری ترتیب خدا کی دی ہوئی ہے، خدا جس وقت چاہیں گے اس کو بدل کر رکھ دیں گے جب تم اچھے عمل کرو گے۔

دو لائنیں ہیں، ملک و مال کی جن کو انسان اختیار کرتے ہیں، انبیاء ایک تیسری لائن پر انسانوں کو ڈالنے آئے، ملک و مال کی لائنیں انسان کے چلانے سے نہیں چل رہی بلکہ خدا کے چلانے سے چل رہی ہیں، خدا کو قدرت ہے کہ ان دونوں لائن کے بہتر

انسان کی زندگی بنا کر دکھلائیں، انبیاء ایک تیسری لائن لے کر آئے اور ملک و مال کے نقشوں والوں کو بھی پکارا اور جن کے پاس ملک و مال کا نقشہ بھی تھا سب کو ایک تیسری لائن کی طرف پکارا اور وہ یقین اور اعمال کی تبدیلی کی لائن تھی، سب کے مسائل خدا کے ہاتھ میں ہیں، اگر یہ عمل کریں گے تو خدا اپنی قدرت سے ہماری زندگی بنا کر دکھلائیں گے، بعض نے ان دونوں لائنوں کو چھڑوا دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح، لیکن عام طور پر ان دونوں لائنوں سے ہٹایا نہیں بلکہ انبیاء نے کچھ عمل پیش کئے اور لوگوں میں محنت کی، جو لوگ دونوں لائنوں سے قدم ہٹا کر تیسری لائن پر آگئے خدا نے ان کو چمکا کر دکھلایا۔

سارے انبیاء کرام کے واقعات تیسری لائن کو ثابت کرنے کیلئے آئے ہیں، لوگوں کا یقین ہے کہ ہم تدبیر اختیار کریں گے تو نقشے ہمارے مقدر میں آئیں گے، اللہ رب العزت حضرت آدم و حضرت حوا کو بغیر تدبیر انسانی کے بنایا اور پھر ان دونوں کو جنت میں بغیر تدبیر انسانی کے رکھا لیکن شیطان نے پٹی پڑھائی کہ اگر تم اس میں ہمیشہ رہنا چاہتے ہو تو یہ دانہ کھالو، دانہ کا چکھنا ہی تھا کہ بدن سے کپڑے اترنے شروع ہو گئے، یہ تدبیر سے نہ چیز بنتی ہے نہ ملتی ہے اور نہ باقی رہتی ہے، حکومت سے ملک جب چاہیں چھین لیں، جب تک چاہیں باقی رکھیں، اگر انسان تدبیروں کے چکر میں حکم کو توڑیں گے تو اللہ رب العزت برباد کر کے دکھلادیں گے۔

آگے اکثریت کا مسئلہ ہے، رات دن اسی کی گھبراہٹ میں ہو کہ ہم اقلیت ہیں، حالانکہ چار کروڑ اقلیت نہیں ہوتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ بارہ ہزار قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے، البتہ عمل کی خرابی سے مغلوب ہو سکتے ہیں، حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ایک طرف اسّی آدمی تھے، دوسری طرف ساری دنیا تھی، اللہ رب العزت نے ان دریاؤں، پانیوں اور طوفان خیز مناظر میں سفینہ نوح کو چلایا اور اسّی آدمیوں کو بچالیا اور اکثریت کو ہلاک و برباد کر کے دکھلادیا، قوت قومیہ سے کوئی چمک نہیں سکتا۔

اللہ رب العزت نے دکھلایا کہ ایک طرف پوری قوم تھی جو کہتے ہیں کہ ہم سے زیادہ قوی کون ہو سکتا ہے، ایک ہوا چلی، اللہ رب العزت نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا اور

حضرت ہود علیہ السلام کو بچا کر دکھلایا دیا، انسان سمجھتا ہے کہ حکومت ہاتھ میں ہونے پر انسان کامیاب ہوتا ہے، اس لئے پہلا قدم انسان حکومت حاصل کرنے کیلئے اٹھاتے ہیں، اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھڑا کیا اور پہلے حکومت نے ایک اسکیم اٹھائی، اللہ رب العزت نے اس کو فیل کر دیا اور محبت ہو گئی، جو لوگ اپنے حکموں سے بچوں کو قتل کروا رہے تھے انہی کے گھر میں پلوا کر دکھلا دیا، اندازہ لگاؤ کہ جب اسی بچے کے وجود میں آنے کے خطرہ پر مظالم کئے جا رہے تھے تو ان کے کھڑے ہو کر دعوت دینے پر کتنے کچھ مظالم کئے گئے ہوں گے، آگ میں ڈالا جانا، ان واقعات میں سے ایک ہے۔

دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکیم اٹھائی، اپنے بیوی بچہ کو اسی جگہ ڈالا جہاں کوئی چیز نہیں تھی اور اس لئے تا کہ دنیا دیکھ لے کہ اللہ رب العزت کس طرح پالتے ہیں، اللہ رب العزت نے زمزم ظاہر فرمایا جو ان کے کھانے پینے اور ساری حاجتوں کیلئے کافی تھا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکیم اٹھائی کہ اس بچہ کے اولاد ہو اور ان کے ذریعہ امت مسلمہ کا وجود ہو جائے اور ساری دنیا سے لوگ حج کرنے کیلئے بیت اللہ پر آئیں، اللہ تعالیٰ نے اسکیم چلا کر بتلائی اور ساری دنیا میں مسلمانوں کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسکیم کامیاب ہوئی، آج ساری دنیا میں آدھے کے قریب مسلمان ہیں، بتلادیا کہ حکومت سے اسکیم کے چلنے نہ چلنے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ چلاتے ہیں۔

دو قوتیں ہیں، کہیں بغیر حکومت کے اور چیزوں کے، حکومت فرعونیہ کو غرق کر کے دکھلا دیا، انبیاء ان بنیادوں پر انسانوں کو کامیاب کرانے کیلئے جن پر انسان اپنی کامیابی سمجھتا ہے نہیں آتے بلکہ نبیوں والا راستہ ان سارے نقشوں کے بغیر چل سکتا ہے، سارے نبیوں کا مشترک حکم لا الہ الا اللہ ہے، یہ کلمہ حکومت، تدبیروں، اکثریت وغیرہ کی تردید اور خدا کے ہاتھ میں سب کچھ ہونے کو بتلانے کیلئے لا الہ الا اللہ آیا ہے، اللہ کے یقین کے مظاہرہ کے لئے انبیاء ملک و مال کی لائن کے علاوہ عمل لیکر تشریف لائے، اگر کوئی عمل والی لائن کو اختیار کرے گا تو ملک و مال کی لائن قدموں پر پڑے گی۔

ہمیں تو دکھلائی نہیں دیتا کہ عمل سے کیا ہوگا، لیکن سارا قرآن وحدیث بھرا پڑا ہے کہ عملوں پر کیا ہوتا ہے، جن عملوں پر خدا نے وعدے فرمائے ہیں انہیں اختیار کیا جائے، سب سے پہلی محنت جو انبیاء اور حضور ﷺ والے راستہ پر محنت کرنی پڑتی ہے، وہ وہ عمل ہیں جن سے احوال بدلے، عمل کی دو لائنیں ہیں، ایک تو وہ عمل جن سے ہدایت لی جائے اور دوسرے وہ جو ہدایت ملنے کیلئے کئے جائیں، جس طرح سے ملک ومال میں بھی دو طرح کے عمل ہیں، ایک وہ جن سے ملک ومال لیا جاتا ہے اسکے بعد وہ عمل ہیں جو ملک ومال ملنے کے بعد کئے جاتے ہیں، پندرہ سال پہلے تو وہ عمل تھے جن سے ملک ملے اور اب پندرہ سال سے وہ عمل کئے جارہے ہیں جو ملک کے ملنے پر کئے جاتے ہیں، ملازمت تجارت ایک عمل ہے جس سے پیسہ ہاتھ میں آتا ہے اور جب پیسہ آجاتا ہے تو اور طرح کے عمل کرتے ہیں، عمل کی دو قسم ایک طرح کے عمل تو سرمایہ حاصل کرنے کیلئے ہیں، اور ایک وہ عمل جو سرمایہ ملنے کے بعد کئے جاتے ہیں، اس طرح سے ان کی لائن میں بھی دو قسم کے عمل ہوتے ہیں، ایک وہ جن سے ہدایت مل جائے اور دوسرے وہ جو ہدایت ملنے کے بعد کئے جاتے ہیں۔

قرآن ہدایت ہے، قرآن میں چیزوں کی تردید ہے اور عملوں کا اثبات ہے، حکومت کے واسطے عزت کے واسطے صحت وتندرستی کے واسطے، اللہ رب العزت عمل بتلارہے ہیں جو کچھ قرآن میں ہے وہ ہمارے دل میں جم جائے تو اس کو ہدایت کہا جاتا ہے، اگر ہم نے ذکر کیا تو اللہ رب العزت اطمینانِ قلب نصیب فرمادیں گے، اگر ہم نے عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کامیاب فرمادیں گے، ہدایت نام اس کا ہے کہ جو عملوں پر بتلایا ہے ہمارا وجدان وہی ہوجائے، جس طرح ہمارا وجدان ہے کہ اگر پیسہ ہوگا تو سارے کام بن جائیں گے، اسی طرح سے وجدان بن جائے کہ اگر عمل درست ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کامیاب فرمادیں گے، تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ میں وہ عمل کونسے ہیں جن سے اللہ رب العزت کامیاب فرماتے ہیں، جس طرح سے دنیا میں لاکھوں چیزیں ہیں اسی طرح سے عمل بھی بے شمار ہیں، خالی پیشاب پاخانہ کرنے میں چھتیس

عمل ہیں تو اندازہ لگاؤ کہ پھر باقی میں کتنے ہوں گے، تقوی پر اللہ رب العزت نے تین لائن کا وعدہ فرمایا ہے، تقویٰ محمد ﷺ والے اعمال سے آراستہ ہونے کا نام ہے، جس کی تین لائنیں ٹھیک ہوجائیں اس کو تقویٰ کہا ہے، خالی نماز پڑھنے کے نام پر نہیں ہے بلکہ تینوں چیزوں میں ایک تو ایمانیات ٹھیک ہوجائیں اور اس جگہ ایمان کیلئے پانچ باتیں بتلائی ہیں، غیر اللہ پر سے نظر ہٹ جائے اور خدا پر یقین آجائے، انسانوں کا ظاہری جو نظام ہے اس پر سے نظر ہٹ جائے اور خدائی نظام فرشتوں کا ہے اس پر یقین جم جائے اور خدائی کتابوں پر یقین آجائے اور انبیاء کی شخصیت کا یقین بیٹھ جائے اور مالیات کا خرچ صحیح ہوجائے، کھیتی ومال کا خرچ محمد ﷺ کی ترتیب پر آجائے اور تیسری چیز کہ جان کا خرچ صحیح ہوجائے۔

یہ تین لائن ٹھیک ہوجائیں، مساعد حالات میں یا نا مساعد حالات میں، خواہ مالیات ہاتھ میں ہوں یا غربت کا شکار ہورہے ہوں، تو ایسے لوگ امنا اسلمنا کہنے میں سچے ہیں، یہ لوگ متقی ہیں، ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی تین لائن لیں گے جب آدمی تقویٰ والا بن جائے گا۔

تو خدا کمانے سے بھی دیں گے اور بغیر کمائے کے بھی زمین پھاڑ کر مال دیدیں گے، کسی کے دل میں ڈال دیں کہ میں اپنی جائیداد اس کے نام کردوں گا، مال کے بغیر چیزوں کے ملنے کا دروازہ کھولدیں گے اور تیسری بات یہ ہے کہ بغیر چیزوں کے حالات ٹھیک کردیں، تم بیمار ہوئے دعاء مانگی اللہ تعالیٰ نے بغیر دوا کے صحت دیدی، جب ہماری تین لائنیں ٹھیک ہوں گی تو خدا کی طرف سے تینوں لائنوں سے کامیابی آئے گی اور جب یہ تین لائنیں خراب ہوں گی تو تینوں لائنوں سے ناکامی آئیگی، مال، سامان، چیزیں ملیں گی نہیں بلکہ چھن جائیں گی، کمائی پر مال دیں گے، چیزیں دیں گے اور جتنی چیزیں ہوں گی اس کے بقدر اس کے مسائل کا حل فرمادیں گے اور بغیر چیز کے اس کے کامیاب ہونے کی کوئی شکل نہیں ہوگی، عمل بہت قسم کے ہیں، حضرت محمد ﷺ جتنے عمل اپنی امت کے کامیاب بنانے کیلئے لائے ہیں وہ بہت ہیں، ان عملوں کو اختیار وہ کرے گا

جن کو سرمایہ حاصل ہو جائے گا، ملک و مال کی لائن سے کامیاب نہ ہونے کا وجدان اور عملوں سے کامیاب ہونے کا وجدان ہدایت ہے، ذہن ادھر جاتا ہو کہ صدقہ سے بلا دور ہوتی ہے، نماز پڑھنے سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں، ہدایت لینے کیلئے جو عمل کئے جائیں گے وہ زیادہ نہیں ہیں، اللہ کی طرف سے ہدایت ملنے کے بعد جب متقی بننے کی مشق کریں گے تو تو ہر ہر قدم پر عمل دکھائی دیں گے، لیکن ان عملوں کو کرے گا کون؟ جس کو ہدایت مل جائے گی، ہدایت عمل کا پابند کرائے گی، انسان کا یہ وجدان کہ مال کو خدا کی مرضی کے مطابق خرچ کروں گا تو خدا کامیاب فرمادیں گے، پوری زندگی موقوف ہے اس بات پر کہ ہدایت مل جائے اور اگر ہدایت نہ ملی تو دیکھا دیکھی کو دو چار عمل کرلیں گے تو بغیر ہدایت کے بھی کرسکتا، جن پر آدمی اس کو اچھا کہنے لگیں، ہدایت نام ہے اس کا کہ جو کچھ چیزوں میں دکھائی دیتا ہے وہ عملوں میں دکھائی دینے لگے، پھر آدمی ہر وقت خدا کے خوش کرنے کا فکر کرنے والا بن جائے گا۔

حضور ﷺ سے پہلے دوسرے انبیاءؑ بھی ہدایت ملنے کیلئے اعمال لائے تھے اور حضور ﷺ بھی کچھ عمل لے کر آئے، حضور ﷺ تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں آواز لگاتے رہے کہ ان عملوں پر اللہ تعالیٰ کامیاب فرمادیں گے، لیکن شروع میں معارضہ آتا ہے لیکن اگر آدمی تیار رہے تو پھر عملوں کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

مکہ میں ایک عورت اندھی ہوگئی، اس نے دعا کی کہ اے اللہ! میری بینائی واپس لادے ورنہ بتوں کے پوجنے والے طعنہ دیں گے۔

اُمّ شریکؓ جارہی تھیں مدینہ منورہ، ایک یہودی کا ساتھ ہوگیا، اس نے چالاکی کے طور پر ان کو گاڑھا ستو کھلادیا اور ستو کی خاصیت ہے کہ اگر گاڑھا کھایا جائے تو پیاس لگتی ہے اور اگر پتلا کھایا جائے تو پیاس کو بجھاتا ہے، اور اس جنگل میں سوائے اس یہودی کے پانی نہیں تھا، اس نے کہا کہ پانی جب ملے گا جب اپنا رب ترک کرے اور شریک بتلانے سے انکار کیا اور مرنے کے ارادے سے لیٹ گئی، ذرا آنکھ لگی آسمان سے ایک ڈول اترا، جو سفید رسی میں بندھا ہوا تھا اور ان کے سینے کے اوپر آگا، آپ نے اس سے پانی پیا اور پیاس ایسی جاتی رہی کہ پھر کبھی پیاس نہ لگی۔

حضور ﷺ ایک قافلہ کو روکنے کیلئے نکلے جو ملک شام سے ہتھیار لیکر مسلمانوں کے خلاف تیاری کیلئے آرہا تھا، حضور ﷺ لڑائی کے ارادے سے نہیں نکلے تھے، لیکن وہاں لڑائی کا منظر قائم ہوگیا، قافلہ تو نکل گیا اور مکہ معظمہ سے ایک ہزار مسلح نوجوان سامنے آگئے، صحابہؓ سے مشورہ کیا، ہر ایک نے اطاعت کرنے کا جذبہ ظاہر کیا۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ نے بینائی جانے کے بعد ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں دکھلاؤں کہ کہاں سے فرشتے اترتے تھے (۱)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اتنے لمبے تھے کہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو ان کے پیر زمین پر لگ جاتے تھے اور اتنے بلند آواز تھے کہ بارہ میل تک آواز جاتی تھی، بدر میں ایک صحابیؓ ان کو گرفتار کر کے لائے، جس طرح سے کوئی بچہ کسی بڑے آدمی کو لاتا ہے، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری ہوئی، سب سے پہلی بات جو حضرت عباسؓ (۲) نے کہی وہ یہ کہ اس نے مجھے گرفتار نہیں کیا، وہ صحابیؓ قسم کھانے کو تیار ہوئے کہ میں نے گرفتار کیا ہے، تو حضور ﷺ نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ چوتھے آسمان کا فرشتہ تھا جس نے حضرت عباسؓ کو باندھا تھا، اس کے بعد جب صحابہ کرامؓ دوسرے ملکوں میں گئے تو وہ بالکل خوف نہیں کھایا کرتے تھے، لیکن نو مسلم جن کو یہ یقین حاصل نہیں تھا گھبرایا کرتے تھے، یرموک کے موقع پر حضرت ابو ہریرہؓ دشمن کی تیاری کا منظر دیکھ کر گھبرائے تو ایک صحابیؓ نے فرمایا کہ ہماری کامیابی چیزوں پر نہیں بلکہ خدا کی مدد پر ہے۔

کچھ عمل ہدایت لینے کیلئے ہیں اور باقی ہدایت ملنے کے بعد ہیں، ہدایت لینے کیلئے وہ عمل ہیں جن کیلئے مسجدیں بنی ہیں، چیزوں سے ذہن بنتا ہے اور عملوں پر ذہن لاتا ہے، سب سے پہلے مسجد والے اعمال ایمان کی دعوت، اللہ کے علم کا استعمال، اللہ کا ذکر، اللہ کی نماز اور اخلاق کا معاملہ کرنا، یہ وہ اعمال ہیں جن پر ہدایت ملتی ہے۔

---

(۱) حياة الصحابة : ۵۷۸/۳، البداية : ۲۸۰/۳ قال الهيثمي وفيه سلامه بن روح وثقه ابن حبان وضعفه غيره لغفلة فيه.

(۲) كنز العمال : ۲۶۶/۵، وعزه الهيثمي : ۷۵/۶ الى احمد و البزار وقال احمد رجال الصحيح غير حارثه بن مضرب وهو ثقة. حياة الصحابة : ۵۷۸/۳،

حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے محنت کے عمل تو نبیوں کے پاس ہوتے تھے اور یہ عمل امت میں پھیلائے جاتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام لوگوں کو نمازوں پر تعلیم ہے، خدا کے ذکر اور اخلاق پر ڈالنے کی محنت تھا، اور بنی اسرائیل ان عملوں کو اختیار کرتے تھے تاکہ اپنی زندگی میں یہ عمل آجائیں، ان عملوں سے کامیاب ہونے کا تصور ہمیں حاصل ہوجائے اس کیلئے ہر ایک شخص اپنے اپنے اوپر محنت کیا کرتا تھا اور نبی سب کو ان عملوں پر ڈالنے کی محنت کرتے تھے، آمادہ کر کے نماز کی مشق پر، تعلیم پر، ذکر پر لگادیتے، یہ محنت تو انبیاءؑ کی تھی اور جو نبی کی بات کا قائل ہو گیا وہ ہر وقت اپنی ذات سے ان عملوں کے کرنے والا بن جاتا تھا۔

اب ختم نبوت کیا ہے؟ کیا ختم نبوت وہ ہے کہ جو آج ہم مسلمانوں نے بنا رکھی ہے کہ نبوت ختم ہوگئی، آزاد ہو جس طرح چاہو کرو، اب نبیوں کے زمانہ کی طرح کچھ نہیں ہوگا، اسی (غلط فہمی) نے ہمیں گرار کھا ہے۔

یا نبوّت ختم ہونے کا مطلب خدانخواستہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت ختم ہوگئی، حضور ﷺ سے پہلے انبیاءؑ تشریف لائے تھے اور جونسا نبی کھڑے ہو کر دعوت دیتا تھا اس کا طریقہ چلتا تھا اور ان سے پہلے والوں کا طریقہ ختم ہوجایا کرتا تھا، جب تک انبیاء محنت کرتے رہے اپنی اپنی امت کو کامیاب کر کے دکھلادیا، اسی واسطے جونسا نبی محنت کرنے کیلئے کھڑا ہوتا تھا تو کلمہ میں ان کا نام لگتا تھا، جیسے لا الہ الا اللہ نوح النجی اللہ موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ، کلمہ کے مصداق میں تو کبھی فرق آیا نہیں، البتہ مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء تشریف لائے اور ان کے طریقے چالو ہوئے، اب طریقہ محنت حضرت محمد ﷺ کا قیامت تک کیلئے چالو ہوگیا، نماز کا طریقہ، اخلاق کا معیار وغیرہ قیامت تک کیلئے قائم ہو گیا، اب اور کوئی نبی نہیں آئے گا جو آ کر محنت کرے، بلکہ یہ محنت اب امت کے ذمہ کر دی گئی، محمد ﷺ کی نبوت قیامت تک کیلئے دنیا میں محفوظ رکھی گئی ہے اور آپ ﷺ کا فیض جاری کر دیا گیا، حضور ﷺ جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، معاشرت اپنی امت کو دے کر گئے ہیں، اسی طرح سے ان کے وجود میں

آنے کیلئے محنت بھی دے کر گئے ہیں، اب جب ہم حضور ﷺ کے طریقے پر محنت کریں گے تو ہمیں ہدایت مل جائے گی اور دوسروں کو بھی ہدایت ملے گی (لیکن جب ہم حضور ﷺ کے طریقہ پر محنت کو قائم کریں گے)۔

عمل تو یہی ہیں، جب ہم ان عملوں پر محنت کریں اور اس کے بعد خدا سے ہدایت مانگیں گے تو ہدایت ملے گی، محنت کی ایک قسم تو وہ ہے کہ صرف محنت کرنے والے کو ہدایت مل جائے اور دوسری قسم یہ کہ ان کی محنت کی برکت سے دوسروں کو بھی ہدایت مل جائے، محنت کا ایک چھوٹا نقشہ ہے، اس کا نام ہے نماز، اور بڑے نقشے کا نام ہے دعوت، اگر خدا اس میں دعوت والی محنت قائم کریں تو اس کے ذریعہ لاکھوں غیر مسلموں کو ہدایت مل جائے گی۔

ایک آدمی کے کان میں اذان کی ندا آئی، کام چھوڑے، وضو کیا، بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کی اور اقرار کیا کہ اللہ کے علاوہ سے ہماری تربیت نہیں ہوتی، جس اللہ کیلئے مسجد میں آکر نماز میں مشغول ہوتے ہی اللہ تعالیٰ وقتی طور پر اور استقراری طور پر کامیابی نصیب فرماتے ہیں، ہدایت ملنے کی ضرورت ہے، زبان کا بول ہے کہ کیا ماننے سے پلوں گا اور ہدایت اس وقت ملے گی جب دل میں یہ بات گڑ جائے، آگے کہتا ہے کہ ان لوگوں کی طرح کی ہدایت دے جیسی پہلے لوگوں کو دی تھی، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام والی ہدایت کہ اپنے بیوی بچے کو پہاڑ کے دامن میں چھوڑ کر فرعون کو دعوت دینے کیلئے چلے گئے، ایک آدمی نماز پڑھتا ہے کہ فرض ہے پڑھ لو، اس کی نماز ہدایت والی نہیں ہے اور اگر خیال یوں کیا کہ اگر میں نماز پڑھ کر خدا سے دعاء مانگوں گا، خدا میرے مسائل کا حل فرمادیں گے، ہدایت انسان کیلئے اختیاری نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے، دل کے اندر کا یہ وجدان کہ خدا کے کرنے سے ہوگا، تو عمل کی ہدایت مل جائے گی، عمل پر دنیا و آخرت میں سب کچھ ملنا ہدایت کی بات ہے۔

نماز کا جاندار بننا خود خارجی عملوں پر موقوف ہے، اگر کوئی بے وضو کے کھڑا ہو جائے تو خارج ہے تو داخلی عمل قبول نہیں ہوگا اسی طرح سے سمجھ لو کہ نماز ایک عمل اس سے

ہدایت ملے گی اور جو اللہ سے مانگیں گے وہی مل جائے گا، جس طرح سے مال والے کا یقین ہوتا ہے کہ مال سے ضرورت پوری ہو جائے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھتے تھے اور اپنا غلہ لیتے تھے اور پھر خدا سے دسترخوان طلب کرتے تھے اور خدائے پاک ان کیلئے دسترخوان اُتارا کرتے تھے، ہم نماز پڑھ کر دعا کرتے ہیں لیکن کچھ نہیں ہوتا اور وجہ یہ کہ ہدایت نہیں ہے، خالی نماز ہے، اگر ہمارے پاس پیسہ بھی ہے تو ذہن یہ نہیں ہونا چاہئے کہ پیسے سے روٹی مل جائے گی بلکہ اس کا ذہن یہ ہونا چاہئے کہ نماز پڑھ کر مانگوں گا تو خدا مجھے روٹی دیں گے، مقدمہ میں کامیابی، صحت وتندرستی جو مانگو گے وہ ملے گی لیکن اس طرح پر نماز کے واسطے محنت کرنی پڑتی ہے۔

وضو اپنے تقاضے پورے کرنے سے ٹوٹتا ہے اور انسان کے اندر گندگی آجاتی ہے دل کی گندگی پیدا ہو جاتی ہے، اور ایمان کے اندر فرق آئے گا، اسی طرح دل کے پاک ہونے کیلئے ایمان کی مجلسیں رکھی گئی ہیں، آج نماز تو ہے لیکن ایمان کی مجلسیں نہیں ہیں، باہر کی جو چیزیں دکھائی دے رہی ہیں ان کی تردید کی جائے اور جو دکھائی نہیں دے رہی ہے ان کا تذکرہ کیا جائے، مسجد میں روزانہ ایمان ویقین کی باتیں کرنا ضروری ہے تاکہ چیزوں کا تابع ہونا دل میں بیٹھ جائے، غلہ پیٹ میں بھرنا خدا نے رکھا ہے، دکانوں سے پیسہ ملنا خدا نے رکھا ہے، ان کا مذاکرہ کرنا ایمان کو تازہ کرتا ہے، ایک عملوں کا علم حاصل کرنا اور عملوں کو سیکھنا اور مشق کرنا۔

تیسری چیز اللہ کا ذکر ہے، مسجد کے عملوں میں چوتھا نمبر نماز کا ہے، یقین کے ساتھ، علم کے ساتھ، خدا کے ذکر کے ساتھ نماز پڑھی جائے، علم کے ذریعہ جن جن باتوں کی پابندی بتلائی گئی ہے ان کی پابندی کی جائے، جہاں جہاں آپ کے یقین کر رہے ہیں وہاں سے یقین ہٹایا جائے، نماز پڑھ کر خدا سے مانگنے پر حاجتوں کے پورا ہونے کا یقین چاہئے، اگر آپ نماز پڑھ کر خدا سے لینے والے بن جائیں تو خدا اتنا دیں گے جس کی کوئی حد وحساب نہیں ہے۔

ہدایت کی تکمیل اس وقت ہوگی جب باہر کی زندگی میں یقین پیدا کیا جائے اور اس کے دو موقعے ہیں، ایک کمانا دوسرے خرچ کرنا، مجاہدہ کا دوسرا قدم ہے آپ جس نہج پر

کماتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ اس میں کوئی حرام تو نہیں ہے، مثلاً سود یقین کیجئے کہ سود چھوڑنے پر خدا مجھے دے گا، شریعت ایک دم مطالبہ نہیں کرتی، آپ کی کمائی نہ بھی ہو تو یقین کیا جائے، خدا ان عملوں پر مجھے دے گا، وہاں سے یقین اکھڑنا شروع ہوگا اور ایمان بننا شروع ہوگا، درمیان کا وقت مجاہدہ کا ہے، شریعت کے اندر تدریج ہے، اس کو یقین کرنا ہوگا، سود لینے اور رشوت دینے میں تو پانچوں انگلیاں تر تھیں، لیکن جب ان کو چھوڑا تو درمیان میں کچھ دشواری تو آئے گی لیکن اگر آدمی چاہے تو پھر اللہ رب العزت اس کمائی والے طریقہ کے بدلنے پر پہلے سے بہت زیادہ دیں گے۔

تیسرا ایک قدم اور اٹھے گا وہ یہ کہ جب خدا پیسہ دے تو اس کے خرچ میں خدا کے احکامات کو سامنے رکھا جائے، جس طرح سے مال سے ملنا دل میں اترا ہوا ہے اسی طرح سے عمل پر ملنے کا دل میں یقین ہو جائے، جس شہر جس قوم جس علاقہ کیلئے ہدایت چاہتے ہیں تو اس کے انداز سے محنت کرنی شروع کر دی جائے، انبیاء کرام کی محنت اپنی قوم اپنی زبان میں ہوا کرتی تھی، اگر شہر میں محنت شروع کرو گے تو دو چار گھنٹہ کا مسئلہ ہوگا اور اگر گرد ونواح میں جائیں گے تو دنوں کا مسئلہ بن جائے گا اور دل اگر دوسرے ملکوں کو چاہیں گے تو چلوں کا وہ مسئلہ بن جائے گا، اگر تم ساری دنیا میں محنت چاہتے ہو تو اس کیلئے ہزارہا آدمی کی ضرورت پڑے گی، آپ کو محنت کی ایسی ساخت ڈالنی پڑے گی جس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے حدود کو قریب اور بعید میں قائم کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، نبوت کا کام جب ختم ہوتا ہے جب دعا مانگ لی جائے، جب حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگ کر ساری دنیا کو ڈبوا دیا تو ان کا کام ختم ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں: میں اپنی والی امت کی دعاء آخرت میں جا کر مانگوں گا، اور وہی شفاعت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں کہ میں تو کبھی راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میری امت کا ایک ایک فرد بخشا نہ جائے، شفاعت وہ دعا ہے، اور دعاء میرا حق واجب ہے۔

ابھی تک تو ایسا ہے جیسے نماز پڑھ کر تسبیح پڑھتے رہے ہیں، اس وقت تسبیح کا دور چل رہا ہے، جب امام دعاء مانگے گا اس وقت تم بھی دعا مانگ لینا، جس کی جتنی محنت ہوگی

اس کو شفاعت کا موقع دیا جائے گا، جب قیامت تک کیلئے دروازہ کھلا ہوا ہے تو محنت پر نبیوں کی طرح سے کھل جائیں گے، اگر ساری دنیا میں محنت کرنا چاہتے ہو تو اس کیلئے غلہ زیادہ درکار ہوگا، آپ کا طرز محنت ہے کہ لوگوں کو لے کر خود پھرنا اور کبھی لوگوں کو روانہ فرمانا، عمل فقط اتنے ہی ہیں، ان پر عمل کرتے کرتے عام انسانوں کیلئے ہدایت کے دروازے کھلیں گے، اگر شخصی محنت کرو گے تو شخص کیلئے اور عالمی محنت کرو گے تو عالم کیلئے ہدایت کے دروازے کھلیں گے، ہر ہفتہ دو گشت مقامی، مہینہ میں تین دن گرد و نواح میں جماعت بنا کر جانا اور ہر سال چالیس دن کیلئے جتنی وسعت ہو نکل جانا اور ایک دفعہ ہمت کر کے چار ماہ فارغ کر کے کسی باہر کے ملک میں چلا جانا اور پھر محنت کر کے اپنے دل کا وجدان بنانا، خدا ان عملوں پر ہدایت کو عام فرما دیں گے اور مصیبتوں کو دور کریں گے، ساری پرورش فرمائیں گے عزت دیں گے، تندرستی دیں گے، چھ ان عملوں سے کامیابی کا ذہن بنایا جائے گا، تب پوری زندگی کے عملوں کے ہو جانے کا رخ پڑ جائے گا اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے مسلمانوں کیلئے یہ محنت دیدی ہے۔

تقویٰ اس کا نام ہے کہ زندگی کے ہر ہر جزو کو حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق بنانا ہے، عمل کا دروازہ سوال ہے پوچھ کا دروازہ اس وقت کھلے گا جب ہدایت دیں گے، ایک ایک عمل ایسا قیمتی ہے کہ جس کا اندازہ مشکل ہے، ان عملوں پر جو اتنا تجویز کیا ہے، وہ بے حد و حساب ہے جہاں جہاں سے زندگی بننے کا ذہن بنا ہوا ہے وہاں سے یقین ہٹانا ہے اور عملوں پر ذہن کو لانا ہے۔

اب تم خدا کے راستے میں جا رہے ہو کہ ان عملوں سے کامیاب ہونے کا ذہن بن جائے، جو چھوڑا ہے اس کا یقین بھی دل سے نکل جائے، تبلیغ میں آ تو گئے لیکن یہ ذہن نہیں لے کر آئے کہ اس میں اس سے زیادہ ملتا ہے جتنا ہم کمانے میں حاصل کرتے ہیں، صحابہؓ کیلئے خدا کی راہ میں نکلنا آسان ہو گیا تھا، جب ان کا ذہن اس راہ سے کامیابی ملنے کا ہو گیا تھا، اس وقت کا نکلنا تو ہدایت لینے کیلئے ہے اور تبلیغ کا مقام تو اس وقت آئے گا جب ہدایت مل جائے گی، تبلیغ میں یہی تو کہا جاتا ہے کہ اے اللہ! ہم سے کام لے لے، دعوت، تعلیم، ذکر، نماز ان چار چیزوں میں پڑنا ہوگا، اور اللہ، رسول،

آخرت، قبر، حشر کی باتوں میں رہنا دعوت ہے، دعوت کی چار شکلیں ہیں، عمومی گشت، خصوصی گشت، کھڑے ہو کر سمجھانا یا انفرادی طور پر چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر گفتگو کرنا۔

اس طرح سے تعلیم کی چار صورتیں ہیں، ذکر کی بھی چار صورتیں اور نماز کی بھی چار صورتیں ہیں، گویا یہ سب سولہ باتیں ہو گئیں جن کے اندر اپنے آپ کو لگانا ہوگا، چلو تو یا ایمان کی باتیں کرتے چلو یا سیکھتے سکھاتے چلو یا ذکر کرتے چلو، جب کسی مقام پر پہنچ جاؤ تو پھر دعا کرو، دعا کیلئے بار بار جو کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی میں اپنی محنت پر بھروسہ نہ ہو جائے بلکہ اس کا اقرار کیا جائے کہ ہمارے کرنے سے کچھ نہیں ہوگا، محنت کی توفیق بھی تو ہی دے گا اور اس محنت پر اثرات بھی تو ہی پیدا کرے گا، دعا کے بعد پھر ذکر کرتے ہوئے نیچی نگاہیں کرتے ہوئے مسجد میں پہنچ جاؤ، اگر وقت مکروہ نہ ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ کر ہدایت کی دعا مانگو، اپنے لئے بھی اور دوسروں کیلئے بھی، غیر مسلموں کیلئے اسلام میں داخلہ کی، مسلمانوں کیلئے اسلام پر عمل کرنے کی اور اپنے اور دینداروں کیلئے دین کی محنت پر جمے رہنے کی۔

پھر مشورے سے کھانے کا انتظام کر کے خصوصی گشت میں جاؤ تا کہ بے دھڑک یوں کہہ سکو کہ اس وقت کا انتظام کر لیا گیا ہے، اب تو آپ کوشش کر کے جماعت نکلوا دو، جماعت نکلنے کے بعد دیکھا جائے گا، جماعت نقد نکالنے کی کوشش کی جائے اور مقامی کام کی طرف بھی توجہ دلاؤ اور اس طرح سے محنت کرتے پھر و اور دعا مانگو تو جس دن خدا کی رحمت کا جھونکا آئے گا اور تمہاری دعا قبول ہوگی تو جہاں آج کچھ نظر نہیں آ رہا وہاں اسلام کی سرسبزی کے خاکے زندہ ہو جائیں گے، اگر کسی گاؤں میں ایک دن سے زیادہ ٹھہرنے کی ضرورت پڑ جائے تو ٹھہرا جائے، جماعتیں زیادہ اس وجہ سے نہیں ٹھہر پاتی کہ بستی والوں سے کھانا ملنے کا ذہن ہے، ورنہ اگر اپنے کھانے کا خود انتظام کیا جائے تو یوں کئی دن کسی گاؤں میں ضرورت کے مطابق ٹھہرا جا سکتا ہے۔

انسان میں طلب کا مادہ رکھا ہے، خدا کی طرف اس کو لے جانا دعا کہلاتی ہے، اور مخلوق کی طرف دل کا رجحان ہو، تو یہ اِشْرَاف ہے اور زبان سے کہہ دیا تو یہ سوال ہو گیا،

ایک آدمی مسجد میں استنجاء کیلئے آیا، تم کو خیال آیا کہ شاید دعوت کی کہنے آیا ہے، لیکن اگر تم نے پہلے ہی ذہن کو صاف کرلیا تو کسی کے آنے جانے پر کوئی خیال نہیں ہوگا، اسراف سے بچا جائے، چوتھے بغیر اجازت کے کسی کی چیز کا استعمال، یہ چار چیزیں بچنے کی ہیں، چار چیزیں کم کرو، کھانا، پینا، سونا، نہانا دھونا، باتیں کرنا کم کرو، چار باتوں کی عادت ڈالو، اپنی خدمت خود کرو، امیر کی خدمت کرو، ساتھیوں کی خدمت کرو اور ہر محتاج کی خدمت کرو، اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے، جو حاجی صاحبان ہیں یہ تو ضرور ہی اس کی مشق کرتے ہوئے جائیں تاکہ بیت اللہ، بیت الرسول سے انوارات لے کر آئیں، اس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا کہ جو وہاں جا کر دین کی محنت، خدا کی عبادت، اللہ کے ذکر میں نہ لگے، جو ان باتوں میں زیادہ لگے گا، وہ اتنا ہی نور لیکر آئے گا اور جو بازاروں میں زیادہ وقت گذارا تو نام توحج کا لے کر آئے گا لیکن خدا کے ہاں سے مردود بن کر آئے گا۔

آج مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے بازار دنیا بھر کی چیزوں سے بھرے ہوئے ہیں، وہاں موٹریں، ریڈیو، گھڑی، قلم وغیرہ بہت ہی سستے ملتے ہیں، دنیا بھر سے آئی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں تو سستی ملتی ہیں اور مکہ میں پیدا ہوئی چیزیں مہنگی ملتی ہیں، اس شخص سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا جو اس پاک سرزمین میں وہاں کی چیزوں کو استعمال نہ کرے، اور سستی ہونے کی وجہ سے باہر سے آئی ہوئی چیزوں کو استعمال کرے، جو جانور وہاں پھریں گے جہاں حضور ﷺ پھرے تو ان کے اندر برکت ہوگی یا نہیں، برکتوں والے عملوں میں لگائے اور وہاں والی چیزوں کو استعمال کیا جائے تو اس سے تقویٰ کی طرف رُخ پڑ جائے گا، دنیا کے لوگ مسلمانوں کی نفسیات سے واقف ہو گئے ہیں، انہوں نے چیزوں پر بیت اللہ وغیرہ کی تصویریں بنادیں تاکہ مسلمان اس سے متاثر ہو کر ان ہی کو خریدیں، ہماری جماعت جس نے پہلی مرتبہ وہاں گشت کیا ہے، جب جہاز میں سوار تھی تو انہوں نے دیکھا کہ زندہ مرغیوں کو گرم پانی میں ڈالا اور جب وہ مر گئیں تو ان کو صاف کر کے کھالیا، جان صاحب وغیرہ نے جب یہ منظر دیکھا تو سخت ممانعت کی اور اس کے بعد ضابطہ طے ہو گیا کہ ان کے سامنے ذبح کیا جایا کرے گا، ہماری کتابیں

صحیح صحیح کہہ رہی ہیں کہ جو کچھ ہماری مدد ہوتی ہے وہ حضور ﷺ کے طریقہ پر ہوتی ہے، اگر ہم نے اس کو چھوڑ دیا تو پھر کیوں نہ خدا کی مددوں سے محروم ہوں گے، جو حاجی تشریف لے جا رہے ہیں وہ ارادہ کر کے جائیں کہ باہر سے آئی ہوئی چیزوں کو نہیں کھائیں گے بلکہ مکہ و مدینہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو استعمال کریں گے اور جو چیزیں باہر ملکوں کی آئی ہوئی وہاں فروخت ہوتی ہیں ان کو ہرگز خرید کر نہیں لائیں گے، اس کا ایک نقصان تو یہ کہ جو روپیہ پیسہ نیک کاموں میں خرچ ہونا ہے وہ چیزوں کی خریدی میں لگ جائے گا، جو متبرک ہے اس میں کسٹم نہیں ہے اور جس پر کسٹم ہے وہ متبرک نہیں ہے، حج کو جاؤ تو دو باتوں کا خیال رکھنا ایک تو یہ کہ وہاں سے پانی لاؤ کھجور لاؤ، وہاں کی خاک لاؤ، پتھر لاؤ، درختوں کے پتے لاؤ، دوسری بات یہ کہ وہاں کے قیام کے زمانہ میں وہاں کی پیدا ہوئی چیزیں **استعمال کرو** اور یہ جب قابو میں آئیگی جب تمہارا وقت جماعت کے ساتھ گذرے گا۔

خدا کی ذات اسباب کی پابند نہیں

۱۱؍شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۸؍مارچ ۱۹۶۲ء بروز اتوار

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم !

میرے بھائیو اور دوستو!

اللہ رب العزت سارے انسانوں، جانوروں اور ساری کائنات کے ہیں، کسی ایک قسم کے نہیں ہیں اور اسی طرح سے حضور ﷺ کو امتیاز بخشا کہ وہ سارے عالم کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، حق تعالیٰ جو کچھ فرمادیں گے وہ پورے مسائل کو سامنے رکھ کر بتلادیں گے اور اسی طرح سے حضور ﷺ جو طریقہ بتلادیں گے وہ سب کے نفع کا بتلادیں گے اور باقی جتنے انسان ہیں ان میں سے کوئی تو خالی اپنے نفس کا ہی ہے، کوئی بیوی بچوں کا، کوئی خاندان برادری کا، بہت سے بہت کوئی سارے علاقہ اور ملک کا، ہر انسان ساری دنیا کے مفاد کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے، کوئی دنیا بھر کے سامان اور نقشوں کو اپنے خاندان اپنے علاقہ اور ملک کی طرف کھینچ رہا ہے اور کوئی اپنی طرف، جب تک لوگوں کی نظر یہ ہوگی اس وقت تک دنیا میں ٹڈیاں بھی آتی جائیں گی، خون خرابا بھی ہوتا رہے گا، اگر خدا اور اس کے رسول ﷺ کے اعتبار سے محنت کی جائے تو ساری قوموں، علاقوں کیلئے راحت و انعام کے دروازے کھل جائیں گے، اس لئے کہ ان کی بتلائی ہوئی محنت پورے عالم کے نفع کے لئے ہے، اللہ رب العزت سارے عالم کے ہیں، الحمد لله رب العالمین اور محمد ﷺ سارے عالم کے ہیں: وما ارسلنک الا رحمة للعالمین. جب اللہ تعالیٰ کے فرمان اور رسول اللہ کے طریقہ پر محنت ہوگی تو محنتوں میں توافق پیدا ہوگا، اس لئے کہ وہ سب کے مفاد کو سامنے رکھ کر حکم دیں گے، جب کوئی خدا کے طریقوں پر محنت کرنا سیکھنے کے جذبہ سے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو تمام جانور یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں تک اس کیلئے دعا کرتی ہیں،

اس کیلئے کہ سمندروں کا تلاطم تک اس نیک عمل کی برکت سے رُک جائے گا اور مچھلیوں کی زندگی امن میں آئے گی، ہواؤں تک کے جانوروں کی زندگی میں امن آنے کا سبب ہوگا، بداعمالیوں پر جب آندھیاں آئیں گی، اس سے جہاں انسانوں کا نقصان ہوگا وہاں جانوروں کی زندگی بھی تباہ و برباد ہوجائے گی اور جن کے ذریعہ زندگیوں میں امن آئے گا ان کیلئے جانور تک بھی دعا کریں گے، ان طریقوں کے اوپر جب زندگیاں اٹھائی جائیں گی تو خوب پیداواریں ہوں گی اور ہواؤں، سمندروں وغیرہ میں سکون ہوگا اور سب انسان پھلیں گے پھولیں گے اور سارے جانور عافیت کی زندگی گذاریں گے، حضور ﷺ کے طریقے کے سیکھنے کا رواج پڑے گا، ایک شہر میں خدا کا عذاب آنے والا تھا، اتنے میں مؤذن کھڑا ہوا اس نے اذان دی، اذان کے دینے کے ساتھ عذاب دور کردیا گیا، خداوند قدوس نے جو عمل محمد ﷺ کے ذریعہ بھیجے ہیں ان کی ایسی خاصیتیں ہیں اور جب ان کو توڑا جاتا ہے تو پھر کسی عمل پر قحط سالی آتی ہے، کسی پر حکام میں تشدد آتا ہے اور دنیا حوادث کا شکار بن جاتی ہے، حضور ﷺ مال و جان خرچ کرنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، بیوی بچوں کے طریقے لے کر آئے ہیں اور حضور ﷺ نے ہمیں بتلایا کہ زمین سے جو سامان نکل رہا ہے خواہ وہ سونا ہو چاندی ہو، پٹرول ہو اور ان سے جو کچھ تیار ہو رہا ہے ان سے انسان کی زندگی بن بھی سکتی ہے اور بگڑ بھی سکتی ہے اور اگر دنیا میں یہ سامان نہ ہو، جو تم بنا ہوا دیکھ رہے ہو تو بھی انسان کی زندگی کے بننے بگڑنے کا دارومدار خدا کے ارادے پر اور عملوں کے ساتھ ہی ہے۔

اگر اللہ کے دیئے ہوئے اور محمد ﷺ کے لائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی گذارنا آجائے تو ایسا گھر جہاں رہے گا مزے کی زندگی گذارے گا، سارے صحابہؓ کی فکر یہ تھی کہ حضور ﷺ کے طریقے دنیا میں پھیل جائیں اور ان کے اپنی زندگیوں میں آجانے کو کام بنایا تھا، ان کی اس محنت پر خدا نے سارے عالم میں راحت و انعام کی صورتیں پیدا فرمادیں، اتنی نہریں کھودنے کی ضرورت نہ تھی جتنی آج بنائی جارہی ہیں، اتنے قلعے اور حفاظت کے سامان تیار کرنے کی ضرورت نہ تھی جتنے آج تیار کیے جارہے ہیں،

اس وقت مسئلہ آسان تھا دو رکعت پڑھ کر دعا مانگ لی خدا نے بارش کردی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام نے بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھیتی کے سوکھنے کی اطلاع دی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی بارش ہوگئی، غلام کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ ان کی زمین کے علاوہ کہیں بارش نہیں ہوئی (۱)، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں بغیر کمائی کے مال آسکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کا بولنا تو جلدی آجاتا ہے لیکن ان کا کرنا مشکل سے آتا ہے، جس طرح تیرنے کا بولنا تو آسان ہے لیکن اس پر عمل مشکل ہے، سچائی کا بولنا، انصاف کا بولنا تو آسان ہے لیکن ان کا کرنا دیر میں آتا ہے، عمل کا قول جلد ہی آتا ہے اور عمل دیر میں آتا ہے، مشق سے آتا ہے، اس زمانہ میں ہم بولنے کو سمجھتے ہیں کہ وہ عمل آگیا، حالانکہ بول کا آنا اور ہے اور عمل اور ہے، اور بول پر وہ نہیں ملتا ہے جو عمل پر ملتا ہے، دکان کے بول، ملازمت کے بول سے پیسہ نہیں ملتا بلکہ عمل سے ملتا ہے، اسی طرح سے اللہ کی لائن میں قول پر دروازے نہیں کھلیں گے بلکہ عمل پر کھلیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کرنا آجائے تو تین دروازے کھلیں گے، ایک تو بغیر کمائی کے پیسہ دیدیا کریں گے، دوسرے بغیر پیسوں کے چیزیں دیدیا کریں گے اور بغیر چیزوں کے حاجتیں پوری ہوجایا کریں گی، حالات ٹھیک ہوجائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر زندگی گذارنا آجائے تو اسے تقویٰ کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والا متقی ہے، متقی کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو تقویٰ والا بنے گا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقہ پر چلنے والے بنے گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے نعمتوں کے دروازے کشادہ فرمادیں گے، ایسی جگہ سے جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہو اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ زندگیوں سے نکل جائے تو بغیر کمائی پیسہ نہیں ملے گا اور بغیر پیسہ چیزیں نہیں ملیں گی اور بغیر چیزوں کے حالات نہیں بنیں گے۔

مقدمہ میں پھنسا ہوا ہے اور اسی بات کی دعا تو کر رہا ہے کہ وہ اس سے نکل جائے، اس کی مثالوں کے بہت قصے ہیں۔

---

(۱) الاصابة فی تمييز الصحابة : ۱۲۸/۱، ترجمہ نمبر: ۲۴۷ انس بن مالك ابن نضرؓ

جنہوں نے اس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے توڑے اس کیلئے تو ساری دنیا کو دیکھ لو کہ آج محنت پر روپیہ کم تو ملتا ہے زیادہ نہیں ملتا، اسی طرح سے جتنے پیسے ہوں گے اسی کے انداز سے چیزیں ملیں گی اور جتنی چیزیں ہوں گی اس کے بقدر حالات کی درستگی آئیگی، لیکن جب عملوں پر دروازہ کھل جائے گا تو غیر مسلموں تک کو نظر آجائے گا، پہلے جو بھاؤ گیہوں کا تھا اب وہ بھاؤ لکڑی کا ہے، پہلے جس بھاؤ میں گھی ملتا تھا وہ بھاؤ تیل کا ہے، اللہ تعالیٰ تقویٰ پر کیا دیتے ہیں؟ تین دروازے کھولتے ہیں، تبلیغ میں یہی بات کہی جاتی ہے کہ محنت کر کے تم دروازے کھلوالو تو مسلمان انسان حیوان تینوں کیلئے دروازے کھل جائیں گے اور پھر سب تم کو دعائیں دیں گے، صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں اس کے بڑے قصے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بغیر کمائے پیسے دیدیں، ایک صورت تو یہ کہ غیب سے دیدیں کہ لانے والا کوئی دکھائی نہ دے، مال دینے کی دوسری صورت یہ کہ لوگوں کے دل میں ڈالدیں کہ وہ تم کو پیسے دیں یا انسانوں کے علاوہ کسی اور مخلوق کے ذریعہ پیسہ دیدیں اور چوتھی قسم کمانا ہے، اگر آدمی کو کمانے سے بھی ملے اور ان صورتوں سے بھی ملے تو اسے زیادہ کمانا نہیں پڑے گا اور ایسا آدمی کتنے مزے میں رہے گا، روٹی سالن کیسے بنتا ہے، گیہوں اول چکی میں پستا ہے، پھر گوندھائی کیلئے لگتے ہیں اور جہاں زیادہ آٹا گوندھا جاتا ہے تو پاؤں تک سے لوگ روندتے ہیں، پھر روٹی پکا کر آگ پر جلایا گیا، اگر گیہوں پسنے، گوندھنے اور جلنے سے انکار کردے تو تمہیں روٹی نہیں مل سکتی تھی، اسی طرح سے سالن۔ فصل کٹائی کی جاتی ہے، پھر ہنڈیا میں رکھ کر چولہے پر بھونا جاتا ہے تو وہ مزے کا بن جاتا ہے، اسی طرح سے مزے کا آدمی جس کی صحبت میں بیٹھ کر لوگوں کو راحت وآرام ملے اس وقت بنے گا جب محنت اختیار کرے گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام پر زبردست آزمائش آئی لیکن حضرت ایوب علیہ السلام صابر بنے، متقی بنے، اللہ کے طریقوں پر چل کر دکھلایا، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ان کی بیوی کو مزدوری ملنی بھی بند ہوگئی، شیطان نے گھر گھر جا کر پٹی پڑادی کہ اس کا خاوند بیمار ہے،

اگراس سے کام کراوگی تو وہ بیماری تمہارے گھر والوں کو بھی لگ جائے گی، جب کہیں مزدوری نہیں ملی تو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے اپنے تہائی سر کے بال بیچ کر روٹی حاصل کی، اگلے دن ایسے ہی کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ روٹی کس طرح حاصل کی، بیوی خاموش رہیں، جب آپ علیہ السلام نے اصرار فرمایا تو بیوی نے سر کھول کر دکھایا، اس پر حضرت ایوب علیہ السلام کو رونا آگیا اور عرض کیا کہ اے اللہ! آج تو تکلیف ہوگئی، آپ تو ارحم الراحمین ہیں، جواب آیا کہو تو وہی بچے وہی کھیتی وہی جانور زندہ کردیں جو مارے گئے ہیں اور چاہو تو دوسرے دیدیں اور پھر بادلوں سے سونا، حضرت ایوب علیہ السلام کے گھر میں برسایا، ایک چشمہ جاری کیا اور تندرست ہوگئے، اللہ تعالیٰ تقویٰ والے کیلئے اس طرح دروازہ کھولتے ہیں، اگر تم متقی بننے کی کوشش میں بگڑ بھی جاؤ تو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح تم کو کامیاب فرمادیں گے۔

اسی طرح سے حضرت یوسف علیہ السلام نے تقویٰ اختیار کیا جس عورت سے محبت جائز نہیں تھی اس سے بچے تو وہی عورت دوبارہ جوان کرکے دیدی اور پورا ملک مصر ہاتھ میں دیدیا اور خوب مال و دولت کے دروازے کھولدئے، یہ شخصی تقویٰ کی مثال ہے اور اجتماعی تقویٰ کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل ہیں، جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے من وسلویٰ اتار دیا اور پورا ملک ہاتھ میں دیدیا۔

اس امت میں قوم کے تقویٰ کا نمونہ صحابہ کرامؓ ہیں اور شخصی تقویٰ کا نمونہ اولیاء اللہؒ ہیں وہ نمونہ بھی ہے جب محنت والے کھڑے ہوئے، محنت کی تو خدا نے صحابہ کرامؓ کو شام، عراق، مصر، سوڈان وغیرہ ممالک مرحمت فرمائے اور صحابہ کرامؓ کے شخصی قصے علاحدہ ہیں، حضرت ابودرداءؓ کے پاس تھوڑے سے پیسے تھے اور آپؓ کا روزہ تھا، کوئی سائل آیا باندی کو حکم دیا کہ پیسے سائل کو دیدے، پھر باندی نے کہیں سے قرض اُدھار کرکے کھانا تیار کیا اور جب باندی جھاڑو دیتے دیتے ان کے مصلّے کے قریب پہنچی تو دیکھتی کیا ہے کہ چار سو اشرفیاں رکھی ہوئی ہیں، حضرت مقدادؓ استنجے کیلئے کسی پہاڑ کے قریب گئے ہیں، ایک چوہا آیا اور ایک اشرفی ڈال گیا اور اس طرح سے ہر بار آتا رہا اور ایک ایک اشرفی

ڈالتا رہا، یہاں تک کہ سترہ اٹھارہ اشرفیاں آپ کو حاصل ہوگئیں، پھر حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، مسئلہ دریافت کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح سے دیتے ہیں، یہ مثال کہ لوگ لا لا کر دیں، بزرگوں کے ساتھ یہ معاملہ خوب ہوتا ہے، ذہن کا بنانا خدا کے ہاتھ میں ہے، جانوروں کے ذریعہ بھی اگر خدا چاہیں تمہارے گھر میں مال پھینک دیں، یہ نہیں کہ سارے ہفتے، سارے مہینے اور سارے سال کولہو کے بیل کی طرح چلتے رہو اور پھر بھی حاجتیں پوری نہ ہوں، بحیثیت مجموعی صحابہ کرامؓ کو کتنا کتنا مال ملا، باندیاں ملیں، حضرت ام شریکؓ راستہ چل رہی تھیں، سخت پیاس لگی مرنے کے قریب آئیں، لیٹ گئیں، ذرا آنکھ لگی تو ان کے سینے پر ایک ڈول جو سفید رسی میں بندھا ہوا آسمان سے اترا تھا انہوں نے پیا تو پھر کبھی پیاس نہ لگی۔

صحابیؓ سے جب بھوکے پیاسے بچوں کا حال دیکھا نہ گیا تو جنگل کو نکل گئے وہاں جاکر نماز پڑھ کر دعا مانگی، ادھر بیوی نے اپنا حال چھپانے کیلئے تنور میں کباڑ ڈال کر آگ لگادی چولہے پر پانی چڑھادیا اور خود نماز میں مشغول ہوگئی، تھوڑی دیر بعد دیکھتی کیا ہیں کہ چکی چل رہی ہے اور اس سے آٹا نکل رہا ہے، تنور روٹیوں سے بھرا ہوا ہے، چولہے کی پتیلی سالن سے بھری ہوئی ہے، اتنے میں خاوند آگئے اور وہ سارا حال ان کو دکھلایا۔(۱)

متقی بننے کا مطلب ہے کہ حضور ﷺ والے طریقہ کو اختیار کروں گا تو خدا غیب سے میرے لئے دروازہ کشادہ فرمادیں گے، ذہن بنانے کیلئے تھوڑے عمل دیئے ہیں، ایک ذہن تو یہ ہے کہ کمانے سے مال ملتا ہے، مال سے چیزیں حاصل ہوتی ہیں اور ان سے آدمی اپنی حاجتیں پوری کرتا ہے، اصل مقابلہ انسانوں کا نہیں ہے بلکہ مال اور اعمال کا ہے، میں عمل پر محنت کروں گا تو اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے اور پھر مال دیں گے اور میری زندگی بنادیں گے، چوبیس گھنٹے کی زندگی کی سجاوٹ تقویٰ ہے، ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ بند مکان میں ہے، وہاں ایسی طرح کرتا ہے جو طریقہ حضرت محمد ﷺ کا بتلاما ہوا ہے،

(۱) قال الهيثمي : رواه احمد والبزار ورواه الطبراني في الاوسط بنحوه ورجالهم رجال الصحيح غير شيخ البزار وشيخ الطبراني وهما ثقتان. حیاۃ الصحابہ اُردو: ۲۹۹/۳

تو اس کا نام تقویٰ ہے، آدمی روزدار ہے، کواڑ بند ہے، کھانے پینے کی ساری چیزیں موجود ہیں، ہاں آدمی کھانے پینے سے اسی وقت تو بچے گا جب اس کا ذہن عمل کا ہوگا۔

سارے نقشوں میں خدا تمہاری حفاظت فرمادیں گے، اس کیلئے تقویٰ اختیار کرنا پڑتا ہے، ذہن یہ ہو کہ مال سے چیزیں نہیں ملتیں بلکہ عملوں پر ملتی ہیں، اس زمانہ میں لوگ ذہن تو بدلتے نہیں، اسی وجہ سے ہمیں زیادہ سمجھانا بجھانا پڑتا ہے، کمائی کو تو مذہب سے آزاد سمجھ لیا ہے، جن علاقوں میں جس طرح سے کمانا چلا ہوا ہے اسی طرح سے کماتے ہیں، تقویٰ والا کمانا نہیں جانتے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ نے بہت تجارت کی اور تقویٰ اختیار کیا، حضرت معاذؓ وغیرہ نے کھیتی اور تقویٰ اختیار کیا، تو اللہ رب العزت نے ان کو کتنا کچھ دے کر دکھلایا، غلط طریقہ سے کمائی کر کے اور کھا پی کر آدمی معلوم کہتا ہے کہ اب بتلاؤ کہ کیا عمل کروں، حالانکہ اصلی تقویٰ کا تعلق کمائی سے ہے، جب تک آدمی کمائی میں متقی نہ بنا اس کا آخر تک تقویٰ دھوکا ہے، جن کی کمائیوں میں تقویٰ نہیں آیگا ان کے باقی عمل ایسے ہیں جیسے پاخانے پر گھی پورا ڈال کر طباق بنایا جائے، اگر کمائی میں تقویٰ بنایا گیا تو ایسا ہے جیسے تقویٰ کی جڑ لگ گئی، لیکن اگر کمائی میں تقویٰ اختیار نہ کیا تو پھر خواہ سارے عمل حضور ﷺ کے طریقہ پر کرے ان کے اندر جان نہیں پڑے گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، وہ کہیں سے کچھ کھانے کی چیزیں لایا، آپ کو بھوک زیادہ لگ رہی تھی فوراً کھالی، غلام نے عرض کیا کہ آپ ہمیشہ دریافت فرمایا کرتے تھے، آج نہیں دریافت فرمایا، آپؓ نے فرمایا بھوک زیادہ لگ رہی تھی، ہاں بتلا کہاں سے لایا، اس نے عرض کیا کہ جہالت کے زمانہ میں غیب کی باتیں بتلایا کرتا تھا، اس وقت کا قرضہ کسی کے ذمہ تھا، آج اس نے ادا کیا، حضرت ابوبکرؓ نے مسواک اُٹھائی اور حلق میں چلا کر قئے کرنی شروع کی یہاں تک کہ وہ لقمہ باہر آگیا، ذہن یہ ہوا کہ کمائی کی شکل سے ملتا ہے تو اس کو بڑھانے کی فکر کرو گے تو عمل بگاڑو گے، حاجی چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے لبیک اللّٰھم لبیک لیکن وہاں سے جواب مل رہا ہے کہ تیری لبیک مقبول نہیں، اس لئے کہ تیرا کھانا پینا حرام ہے، جب آدمی حرام طریقہ پر کما کر اللہ سے دعا کرتے ہیں تو

اللہ تعالیٰ ان کی کمائیوں میں بگاڑ ڈالتے ہیں تاکہ آخرت کے عذاب سے محفوظ رہیں، اگر ہم ایمان کی مجلس میں بیٹھیں گے، علم کے حلقوں میں شریک رہیں گے، خدا کا ذکر کریں گے، نماز پڑھیں گے تو اللہ رب العزت ان عملوں پر ہمیں بہت کچھ دیں گے، کمائی واسطہ نہیں ہے بلکہ عمل واسطہ ہیں، جیسے کمائی والے کام عمل ہیں اسی طرح سے مسجد والے کام عمل ہیں، ذہن یہ بناؤ کہ اگر میں مسجد والے عمل اختیار کروں گا تو اللہ رب العزت بغیر کمائے مال دیں گے، اور بغیر مال کے چیزیں دیں گے اور بغیر چیزوں کے حالات درست کردیں گے، جب یہ ذہن بن جائیگا تو پھر مسجد والے عملوں میں وقت لگانا آسان ہوجائے گا، جب کمائی میں تقویٰ آجائے گا تو سارے عملوں میں تقویٰ آتا چلا جاتا ہے، طاقتِ تقویٰ جب پیدا ہوگی تو تقویٰ کی ساری صورتوں میں جان پڑ جائیگی، اس ذہن کے بنانے کیلئے کمائیوں میں سے فرصت نکالنا پڑے گا، سارے سال کما کر آج جتنا ملتا ہے اگر تقویٰ آجائے تو چند روز کمانے پر اس سے زیادہ ملے گا، کامیابی، راحت، سکون جس خدا کے ہاتھ میں ہے چیزوں میں نہیں رکھا، تبلیغ میں اصلی چیز تو کمائی سے ذہن کا ہٹانا ہے، اگر عمل سے زندگی بننے کا ذہن بن جائے تو پھر لوگ خوشی کے ساتھ کمائیاں چھوڑ چھوڑ کر دنیا میں پھرنے والے بن جائیں۔

اللہ کا حکم پورا کرنا کمانا ہے، تم نماز پڑھتے ہو، ذکر کرتے ہو، علم حاصل کرتے ہو یہ اللہ کی اصطلاح میں تو کمائی ہے، جس وقت جس بات کا حکم ہو اس کو کرلیا جائے، اسی کا نام کمائی ہے، خالی دکان پر بیٹھنا، زراعت کرنا، ملازمت کرنا کمائی نہیں ہے، حکم پورا کرنا کمانا ہے، اچھے عمل کرنا کمانا ہے، اس میں عملوں کو سنت بتلایا گیا ہے، اخلاقی معاشرتی جتنے احکامات ہیں وہ شکلوں کو چھوڑ کر کرنے کے ہیں، عمل کمائی کے اندر بھی ہیں اور کمائی کے باہر بھی، کہیں کمانے کے عمل سے نماز پڑھنا، پریشان حال لوگوں کی خبر لینا بڑا عمل ہے، کمائی کے اندر جو عمل دئے ہیں وہ چھوٹے عمل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، جس میں بڑے بڑے صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا کہ معلوم نہیں میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ تم خلیفہ ہو اس لئے تم کمانے اور خرچ کرنے میں خدا کے حکموں کا لحاظ رکھتے ہو اور بادشاہت یہ ہے کہ جس طرح چاہے کمائے اور جس طرح سے چاہے خرچ کرے، کعب بن احبارؓ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے سوا کوئی اس فرق کو جانتا ہوگا، حضرت سلمان فارسیؓ بہت بڑے آدمی ہیں، عمل کی پابندی اس وقت آئیگی جب عمل سے ملنے کا ذہن بنے اور کمائی سے نہ ملنے کا ذہن بنے، جب تک تمہارے ذہن میں یہ بات ہے کہ تبلیغ تو ہوتی ہے پیسے سے اور پیسے آتے ہیں کمانے سے، اس وقت تک تبلیغ کرنے سے تم کو پیسہ ملے گا نہیں۔

حضرت جیؒ کے زمانہ کا قصہ ہے، لکھنؤ تشریف لے گئے، نماز کے بعد دروازے کے قریب جا کر کھڑے ہوگئے اور بیان شروع کر دیا، اور کانپور کا مطالبہ رکھا، ایک بوڑھا اُٹھا اور جوتی لیکر چل دیا، آپؒ نے اس کو روکا کہنے لگا کہ مرنے کو تو ہو رہا ہوں مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں یوں چاہتا ہوں کہ یہاں مرنے کے بجائے کانپور جا کر مر جاؤ، واپس آئے تو اسٹیشن سے بغیر لکڑی وغیرہ کے سہارے کے ندوہ آئے اور مولانا علی میاں وغیرہ سے ملاقات کی، انہوں نے تعجب سے حال پوچھا، کہا کہ میں بواسیر کا بیمار تھا، سفر میں سب کچھ کھایا پیا اللہ تعالیٰ نے بیماری دور کر دی، گھر آ کر دیکھا تو کھانے پینے کے ٹرے آرہے ہیں، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی نے پہلے حساب کا روپیہ ان کا ادا کر دیا ہے، کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ کمانے سے نہیں ملتا خدا دیتا ہے اور حضور ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرنے پر ملتا ہے، اب مسئلہ بالکل آسان ہے، جس حال میں بھی ہو، یہاں سے ہی تین چلّے، چار ماہ کیلئے تبلیغ میں نکل جاؤ اور اگر جان پر بنے تو برداشت کرو، اللہ رب العزت دروازے کھولدیں گے، حضور ﷺ کو تین دن کا فاقہ پڑا مسجد تشریف لے گئے نماز پڑھ کر دعا کی، گھر آ کر دریافت کیا کہ کہیں سے کچھ آیا، جواب ملا کہ نہیں آیا، چوتھی مرتبہ جب مسجد گئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کا حال معلوم کیا، ان کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے، حال معلوم ہونے پر حضرت عثمانؓ کچا پکا بہت کچھ لے کر تشریف لائے، حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمانؓ کیلئے بہت دعائیں دیں۔

مشق اصلی اس وقت ہوگی جب ان کے پاس سامان نہ ہو، لیکن آدمیوں سے سوال نہ کرے، نماز پڑھ پڑھ کر خدا سے مانگتا رہے، آج اولیاء اللہ کے قصے جو سنتے ہو وہ ان کی ذاتوں کی بات نہیں ہے بلکہ ان صفات کی بات ہے جو محنت کر کے پیدا کر لی ہیں، اگر یہ راستہ اختیار کرو گے تو تم بننے شروع ہو جاؤ گے، یہاں سے ہی نقد نکل جاؤ۔
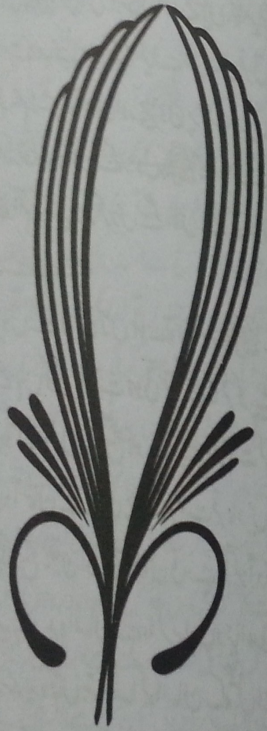
کامیابی پروردگار کے قبضہ میں ہے، چیزوں میں نہیں!

۱۲/شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱/مارچ ۱۹۶۲ء بروز بدھ، بعد نماز فجر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

میرے بھائیو اور دوستو!

عام انسانوں کا راستہ اس دنیا میں محنت کرنے کا اور ہے کامیابیاں حاصل کرنے کا اور ہے، انبیاء کا اور ہے، کامیابی کی محنت کا جس طرح انسان ارادہ کرتا ہے اسی طرح سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ بھی اس کا مطالبہ کرتے ہیں، کامیابی کی محنت بہت ضروری محنت ہے، لیکن راستہ کامیاب ہونے کا کیا ہے اس میں فرق پڑتا ہے، انسانوں کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ ہم زمین و آسمان اور چیزوں پر محنت کریں اور ان کے ذریعہ سے کامیاب ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مطالبہ ہے کہ تم اعمال کے ٹھیک کرنے کی محنت کرو، خدا تم کو کامیاب کر دیں گے، اس لئے کہ ساری کامیابی کا تعلق خدائے پاک کی ذات سے ہے۔

حق تعالیٰ شانہ چیزوں سے راضی نہیں ہوتے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس زمین و آسمان کی خدا کے ہاں کوئی حقیقت ہوتی تو کسی کافر کو پینے کیلئے ایک گھونٹ پانی کا نہیں دیا جاتا، یقین و عمل دونوں کے صحیح ہونے کیلئے ہم محنت کریں، ایک ایک ذرہ ایمان پر خدا ساتوں زمین و آسمان سے بڑی جنت مرحمت فرما دیں گے، خدا کے ہاں قیمت چیزوں کی نہیں ہے بلکہ صحیح یقین اور صحیح اعمال کی ہے، اگر آدمی نے عمل خدا کی مرضی کے مطابق کئے ہیں تو یہ پسندیدہ انسان ہے، اگر ساری دنیا اور اس کا مال کسی کے ہاتھ میں آجائے تو وہ خدا کا پسندیدہ نہیں بنتا بلکہ اگر انسان کے عمل اچھے ہیں تو وہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے، جیسے انبیاء تشریف لائے، وہ ملک و مال کے نقشوں میں نہیں آئے، ملک و مال دوسروں کے پاس ہے اور انبیاء ان سے دوسرے رخ پر آئے اور ہمیشہ اللہ رب العزت نے انبیاء کو دوسرے رخ پر اٹھایا تاکہ ثابت ہو جائے کہ کامیابی ملک و مال

میں نہیں ہے، بلکہ اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے، انبیاء تشریف لائے اور ملک و مال والوں کے مقابلہ میں کچھ عمل دئے اور بتلایا کہ اگر تم ان کو اختیار کرو گے تو خدا تم کو ملک و مال کے مقابلہ میں کامیاب کر کے دکھلا دیں گے۔

ملک و مال تو مخلوق ہے اور خدا کی صفات مخلوق نہیں ہے، جس طرح خدا لا محدود اور بے نہایت ہیں اسی طرح سے خدا کی صفات لا محدود اور بے نہایت ہیں، خدا کی مخلوق کو محاورہ میں خدا کی قدرت ہونے سے غلط فہمی ہو گئی، یہاں تک کہ جنت دوزخ بھی خدا کی قدرت نہیں بلکہ خدا کی قدرت کے دلائل ہیں، معجزات دلائل نبوت ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لئے نہیں آئے کہ لکڑی کو اژدہا بنا کر دکھلائیں بلکہ توریت پر چلانے آئے، اسی طرح سے حضور ﷺ قرآنِ پاک پر چلانے آئے، یہی موضوع نبوت ہے اور معجزات و خوارق ثبوت ہیں، اللہ رب العزت حضور ﷺ کو آسمان پر لے گئے، یہ دلائل نبوت ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لئے نہیں آئے کہ وہ آگ میں گر کر دکھائیں بلکہ وہ اللہ رب العزت کے احکامات پر مخلوق کو چلانے آئے اور یہ اس لئے تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اسی طرح سے انسان کی پرورش و حفاظت اللہ کی طرف سے ہو گی، ان چیزوں سے نہیں ہو گی، یہ چیزیں تو خدا کی قدرت کا مظہر ہیں، آج بنانے میں قدرت دکھائی ہے اور ایک دن توڑ پھوڑ کر قدرت دکھلا دیں گے، اللہ رب العزت منی کے قطرے سے نبی بنائے ہیں، ولی پیدا فرمائے ہیں، سلاطین بنائے ہیں اور کبھی ان کو اپنی قدرت سے مار کر دکھلائے ہیں، غرضیکہ سارے انسانوں کی پرورش خدا کی قدرت سے ہوئی، ان سب کو عزت و ذلت خدا کی قدرت سے ملی، آدمی بننے کا تعلق، بڑھنے کا تعلق، حفاظت کا تعلق، زندگی کا تعلق، خواہ وہ ذرہ ہو یا آفتاب، نبی ہو یا ایک چیونٹی، ہر ایک کی پرورش کا تعلق خدا کی قدرت سے ہے، ساتوں زمین و آسمان کی حیثیت خدا کی قدرت کے مقابلہ میں ایک ذرہ کی سی بھی نہیں ہے، انسان بنے ہوئے سے فائدہ اٹھانے کی محنت کرتے ہیں اور انبیاء بنانے والے پر محنت کر کے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ کرتے ہیں، بنے ہوئے سے زندگی نہیں بنتی، جس طرح مردہ سے زندگی نہیں بنتی بلکہ بنانے والے کے ارادہ سے زندگی بنتی ہے۔

جو بنی ہوئی چیزوں سے کامیابی پر محنت کرتے ہیں، خدا ایک دن ان سب کو ناکام کر کے دکھلا دیں گے، نبیوں نے بتلایا کہ اللہ رب العزت کو قدرت ہے کہ وہ بغیر چیزوں کے تمہاری پرورش فرمادیں، بغیر ملک و مال کے ایک اسکیم دنیا میں چلادیں، خدا کی قدرت شکلوں کی پابند نہیں ہے، بلکہ جتنی بھی شکلیں ہیں فرشتوں سے لیکر چیونٹی اور مچھر کی شکل تک اللہ رب العزت کسی کے پابند نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہیں تو سارے مل کر کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے، کسی کو ایک گھونٹ پانی نہیں پلا سکتے، اللہ رب العزت شکلوں سے پاک ہیں، اور اپنی قدرت سے ہر کسی کی پرورش فرماتے ہیں، سارے انبیاءؑ کا موضوع ہے بنے ہوؤں کے اوپر محنت کرنے سے ہٹانا اور خدا کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کی محنت پر ڈالنے آئے۔

کبھی نبی اکثریت کے مقابلہ میں آئے اور اقلیت کو عمل بتلائے اور اللہ رب العزت نے اقلیت کو کامیاب کر کے دکھلایا، لاکھ کروڑ کا لفظ قلت کا نہیں ہے بلکہ کثرت کا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں جب تم بارہ ہزار پر پہنچ جاؤ گے تو اقلیت کی وجہ سے ناکام نہیں ہوگے بلکہ کسی ناکامی اور بناء پر ہوگی جو حضور ﷺ کے بتلائے ہوئے عملوں کی کمی ہوگی، اسّی آدمی نوح علیہ السلام کے عملوں پر تھے اور باقی ساری دنیا ان کے پاس سب کچھ تو تھا لیکن ان کے پاس لا الہ الا اللہ کا یقین اور حضرت نوح علیہ السلام کے عمل نہیں تھے، اللہ رب العزت نے پوری دنیا کو ڈبو کر دکھلا دیا اور اسّی آدمی کو بچا کر اور ان کے ذریعہ دنیا کو بسا کر دکھلا دیا، خدا نے بہت جگہ بتلایا کہ کتنی اقلیتیں ہیں جو اللہ رب العزت کی مدد سے اکثریت پر کامیاب ہوگئیں، ایک قصہ بھی دکھلا دیا ہے تا کہ ہم وہ عمل کریں جس سے خدا ہم کو اقلیت کے باوجود کامیاب کردیں، بدر کے دن تم خدا کے سامنے رو رہے تھے، اللہ رب العزت نے تمہاری دعا قبول کی اور تم کو کامیاب کر کے دکھلایا، دشمن کی تلواریں کاٹ نہیں رہی تھیں، تمہاری لکڑیاں تلواروں کا کام دے رہی تھیں اور غزوۂ حنین میں جب تم نے یوں کہہ دیا کہ آج کیوں نہیں جیتیں گے جبکہ ہم بارہ ہزار ہیں، جیتنا جب تم نے اپنی ذات کے ساتھ لگایا، اللہ تعالیٰ نے ناکام کر کے دکھلا دیا اور جب میدان سے

بھاگ گئے اور وہ اکثریت کا تصور ٹوٹ گیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سو کو کامیاب کر دیا۔

یہ اتفاقات نہیں ہیں بلکہ قیامت تک کیلئے مثالیں قائم کی گئی ہیں، اسی طرح سے قوم عاد کے قصہ نے بتلایا کہ قومی قوت سے کامیابی نہیں ہوتی، بلکہ خدا کی قدرت سے کامیابی ہوتی ہے، حضرت ہود علیہ السلام کے بتلائے ہوئے طریقے اختیار نہ کئے تو اللہ رب العزت نے اس طاقتور قوم کو برباد کر دیا اور کمزور لوگوں کو کامیاب کر کے دکھلا دیا، اسی طرح سے حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے کمزوروں کو بچایا اور صنعت والے طاقتور لوگوں کو ناکام کر کے دکھلا دیا، نمرود نے اسکیم چلائی کہ آج کی رات صحبت نہ ہو، لیکن اس کی تمام تدابیر کے باوجود صحبت ہوگئی اور جب نجومیوں نے شور مچایا کہ وہ صحبت ہوگئی تو پھر انہوں نے بچوں کو مارنا شروع کر دیا، لیکن اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وزارت کے گھر میں پال کر دکھلا دیا(۱)، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے تھا کہ یہ کچھ نہیں کر سکتے بلکہ سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے، نمرود کی ساری قوم عید منانے کیلئے شہر سے باہر گئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارے بتوں کو توڑ کر رکھ دیا اور سب سے بڑے بت کے کاندھے پر کلہاڑا رکھ دیا اور جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا تم نے یہ کام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمادیا کہ اس بڑے بت (نے یہ کیا ہے، اگر تم چاہو تو اس) سے پوچھ لو، اور جب وہ کہنے لگے کہ یہ تو بولتے نہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اُف تمہارے اوپر اور ان پر جن کو تم پوجتے ہو، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالدیا گیا، اللہ رب العزت نے بچا کر دکھلا دیا، پھر نمرود نے کھسیانا ہو کر کہا کہ ہمارے ملک سے چلے جاؤ، دوسرا پہلو یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکیم اٹھائی کہ ساری دنیا میں مسلمان موجود ہو جائیں، جبکہ سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے چند ساتھیوں کے کوئی اللہ تعالیٰ کو ماننے والا نہیں تھا، حضرت

(۱) تفسیر الطبری، جامع البیان مع تحقیق احمد محمد شاکر، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ : ۱۱/۲۸۰، ۲۰۰۰ء، اثر نمبر : ۳۳۶، قال المحقق هذا الأثر رواه ابو جعفر في تاريخه مطولاً : ۱/۱۱۹

ابراہیم علیہ السلام نے اسکیم اٹھائی کہ ساری دنیا میں مسلمان پھیل جائیں اور سارے علاقوں ملکوں سے لوگ اللہ کے گھر پر آویں، اسکیم چلانے کے واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بات کی کہ جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اسی کو کرتے چلے گئے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے بیوی اور بچہ کو جنگل میں ڈال کر دعا کی کہ اے اللہ! میں نے آپ کے حکم کے مطابق اپنے بیوی اور بچہ کو جنگل میں ڈالدیا ہے، آپ ان کے ذریعہ ساری دنیا میں دین کیلئے محنت کرنے والے پیدا فرما، اس پر اللہ رب العزت نے زمین کو پھاڑ کر پانی نکال کر دکھلا دیا۔

اس سے اللہ رب العزت نے دکھلا دیا کہ اللہ رب العزت جب چاہتے ہیں تو بغیر چیزوں کے پرورش فرماتے ہیں، انگریزی تاریخ دان طبقہ کو بہت غصہ آتا ہے اس بات پر کہ مسلمانوں کی ساڑھے نوسو برس حکومت رہی، انہوں نے ہندوستان کے سب لوگوں کو مسلمان کیوں نہیں بنالیا، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حکومت سے اسلام نہیں پھیلا، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے زمانہ میں مسلمانوں کی حکومت نہیں تھی، اللہ کے بھروسہ پہاڑوں کے بیچ میں لاکر ڈالدیا اور دین کیلئے محنت کی، ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ ایک سفر جو آپ نے اجمیر سے بنگال تک کا کیا، نوے لاکھ انسان مسلمان ہوئے، یہاں سے پتہ لگا کہ کسی اسکیم کو خدا چلاتا ہے، چیزوں سے نہیں چلتی، ہر ملک کے قصے اٹھا کر دیکھ لو کہ وہاں اسلام کس طرح پھیلا، چین میں اسلام کے پھیلنے کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ دو عرب وہاں پہنچے اور تجارت شروع کی اور اسلامی طریقہ اختیار کیا، چنانچہ جو بھی ایک مرتبہ ان سے سودا خرید لے پھر اور کہیں نہیں جا سکتا، یہاں تک کہ پوری منڈی پر ان کا قبضہ ہو گیا، مقامی تاجروں نے حکومت میں شکایت کردی، حکومت نے ان کو دکان بند کرنے کا حکم دیا، لیکن انہوں نے دکان بند کرنے سے انکار کردیا، جب حکومت کے عملے نے مداخلت کی تو پوری پبلک ان کی حمایتی بن گئی اور مسلمان ہو گئی، ان تاجروں نے کمانے اور معاشرت میں اسلامی طریقہ اختیار کیا تو اللہ رب العزت نے ان کی برکت سے پورے ملک میں اسلام پھیلا دیا، سنگاپور میں اسلام کے پھیلنے کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ وہاں ہر سال ایک عورت کو سمندر کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا، ایک عرب تاجر وہاں آیا کرتے تھے اور ایک غریب

عورت کے یہاں ٹھہرتے تھے، قسمت سے اس سال اس عورت کی لڑکی کا نمبر آ گیا، عورت رات بھر روئی بیٹی، ان عرب تاجر نے حال دریافت کیا اور کہا کہ تم لڑکی کے بجائے مجھے بھیج دو، چنانچہ زنانہ لباس پہنا کر ان کا جلوس نکال کر بھینٹ چڑھایا گیا (اور وہ سمندر سے صحیح وسالم بچ نکلے یہ دیکھ کر لوگ مسلمان ہو گئے)۔

باطل مذاہب کے پھیلنے کی صورت تو یہ ہے کہ کچھ دباؤ ڈالا، کچھ نوٹ کا لالچ دیا اور لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرلیا، لیکن اسلام ملک ومال کے طریقوں کا نام نہیں ہے بلکہ ملک ومال کے علاوہ انبیاء اور عمل لے کر آئے ہیں، ان کو اختیار کیا جاتا ہے تو اللہ رب العزت اپنی قدرت سے زندگی بنا کر دکھلاتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں ڈالدیا، تاجروں کے ہاتھ غلام بنا کر بیچ دیا، مصر میں جو عورت عاشق زار بنی تھی، قید میں ڈلوا دیا لیکن اللہ رب العزت نے تنہا حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے لاکر وزارت کی کرسی پر بٹھلا دیا اور یہ سب کچھ اس پر ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تقویٰ اختیار کیا، آج مسلمانوں سے یوں کہا جائے کہ تم اپنے عمل ٹھیک کرلو تو کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے، اس سے پتہ لگتا ہے کہ نماز کو انہوں نے سمجھا ہی نہیں، حالانکہ نماز قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے طریقہ کا نام ہے، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے اس کیلئے نہ معلوم کتنے دن محنت کی، ایمان نام ہے عقل کو توڑ کر تسلیم کرنے کا، نماز پڑھو اور نماز پڑھ کر خدا سے مانگو، اس سے دنیا میں زبردست انقلاب ہوا ہے، نمازیوں کو گھر کرنا نہیں پڑا بلکہ ہر طرح کے مصائب برداشت کئے اور حکومت کے پاس اپنی حاجت نہیں لے گئے بلکہ خدا سے مانگتے رہے تو خدا نے ساری دنیا کو قدرت دکھائی کہ جو ہمارے حکموں کو پورا کرتے ہیں اور ہمارے اوپر بھروسہ کرتے ہیں ہم ان کو اس طرح کامیاب کرکے دکھلاتے ہیں، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے پاس محنت والا توکل تھا اور قوم کے پاس نماز والا توکل تھا، قوم نے جب سامنے سمندر اور پیچھے فرعون کو مع لشکر دیکھا تو گھبرا کر کہہ اٹھے کہ اے موسیٰ! پکڑے گئے، آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہیں، اللہ رب العزت نے دریا پر لکڑی مارنے کا حکم دیا،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عقل نہیں لگائی اور فوراً دریا پر لکڑی ماری، اللہ رب العزت نے سمندر میں راستے پیدا کر دیئے، حضرت موسیٰ اس سے پہلے اس کی مشق کر چکے تھے کہ جو بات خدا کی کان میں پڑ جائے فوراً اس کی تعمیل کیلئے تیار ہو گئے، اللہ رب العزت نے دکھلا دیا تھا کہ شکلوں میں کچھ نہیں رکھا ہے، شکلیں تو خدا کے ہاتھ میں ہیں، ان کو سامنے رکھ کر نہ چلا جائے بلکہ قدرت کو سامنے رکھ کر قدم اٹھاؤ اور کائنات کو سامنے رکھنا چھوڑ دو اور اللہ کے حکموں کو سامنے رکھ کر قدم اٹھاؤ، غیب سے خدا تمہارے لئے کامیابی کی صورتیں پیدا فرما دیں گے، بارہ راستوں سے بنی اسرائیل نکلے خدا نے پار کر دیا اور جب فرعون اور اس کا عملہ دریا کے اندر پہنچا اللہ رب العزت نے سب کو ڈبو کر دکھلا دیا اور بنی اسرائیل کو ملک مصر دیدیا اور کتنے دن تک آسمانوں سے من وسلویٰ اتار کر دکھلا دیا، اصلی نماز یہ ہے کہ نقشوں کا یقین دل سے نکال دیں اور خدا کی قدرت پر یقین کریں، اسی نماز پر اللہ رب العزت کامیاب کر کے دکھلاتے ہیں۔

تفسیر کی کتابوں میں سورتیں تک لکھی ہوئی ہیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کونسی سورتیں پڑھتے تھے، اسمائے حسنیٰ پڑھتے تھے اور وہ دعائیں بھی لکھی ہیں جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مانگتے تھے، اس پر اللہ رب العزت ان کیلئے آسمان سے دسترخوان اتارتے تھے، جس طرح خدا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک دیئے اور بنی اسرائیل کو مدائن سے خلاصی کیلئے نماز دی تھی اسی طرح سے خدا نے ہم کو بھی نماز دی ہے، لیکن ہم نے نماز کو بے جان بنا رکھا ہے، اس لئے کہ ہم مسجدوں کو اپنی کمائیوں کے تابع سمجھتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم کماتے ہیں اور اس سے مسجد کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، جب سے مسلمانوں کا یہ رخ پڑا ہے ان کی مسجدوں کی جان نکل گئی ہے اور مسلمان کمائیوں میں آزاد ہو گئے، اگر کوئی سود سے دھوکے سے اور تجارت سے حرام طریقوں سے روکے تو کہتے ہیں کہ مولوی صاحب آپ کیا جانیں کہ کس طرح سے کمائی ہوتی ہے، خالی نماز پڑھنے سے کیا ہوتا ہے، تو یہ کہنا مولوی صاحب کو کہنا نہیں ہے بلکہ خدا کو کہنا ہے، جب امت ایسی گستاخیوں پر اتر رہی ہو تو وہ چمکے کیسے، ہماری اصل بیماری یہ ہے کہ ہم مسجدوں میں لینے کیلئے نہیں آتے بلکہ اپنے

زعم باطل میں دینے کیلئے آتے ہیں، مسجدیں ساری دنیا کے ملک ومال، سونا چاندی، کارخانے وغیرہ کے رکھنے والے، فقیروں کو کامیاب بنانے کیلئے بنائی گئی ہیں۔

ان طریقوں کے مشق کرنے کی جگہ مسجدیں ہیں، جو خدا کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں، اس لئے آج خالی چند رکعت نماز سمجھی جاتی ہیں، تم تو یوں کہتے ہو کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے کمائی چاہئے، میں یوں کہتا ہوں کہ خالی نماز سے نہیں ہوتا بلکہ نماز کے ساتھ ایمان چاہئے، علم چاہئے، خدا کا ذکر چاہئے، جیسی نماز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ نماز سیکھو سب سے پہلے بنے ہوئے سے یقین ہٹاؤ اور بنانے والے پر یقین جماؤ، ایک یقین تو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے، اس کا نام تو بے ایمانی ہے یہاں تک کہ اگر تم دیکھ کر یقین کرو تو یہ یقین کرنا معتبر نہ ہوگا، آج یقین کرو کہ ایک دن مغرب سے خدا سورج نکالیں گے اور جس دن خدا نکالیں گے اور لوگ یقین کریں گے تو ان کا یہ دیکھ کر یقین کرنا معتبر نہیں ہوگا۔

مسجدوں میں بیٹھو اور کوئی اللہ تعالیٰ بڑائی بیان کرنے والا بیان کرے اور سب سنیں، اذان کے ذریعہ اللہ رب العزت نے ایجنڈا بھیج دیا، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، جہاں بھی تم ہو وہاں ہی یہ کہو کہ چیزیں چھوٹی ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے ہیں، غیر خدا کو چھوٹا کہنا اور خدا کو بڑا کہنا یہ تو اجمال ہے اور تفصیل کیلئے قرآن وحدیث ہے، دوسرا عنوان اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ہے، اس میں یہ بتلا دیا کہ کسی غیر سے کچھ نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی قدرت اور ارادہ سے ہوتا ہے اور تیسری چیز اشھد انّ محمداً رّسول اللّٰہ وہ اللہ جن کے کرنے سے سب کچھ ہوتا ہے اس نے اپنے قاعدے قانون دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے، چوتھی چیز یہ حی علی الصلوٰۃ . حی علی الفلاح، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چیزوں سے کامیابی کا انکار کیا ہے، کوئی چیزوں سے نہیں پلتا، خدا پالتا ہے اور خدا سے کامیابی لینے کا ضابطہ چیزیں نہیں بلکہ اعمال ہیں، ہماری نماز ایسی ہے جیسے بندر کا نقل اتارنا، ایک کام روزانہ مسجد کا یہ ہے کہ اس کے اندر ایمان کے حلقے قائم کئے جائیں اور اعمال کے فضائل بیان کئے جائیں، یہ سمجھ لو کہ پانی شرط ہے پاکی حاصل

کرنے کیلئے، اسی طرح سے جب تک ایمان کی باتیں بولنے سننے والے نہیں ہوں گے
اس وقت تک شرک سے پاکی حاصل نہیں ہوگی، شریعت مطہرہ نے جس طرح وضو،
غسل چاہئے بدن کے پاک ہونے کیلئے اسی طرح سے ایمان کی دعوت دی ہے تا کہ
دل شرک سے پاک ہو جائے۔

ہمارے پاس قلعہ ہوگا تو ہم بچ جائیں گے، ہم دوا کھائیں گے تو صحت مل جائے گی،
ان کا یقین جانور تک بھی کرتے ہیں، ڈلا اٹھاؤ کوا بھاگ جائے گا، کھانے کی چیز
سامنے رکھو بکری گائے کھانے کیلئے آجائیں گی، مسجد کا ایک کام تو یہ ہے کہ یقین بدلا جائے،
چیزوں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی ذات پر لایا جائے، ایمان کی مجلس میں جو وقت لگایا جائے
اس پر یقین کرو کہ خدا ہم کو اس عمل کی برکت سے پالیں گے، نماز پڑھیں گے خدا ہماری
پرورش فرمادیں گے، دوسرا عمل تعلیم کا دیا گیا ہے، یہاں آکر علم حاصل کرو، دنیا میں خدا
تمہاری پرورش فرمادیں گے، اسی طرح سے ذکر میں وقت لگاؤ اور ان عملوں کو اتنا کرو کہ
چیزوں میں (کامیابی کا) جاننا ختم ہو جائے اور اعمال میں (کامیابی) جاننے لگ جاؤ۔

حضرت محمد ﷺ نے سب کچھ عملوں میں بتلایا ہے، نماز پڑھ کر یقین کرو کہ یہ وہ
نماز ہے کہ جو کچھ نماز پڑھ کر مانگوں گا اللہ تعالیٰ مجھے مرحمت فرمادیں گے، خدا ایسے فقیر کو
غنی کر کے دکھلادیں گے جو خدا کا حکم پورا کر کے دعا مانگے گا، فقیر کہتے ہیں محتاج کو، اور
ہم اپنی پرورش میں اللہ رب العزت کے محتاج ہیں، اگر کوئی اللہ سے لینا چاہے تو وہ
بندوں سے لینا چھوڑ دے، آدمیوں کے سامنے سوال نہ کرے، ان کی چیزیں نہ دبائے،
اگر کسی نے ایک پیسہ بھی لیا ہو تو نماز کی جان نکل گئی، انبیاء کے زمانہ میں ان عملوں پر
نبی محنت کیا کرتے تھے، نبی علم پر ذکر پر نمازوں پر اخلاق پر محنت کرتے تھے، ایک طرف
یہ عمل ہیں، ایک طرف ان کیلئے محنت کرنا ہے، محنت کر کے ان چیزوں کو دنیا میں چلانا
نبیوں کا کام ہے اور ایک ختم نبوت ہے، ہم نے ختم نبوت کے یہ معنی لے رکھے ہیں کہ اب
کچھ کرنا نہ پڑے، حالانکہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت ختم نہیں ہوئی،
اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا، محمد ﷺ کی نبوت قیامت تک کیلئے پھیلا دی گئی ہے،

بشرطیکہ ان کے طریقے پر محنت کی جائے، حضور ﷺ کا طریقہ یہ ہمیں دیدیا گیا ہے،
جو کامیاب ہونا چاہے وہ محمد ﷺ کے طریقہ پر قدم اٹھا کر کامیاب بن جائے، پہلے
جس طرح ان عملوں کے وجود میں آنے کیلئے انبیاء محنت کیا کرتے تھے اس طرح کی
محنت کرنا اب مسلمانوں کے ذمہ ہے۔

اگر مسلمان ایمان، کلمہ، نماز، علم، ذکر، اخلاق وغیرہ پر محنت کریں تو خدا ان کو نبیوں
کی طرح چمکا دیں گے اور اگر یہ ایمان و اعمال کی پیداوار کی محنت چھوڑ دیں اور چیزوں کی
پیداوار کی محنت میں پڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کی طرح ذلیل و خوار کر کے دکھلا دیں گے،
سارے دین پر پڑنے کیلئے پہلے کچھ بنیادی اعمال دیدئے جن کی مشق مسجدوں کے اندر
کی جاتی ہے، ان عملوں پر اسی طرح سے تم کو ملے گا جس طرح کمانے سے ملتا ہے، مسجد کی
تعلیم سے شادی کا طریقہ لو، پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ و برتاؤ کرنے کا طریقہ لو،
کمانے کا طریقہ لو، جب تمہارے عملوں کی ترتیب ٹھیک ہوگی تو اللہ رب العزت نماز کے
ذریعہ تمہاری کامیابی کا دروازہ اس طرح سے کھولدیں گے جیسے بنی اسرائیل کیلئے کھولا تھا۔

ہر مومن مسلمان کے چار مہینے ان عملوں کو پھیلانے کی محنت پر خرچ ہوا کرتے تھے اور
باقی آٹھ مہینے جو مقام پر رہ کر گذارے جاتے تھے ان کی تقسیم یہ تھی کہ آدھا دن کی کمائی
اور آدھا دن مسجد کے کاموں میں، آدھی رات اپنے گھروں میں اور آدھی رات مسجد میں
نماز پڑھنے، خدا کا ذکر کرنے وغیرہ میں، اس اعتبار سے مدنی صحابہؓ جن کے ہاتھوں عرب
اور پھر ممالک اسلامیہ میں اسلام پھیلا ان کے جان و مال کی تقسیم تھی کہ آدھا کمانے
کھانے میں خرچ ہوتا تھا اور آدھا خدا کے دین کے سیکھنے پھیلانے پر خرچ ہوتا تھا، اگر تم بھی
اسی طرح سے اپنے اوقات کی وہ ترتیب قائم کر لو جو صحابہ کرامؓ کی تھی، خدا تمہارے
ذریعہ سے اپنے ملک میں اور دوسرے ملکوں میں اسلام کو پھیلا کر دکھلا دیں گے۔

پہلے چار ماہ اپنے ملک میں مشق کر کے کام سیکھ لو اور ہر سال اپنے ملک میں چلّہ
لگاتے رہا کرو اور پھر خدا توفیق دے تو ہر سال چار ماہ لگاتے رہو اور زیادہ خرچ لے کر آؤ
تو تمہیں دوسرے ملکوں میں بھیجا جائے۔

محبتِ خداوندی کے بغیر اعمال بے جان ہیں!

۱۵/شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۲/مارچ ۱۹۶۲ء بروز جمعرات بعد نماز فجر

نحمده و نصلّى علىٰ رسوله الكريم!

میرے بھائیو اور دوستو!

انسان کی محنت اس کا اپنے آپ کو استعمال کرنا، یہ سبب ہے اس کی کامیابی اور ناکامی کا اور زمین و آسمان سے جو کچھ پیدا ہو رہا ہے یہ وقتی گھاس پھوس ہے، ایک دن اس کو بناتے ہیں اور ایک دن توڑتے ہیں، انسان کی محنت اگر اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق ہوئی وہ کامیاب ہو جائیگا، دنیا میں بھی پھلے گا پھولے گا اور آخرت میں بڑے بڑے درجے پائیگا اور جس کی محنت غلط ہوگی وہ اس دنیا میں بھی خسارہ میں رہے گا اور آخرت میں بھی مصیبتوں میں گرفتار کیا جائے گا، اگر تم عملوں کے صحیح کرنے کیلئے محنت کروگے تو اتنا ہی کامیاب ہو جاؤ گے اور جتنا عمل خراب ہوں گے اس کے بقدر مصیبتوں کے دروازے کھل جائیں گے، کچھ عمل ہمیں محنت کیلئے دیئے گئے ہیں، اگر تم فرحت و سکون چاہتے ہو، جان و مال کی حفاظت چاہتے مرنے کے بعد دوزخ سے بچ کر جنت میں جانا چاہتے تو عملوں کی محنت کو بڑھاؤ، اس سے تمہارا تعلق چیزوں سے ہٹ کر اللہ اور اس کے رسول سے پیدا ہو جائیگا، انسان کا تعلق محنت سے قائم ہوتا ہے، دنیا میں ہزاروں لاکھوں عورتیں ہیں ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں لیکن اگر کسی عورت کو دیکھیں اس کی آواز سنیں اور اس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہوگا تو اس سے محبت بڑھ جائیگی اور دیوانگی کی کیفیت پیدا ہو جائیگی اور اگر کسی عورت، لڑکے یا جانور وغیرہ پر نگاہ پڑے اور آدمی اپنی نگاہ ہٹالے تو اس سے تعلق پیدا نہیں ہوگا، آج کل عشق ہوس کا نام رکھ لیا ہے، آج عشق مجازی بھی نہیں رہا، کتابوں کے اندر عشق کے واقعات رہ گئے ہیں، ورنہ آج تو عشق نہ مجازی رہا نہ حقیقی رہا، کتابوں میں عشق کے بہت قصے لکھے ہوئے ہیں، قیس حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کے زمانہ کا آدمی ہے، ایک دن ان سے کہا گیا کہ مسلمان ہو کر یہ کیا کرتا ہے، اس نے کہا

یہ محبت ضرور لیکن آج تک کوئی بات ایسی نہیں کی جو خلاف شرع ہو، جمیل اور ابوسینا دونوں میں بہت محبت تھی، ایک رات ساری رات دونوں شعر پڑھتے رہے اور صبح ہونے پر یہ اپنے گھر چلے اور وہ اپنے گھر چلی گئی، ایک شہزادے اور ایک فقیر زادے میں محبت ہوگئی، بادشاہ نے دیکھا کہ جہاں فقیر زادہ بیٹھے وہیں شہزادہ بیٹھے، بادشاہ نے فقیر زادے کو مدرسہ سے نکلوا دیا، فقیر زادے نے کہلوایا کہ میرا دل تیرے بغیر نہیں لگتا، شہزادے نے کہا کہ دل میرے پاس بھیج دے، فقیر زادے نے قاصد سے کہا کہ جب میں آواز دوں اندر آجانا، اندر جا کر چھرا مار کر اپنا دل نکال کر رکابی میں رکھ دیا، اندر سے آواز دیدی کہ لے جا، ایک فقیر کو شہزادے سے محبت ہوگئی، بادشاہ کو یہ بات ناگوار گذری، فقیر کا سر قلم کرنے کا حکم دیا، فقیر کا سر لڑھکتا ہوا چلا اور بادشاہ کے محل تک پہنچ گیا، بادشاہ نے شہزادے کو سینہ سے سر لگانے کا حکم دیا تو اس کو سکون ہوا، پھر اس شہزادے نے بھی اس کی قبر پر پڑ کر اپنی عمر تمام کردی، جن چیزوں کی سوچ گھنٹوں ہمارے سروں میں چلتی رہتی ہے ان کی محبت تو پیدا ہوگئی اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت دل سے نکل گئی، آج نہ تعلق ہے نہ عظمت ہے، نہ یقین ہے، اس لئے آج دین بھاری پڑ گیا، آج دنیا میں رات بھر جاگنا آسان اور گھنٹہ بھر تسبیح پڑھنا مشکل، کوئی عورت ملنے کا وظیفہ بتلا دیا جائے تو آدمی ساری رات پڑھنے کیلئے تیار اور اگر حوروں کے ملنے کیلئے اللہ کے نام کی ایک تسبیح بتلائی جائے تو اس کا پڑھنا مشکل ہے۔

آج حالات حاضرہ کے ساتھ دین پر چلنے کی خواہش رکھتے ہیں، حالانکہ لا الہ الا اللہ میں تاثر غیر کی نفی ہے اور خدا کے تعلق کا اثبات ہے اور سبحان اللہ، الحمد للہ یعنی سوم کلمہ یہ مدلل کلمہ ہے وجوہات محبت خدا میں سب جمع ہیں، اور وہ جن کی وجہ سے محبت نہ ہو ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، جس نے حسن دیا ہے اس کا اپنا حسن کیسا ہوگا، سارے انسانوں کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے برابر نہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن خدا کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں جب تک کہ میں اس کی بیوی بچے اور

مال سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں، یہاں اشکال پیش آتا ہے کہ محبت وہبی ہے کسبی نہیں، محبت ایک کیفیت ہے اور ایک سبب ہے، تمہارا عورت کو بار بار دیکھنا کسبی ہے، اس کے دیکھنے کیلئے چلنا یہ کسبی ہے، جب یہ کسب ہوتا ہے تو خدا دل میں کیفیت ڈالدیتے ہیں اور آدمی سب سے تعلق ختم کر کے ایک کا ہو رہتا ہے، جب تک غیر اللہ کی محبت دل میں ہے اس وقت تک دین پر چلنا مشکل ہے، حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ محبت تو ہر ایک میں ہے، عشق کس کو کہتے ہیں، محبت بکھری ہوئی ہے، جب تک یہ بکھری ہوئی رہے اسے عشق نہیں کہتے، جب سمٹ کر ایک میں آجائے تو اس کو عشق کہتے ہیں، کسی کی محبت مال میں کسی کی بھینس میں کسی کی گھوڑے میں سمٹ کر آجاتی ہے، اگر محبت سمٹ کر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف آجائے تو دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے، گرمی میں اپنے محبوب کے دیکھنے کیلئے جانا محبوب ہے اگر کسی کو کسی کے ساتھ عشق ہو تو اس کے دیکھنے کیلئے پوری رات جاگ سکتا ہے، دین میں دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں، عروج، دشمنوں کا دوست بننا ہوگا دین سے اور دین آئے گا محنت سے، جتنا تم مولیٰ کیلئے مولیٰ پر محنت کروگے اتنا ہی تمہاری محبت غیروں کی طرف سے ہٹ کر خدا کی طرف آجائے گی، اللہ رب العزت کوئی جسم تو ہیں نہیں کہ اس کے پیر دبائے جائیں یا خدمت کی جائے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک چرواہا اللہ رب العزت سے کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! تو کہاں ہے؟ میں تیری خدمت کروں؟ تجھے کھانے کھلاؤں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سن کر اس پر غصہ کیا وہ سہم گیا اور خاموش ہو گیا، اللہ رب العزت سے ملاقات ہوگئی تو ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! تم ملانے کیلئے آئے ہو یا جدا کرنے کیلئے، جاؤ وہ جس طرح کہہ رہا ہے اِسے کہنے دو۔

اللہ رب العزت نے شکلیں پیدا کیں اور روزمرہ نماز پڑھ کر ان سے علیحدہ ہونے کی مشق کی گئی، خدا کیلئے تم اس طرح استعمال ہو جس طرح کوئی محبوب سے ملنے جائے تو وہ تیاری کر کے جاتے ہیں، خالی نماز سے تعلق پیدا نہیں ہوگا بلکہ محبوب کا تصور کرنے سے تعلق پیدا ہوگا، تذکرہ کرنے، جان لگانے سے محبت پیدا ہوتی ہے، علم سے خدا پاک کی صفات معلوم ہوں گی، اس سے اللہ کے ساتھ کا تعلق اور محبت بڑھے گی۔

لہٰذا تم خوب نمازیں پڑھو، استخارہ کی نماز پڑھو، حاجت کی نماز پڑھو، یا خالی نفلیں ہی پڑھتے رہو، اس سے تعلق خدا سے قوی پیدا ہو جائیگا، اس لئے نماز کو آدھا دین بتلایا گیا ہے، نماز نہ ہوگی تو تعلق نہ ہوگا اور جب تعلق نہ ہوگا تو دین پر چلنا مشکل ہوگا، آدمی اتنا کامیاب ہوگا جتنا وہ دیندار ہوگا، اگر دینداری ہے مالداری نہیں، عہدیداری نہیں تو کامیاب ہے، دینداری' کامیابی کے واسطے ضامن ہے اور دین اتنا ہوگا جتنا تعلق ہوگا اور تعلق اتنا ہوگا جتنا ہماری جان لگے گی، لہٰذا چیزوں سے جان ہٹاؤ اور عملوں پر جان لگاؤ، جتنا عملوں پر جان لگانے کی مقدار بڑھے گی اتنا ہی خدا کا تعلق پیدا ہوگا اور جب تمہارے اندر خدا کا تعلق، دینداری آئیگی تو لوگ تمہارے غلام بن جائیں گے، چیزوں پر یا تو محنت ہو ہی نہیں یا ہو تو کم سے کم ہو، تین محنتیں رکھی ہیں، اپنے سے تعلق پیدا ہونے کیلئے ایک محنت چھوٹی ہے، ایک بڑی، ایک وہ جس میں تعلق بہت زیادہ پیدا ہوگا کہ مرنا بھی آسان ہو جائے اور ایک وہ جس میں صرف جان پر برداشت کرنا آسان ہو، چھوٹی والی محنت تو یہ ہے کہ تم اپنی ہی جگہ رہتے ہوئے تعلیم پر جمع ہو، محبوب کے ذکر پر لگاؤ، محبوب کی باتوں پر اپنے آپ کو لگاؤ، محبت پیدا کرنے کیلئے جان لگاؤ، اگر کوئی قرآن پڑھے تو خدا سے محبت پیدا نہیں ہوگی، جب تک تعلیم میں محبت پیدا ہونے کی نیت نہ ہوگی، اگر نیت تعلیم و ذکر میں خدا سے محبت پیدا ہونے کی نہ ہو، تو کبھی بھی محبت پیدا نہ ہوگی، ایک آدمی ساری رات ذکر کرے سارے دن ذکر کرے، لیکن وہ اس وقت بھی خدا کا ولی نہ بنے، کالج، اسکولوں کے لڑکوں کو دیکھا ہے کہ امتحان میں پاس ہونے کیلئے نمازیں پڑھتے ہیں، وظیفے پڑھتے ہیں، لیکن عربی مدارس کے طلباء سے مسجدیں نہیں بھرتیں اور تسبیح لے کر نہیں بیٹھتے، اس لئے کہ اس تعلیم سے انہیں کوئی عہدہ ملتا نظر نہیں آرہا ہے، البتہ امامت تو کہیں گئی نہیں، کالج والے جب امتحان سے فارغ ہو جاتے ہیں تو وہ بے نمازی ہو کر نکلتے ہیں، اس لئے کہ نماز پڑھنے اور وظیفہ پڑھنے کی غرض امتحان میں کامیاب ہونا تھا، اسی طرح سے اگر مکاتب و مدارس کے پڑھنے والوں کی نیت خدا کو خوش کرنا نہ ہو تو ساری عمر پڑھنے کے بعد بھی خدا کی محبت پیدا نہیں ہوگی۔

ایک مسلمان بادشاہ نے قانون بنا رکھا تھا کہ عہدہ اس وقت ملے گا جب فلاں مدرسہ کی سند ہوگی، سارے مالداروں کے بچے سارے عہدیداروں کے بچے اس میں پڑھتے تھے، بادشاہ ایک مرتبہ اس مدرسہ میں پہنچا، لباس بدل کر اور ایک ایک بچہ سے ایک ہی سوال کیا کہ بچے تم پڑھ کیوں رہے ہو، ہر ایک کا کہنا تھا کہ میرا باپ فلاں عہدہ پر ہے میں اس کی جگہ اس وقت لے سکتا ہوں جب یہاں کی سند ملے، انہی میں امام غزالیؒ بھی چھوٹے سے بچے تھے، ان سے دریافت کیا کہ کیوں پڑھ رہے ہو تو کہا کہ میں اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے پڑھ رہا ہوں، بادشاہ نے اپنا لباس بدلا، سب لوگ جمع ہوگئے، اس وقت بادشاہ نے کہا کہ اگر یہ بچہ نہ ہوتا جو صحیح نیت سے پڑھ رہا ہے تو میں آج مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیتا۔

تعلیم کا حلقہ ہو رہا تھا کوئی آبیٹھا تو ثواب مل جائے گا، لیکن تعلق، محبت پیدا نہ ہوگی اور جب محبت نہ ہوگی تو تعلیم پر عمل مشکل ہے، دین پر آدمی محبت سے چلتا ہے، لہٰذا تم اپنی محبت بدلنے کے واسطے مسجدوں میں اپنا وقت لگاؤ، ایمان کی مجلسوں میں بیٹھو۔

حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں کسی بات کے عمل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو اسی کا وعظ شروع کردیتا ہوں، مثلاً اگر سچائی اپنے اندر پیدا کرنی ہے تو سچائی کا وعظ شروع کیا، ایمان کی مجلس، ذکر کے حلقے، علم کی مجلس، نمازوں کے پڑھنے میں جان لگاؤ، یہ خدائی اعمال ہیں، یہ سب عمل خدا نے ہمیں دئے ہیں، ان سے دوسرے عملوں کا دروازہ کھلے گا، تقویٰ پیدا ہوگا، ظلم زندگی سے نکلے گا عدل آئیگا، زنا ختم ہوگا پاکدامنی آئیگی، جب ان عملوں کے ذریعہ اللہ کا یقین پیدا ہوگا۔

محبت یقین کو لازم ہے اور یقین کیلئے محبت، لہٰذا تم ان چار عملوں میں اتنا لگو کہ تمہیں ان میں لگے ہوئے باہر کی چیزوں کا دھیان نہ آئے بلکہ باہر کی چیزوں میں لگے ہوئے ان کا دھیان آئے، دھیان آئے کہ مسجد میں تعلیم شروع ہوگئی، جلدی چلوں، کھانا جلدی سے کھالوں، تسبیح پڑھنے کا وقت ہوگیا تو پھر یہ عمل تمہیں خدا کے تعلق تک پہنچادیں گے، اس سے محبت کی بسم اللہ ہوگی اور اگلا قدم یہ ہے کہ رمضان آگیا، دن کو روزہ رکھو اور رات کو جاگو، عشق پیدا ہوتا ہے، رات کو جاگنے اور بھوکا رہنے سے، اس کے درجات ہیں، آپ نے تھوڑی دیر کے لئے ان عملوں میں لگنے کا نظام بنایا، اس سے خالی مناسبت پیدا ہوگی، محبت نہیں پیدا ہوگی، جس جز سے مناسبت نہیں ہوتی اس میں لگنا ایسا ہوتا ہے جس طرح سے کیل چبھ رہی ہو، محبت کا دروازہ جب کھلتا ہے جب آدمی رات کو جاگے، دن کو بھوکا پیاسا رہے، جتنا جاگے کسی کے تصور اور یاد میں اور پھر شعر پڑھے تو دل کے اندر آگ لگادے گا اور بھوک پیاس کی برداشت محبوب کیلئے محبت کو تیز کردے گی، اس سے عشق کی گاڑیاں تیزی سے چلتی ہیں، اگر کسی کے ساتھ محبت پیدا ہونے کا رخ ہوجائے اور بار بار اس کے دیکھنے کی صورت اختیار کی اور شعر پڑھنے شروع کئے تو جنون کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، ایک درجہ تو سالانہ ہے، لیکن آدمی عشق کے کمال تک نہیں پہنچتا ہے جب تک کہ محبوب کی گلی کوچے نہ پھرے اور لپٹے چمٹے نہیں، اس کیلئے اللہ رب العزت بیت اللہ کو بلا رہے ہیں اور حجر اسود کے بوسہ کو بتلایا کہ یہ ایسا ہے جیسے خدائے پاک کے ہاتھ کو بوسہ دینا اور چاروں طرف سے احرام باندھ کر دیوانوں کی طرح سے لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوں، اگر یہاں بھی محبت پیدا نہ ہوگی تو پھر خدا سے محبت پیدا ہونے کا اور کوئی موقع نہیں ہے، لیکن یہاں خالی حج کا عمل نہیں ہے، بلکہ اور عمل ملے ہوئے ہیں، محبوب کی باتیں کرتا ہو کہ تمہارا محبوب کتنا حسن وجمال والا ہے، کیسا پالنے والا ہے، گھنٹوں محبوب کی باتیں سنو، تمہاری زبان خدا کی ذات وصفات کو بولے گی، کان سنیں گے، ان عملوں کے ساتھ جب تم نماز میں لگوگے، روزہ رکھوگے اور حج کروگے تو تمہاری محنت کے اندر کمال پیدا ہوگا، ہم نہ تو نماز میں، نہ روزہ میں، نہ حج میں اتنی جان لگاتے ہیں کہ جن سے مناسبت پیدا ہوجائے بلکہ نام چارے کیلئے آتے ہیں، جس طرح سے بدکا ہوا اونٹ کسی جگہ آتا ہے کہ ادھر سے آیا ادھر نکل گیا، اُگالدان کے دھونے ہی کو دیکھ لو، جس کو تعلق محبت ہوتا ہے وہ اور طرح دھوتا ہے اور جس کو تعلق نہیں رہتا وہ سرسری طور پر دھوتا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو دھوبی کے لڑکے

کی طرح سے بھی نہ ہوئے، جب بادشاہ کے کپڑے آتے ہیں تو دھوبی کا لڑکا شہزادی کے کپڑے لے لیا کرتا تھا اور خوب محبت کے ساتھ دھویا کرتا تھا اور ایسا دھویا کرتا تھا کہ کوئی دھونے والا دھو نہ سکے، اس بات کا چرچہ شروع ہوا یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے کہ دھوبی کا لڑکا شہزادی سے محبت کرتا ہے، بادشاہ نے دھوبی کو بلایا اور حکم دیا کہ آج سے لڑکا شہزادی کے کپڑوں کو ہاتھ نہ لگائے، کپڑے آئے لڑکا شہزادی کے کپڑوں کی طرف دوڑا، باپ نے منع کر دیا، دھوبی کا لڑکا چارپائی پر جا پڑا اور ایک دو روز میں ہی انتقال کر گیا، کپڑے دھل کر گئے تو شہزادی نے دھوبن کے منہ پر پھینک کر مارے کہ ایسا خراب کیوں دھوئے، پہلے بھی تو دھوئے جاتے تھے، دھوبن نے سارا واقعہ شہزادی کو سنایا، اس کی محبت کی رگ بھڑکی اور اس نے کہا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چل، رات کو شہزادی دھوبن کے ساتھ قبرستان پہنچی اور لڑکے کی قبر پر گر پڑی، قبر پھٹی اور وہ اندر چلی گئی، صبح شہزادی کی تلاش شروع ہوئی، ڈھونڈا، قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ دونوں لاشیں ایک دوسرے کے اندر پیوست ہو گئیں ہیں۔

جو عمل کرو خواہ تعلیم دو خواہ تعلیم لو، اللہ کے تعلق کے پیدا ہونے کیلئے ہو، ذکر و تسبیح بھی اسی غرض سے پڑھی جائیں، نبیوں میں محنت کے عمل تو یہی ہیں، ایمان کی مجلس، تعلیم کے حلقے، ذکر خدا، نمازیں، رمضان المبارک میں روزے اور ایام حج میں حج کے ساتھ یہ عمل جتنی مشق اپنے علاقہ میں کر لی تو اس کے ساتھ بیت اللہ پہنچو، اگر ان عملوں کی عادت نہ پڑی اور تعلق میں خدا کا رخ قائم نہیں ہوا تو تکمیل کس طرح سے ہوگی، اس لئے کہ تکمیل چاہتی ہے وجود کو، جو یہاں اپنے بیوی بچوں میں لگا رہا، چیزیں خریدتا رہا، اور اسی حال میں وہ گیا تو اللہ اللہ اور اس کے رسول کا تعلق پیدا نہیں ہوگا، جبکہ یہ روسیاہ بیت اللہ پر پہنچ کر بے تعلقی دکھلا کر آیا ہے، روضۂ اطہر پر کھڑے ہو کر بے تعلقی دکھلا کر آیا ہے اور جو ان عملوں کو خدا کا تعلق محبت پیدا ہونے کیلئے کرتا ہوا جائے اور دیندار بننے کی محنت کر کے جائے تو اگر سفر ان عملوں کے ساتھ ہوا ہوگا تو وہاں سے تعلق و محبت لے کر آئیگا اور اگلی زندگی دینداری کے رُخ کی پڑ جائے گی، یہ تو گھٹیا درجہ ہے، اور

بڑھیا والا یہ ہے کہ دنیا میں ان عملوں کے رائج ہونے کیلئے محنت کرو، چیزوں کی محنت سے (نکال کر) لاؤ اور عملوں کی محنت میں ان کو لگاؤ۔

عوام الناس محنت اس وقت کرتے ہیں جب ان سے محنت کرائی جاتی ہے اور جو محنت کرانے والا ہو کہ وہ خود بھی ان عملوں کے اپنے اندر پیدا ہونے کی محنت کرے اور دوسرے کے اندر ان عملوں کے رائج ہونے کیلئے محنت کرے، اپنے مقام پر اپنے محلّہ میں قرب و جوار میں لوگوں کو چیزوں کی محنت سے ہٹا کر ان عملوں کیلئے لاؤ، باہر کے علاقوں میں نکلو تو کھانے پینے میں دیر سویر ہوگی، رات کا سونا جائے گا تو تمہارا تعلق اس مشق سے خدا کے ساتھ بہت زیادہ ہو جائے گا، محنت کا قدم آگے بڑھاؤ، پہلے دن لگائے تھے اب مہینے لگاؤ، پہلے مہینے لگائے تھے اب سال لگاؤ اور یہ خیال نکالدو کہ میری کھیتی کا کیا ہوگا، دکان کا کیا ہوگا، اگر عاشق ان باتوں کو سوچے تو وہ عاشق نہیں ہوگا، عاشق ہمیشہ معشوق کی چیزیں دیکھتا ہے، لہٰذا تم اپنی چیزوں کو دیکھنے کے بجائے خدا کی چیزوں کو دیکھو تو اس سے محبت پیدا ہو جائے گی۔

حضور ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان عدل کرتے تھے اور یوں فرماتے تھے کہ دل تو میرے قبضہ میں نہیں، یہ تیرے ہاتھ میں ہے، ظاہر کا نقشہ محبت کا بنالو تو خدا محبت پیدا کریں گے، آج لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! دعاء کر دو، محبت پیدا ہو جائے، اس کا نام اِجتباء ہے، یہ تو گاہے گاہے ہوتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قصہ ہے کہ ایک دن جب وہ ڈاکا ڈالنے جا رہے تھے، کان میں آواز پڑی کہ کیا ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آ گیا کہ ان کے دل ڈر جائیں، انہوں نے عرض کیا کہ آ گیا! اور فوراً اللہ کے ولی بن گئے، لیکن یہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا، ضابطہ یہ ہے کہ تعلق پیدا کرنے کی شکل اختیار کرو اور محبت خدا سے رو رو کر مانگو، اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے اور اس محبت کے پیدا ہونے کیلئے ملک بھر میں مارے مارے پھرو، اور تکلیفوں میں مزے آئیں گے اور پھر ممالک اسلامیہ میں نکل جائیں اور پھر بیت اللہ کی حاضری دیں تو اللہ رب العزت محبت کا اونچا درجہ مرحمت فرما دیں گے، یہ سارے اولیاء

اللہ خدا کے رشتہ دار نہیں تھے، انہوں نے عشق و تعلق کے بدلنے میں محنت کی تھی، اس واسطے وہ اللہ کے ولی مانے جاتے ہیں، ایک بزرگ نے اپنی بیوی کو کہا کہ دریا کے پار فلاں بزرگ کو روٹی دے آ، بیوی نے کہا کہ کس طرح پار ہوں، بزرگ نے کہا کہ یوں کہتی ہوئی پار ہو جا کہ اس کی برکت سے اللہ پار کر دے جس نے کبھی محبت نہ کی، یہ کہتی ہوئی پار ہو گئی اور کھانا دوسرے بزرگ کو پہنچا دیا، پھر عورت نے ان بزرگ سے کہا کہ اب واپس کیسے جاؤں؟ کہا کہ یوں کہتی ہوئی پار ہو کہ اے اللہ! اس شخص کی برکت سے پار کر دے جس نے کبھی کھایا نہ ہو، عورت کو سخت غصہ آیا، تو خاوند نے بتلایا کہ میں نے کبھی محبت اپنے چاہنے سے نہ کی اور ان بزرگ نے بھی کھانا اپنی خواہش سے نہیں کھایا، تم نے دیکھا ہوگا کہ کچھ سڑکیں تو مشترک ہوتی ہیں، پھر علیحدہ علیحدہ چلتی ہیں، اسی طرح سے چار ماہ تو ہر ایک کو تبلیغ میں لگانے ہوں گے، جس طرح سے پرائمری اسکول میں سب بچے پڑھتے ہیں۔

ان عملوں سے مناسبت پیدا ہونے کیلئے ان کو کرو، اعلیٰ قسم کا ایمان اللہ بنا دے تو ہر سال چار ماہ لگاتے رہنا ورنہ ایک دفعہ چار ماہ اور ہر ہر سال چلّہ لگاتے رہنا۔

ہم دعوت دینا سیکھ رہے ہیں!

۱۶ رشوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ رمارچ ۱۹۶۲ء بروز جمعہ بعد نماز فجر

نحمده و نصلّی علیٰ رسوله الکریم!

میرے بھائیو اور دوستو!

جس راستہ پر محنت کرنا چھوڑ دیا جاتا ہے اس کے منافع مٹ جاتے ہیں، آج دین ایسا جزوی اور سرسری ہو کر رہ گیا کہ اگر کسی نے اس پر عمل کر لیا تو بہت اچھا اور اگر نہ کیا تو بھی اچھا۔

مردہ عدمِ محض کا نام نہیں ہے، مردہ ایک وجود ہے جس سے کچھ ہوتا نہیں، جب مری ہوئی بھینس کہہ دیا اس کے معنی یہ ہوئے کہ وجود تو ہے لیکن اس سے ہوتا نہیں ہے، اسی طرح سے زمین، آسمان، ہوا، پانی ایک وجود ہیں لیکن ان سے ہوتا نہیں، خدا جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے، خدائے پاک ان کے ذریعہ جو کرنا چاہیں کر دیں گے، زمین و آسمان، چاند و سورج کی مرضیات ختم ہو گئیں، یہ عالم نہ کچھ کرنے کی چیز رہا نہ ڈالنے کی، اگر خدا کی بات کے پورا کرنے میں یہ سب کچھ ٹوٹتا نظر آئے تو بھی ابھی خدا کی بات کو پورا کیا جائیگا، جتنی چیزوں کو انسانوں نے حیثیت دے رکھی ہے لا الہ الا اللہ نے سب کو ختم کر دیا، وزارت، عدالت، دوا، کپڑے وغیرہ کی وہ حیثیت نہیں جو انسان سمجھ رہے ہیں، اگر خدانخواستہ تم نے اس سے ہونا سمجھا جس سے ہوگا نہیں، صدارت، وزارت، سیاست وغیرہ کا آخری نتیجہ ناکامی کی صورت میں آئے گا، یہ حقیقت انسان کو کیسے سمجھ میں آئیگی اس کیلئے محنت کرنی پڑے گی، جب محنت کی جائے تو دھوکے سے نکلیں گے اور حقیقت تک

پہنچیں گے، انسان جب اپنے آپ کو ان کی والی محنت پر ڈالدے تو لا الہ الا اللہ کی حقیقت انسان پر منکشف ہوگی اور جب لا الہ الا اللہ کی حقیقت ان میں اُتر جائیگی تو ظاہر کے خلاف اس کی زندگی آئیگی، زندگی بنا کر دکھلائیں گے، کلمہ کی حقیقت اس وقت آئیگی جب انسان کی محنت کا رُخ حضور ﷺ کے طریقہ کی طرف ہو جائیگا، جب تک دل کی گہرائیوں میں یہ کلمہ نہ اتر جائے اس وقت تک انسان کی دنیا و آخرت دونوں خطرے میں ہیں، جو کچھ اس دنیا میں دھوکہ ہے حضور ﷺ اس کے مقابلہ میں حقیقت لے کر آئے ہیں، دھوکہ یہ ہے کہ چیزوں سے زندگی بنے گی، حضور ﷺ یہ بات لے کر آئے ہیں کہ عملوں سے زندگی کامیاب بنے گی اور اس کے لئے محنت کا مطالبہ کیا گیا ہے، عمل تو بہت سارے ہیں، کامیاب بننے کیلئے چوبیس گھنٹے کی زندگی میں عمل بتلائے ہیں، ایک ایک عمل پر اللہ رب العزت اس زمین و آسمان سے دس دس گناہ بڑی جنت مرحمت فرمادیں گے، ایک کار ضبط کرلی جائے تو کتنا رنج و غم ہوگا، لیکن آج چوبیس گھنٹے کی زندگی میں عمل نہیں، حضور ﷺ والا طریقہ ان میں نہیں ہے اور اس کی کوئی فکر و احساس بھی نہیں ہے۔

قرآنِ پاک پڑھنا ایک عمل ہے ہزار ہا عملوں میں سے اس کا ایک ایک حرف پڑھنا چھوٹا علم ہے، قرآن پڑھنے کی نیت سے کوئی قٓ کہے یا نٓ کہے تو اس کی دس نیکی بن گئی، ایک قول کے مرادف اور دوسرے قول کے مطابق، قٓ بولنے پر تیس نیکیاں بن گئیں اور ایک ایک نیکی پر جنت دس گنا ملے گی، جب ایک درجہ کا یہ ثواب ہے تو پورے قرآنِ پاک پڑھنے پر کتنا ملے گا، اگر دنیا کا معمولی نقصان ہو جائے تو اس کیلئے کتنے پریشان اور بے چین ہوتے ہیں، عملوں کی قیمت اس وقت معلوم ہوگی جب عملی ذہن بن جائے کہ کامیابی عملوں پر موقوف ہے، ایک آدمی کی بھینس مر گئی اس نے صبر کیا تو اللہ رب العزت جنت دیں گے، ایک بھینس جانے پر حور و غلمان مل جائیں تو یہ نفع کی بات ہے، اس کو نقصان کون کہتا ہے، جیسے کوئی بھینس پچاس ہزار کی بک جائے تو آدمی کتنا خوش ہوتا ہے، ہمارا دین عمل کا نہیں رہا اس وجہ سے ہمیں نفع و نقصان نظر نہیں آتا ہے، یہ ہمارے ذہن

کی خرابی ہے، اس کی مثال ایسی ہے، جس طرح سے سانپ کا کاٹا ہوا کہ وہ کڑوی سے کڑوی چیز کو میٹھا بتلادے گا، یہ بات نہیں کہ عمل کی قیمت نہیں ہے، لیکن ہمارا مزاج خراب ہو رہا ہے اس وجہ سے بھی اس کے منافع نظر نہیں آتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو ایک ایک آیت کی قیمت بتلایا کرتے تھے، اسی طرح سے ایک استاد اپنے شاگردوں کو ایک ایک مسئلہ کی قیمت بتلایا کرتے تھے، ایک دن شاگرد کا جوتا ٹوٹ گیا، موچی کے پاس گیا اور جوتی گنٹھوانے کو کہا، اس نے چار آنے پیسے مانگے، طالب علم نے کہا کہ میں تجھے سو روپے کی بات بتلادوں گا، اس نے کہا کہ مجھے سو روپے کی بات کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو چار آنے دیدے، یہاں تک کہ لاکھوں تک معاملہ پہنچ گیا، لیکن موچی جوتا گانٹھنے پر تیار نہیں ہوا، اس پر شاگرد کو بہت زیادہ رنج ہوا کہ استاد نے ہمیشہ دھوکے ہی میں رکھا، اب استاد نے ایک جوہر دیا اور کہا کہ اس کو مختلف جگہ دکھلاؤ، لیکن بیچ کر نہ آؤ، شاگرد جگہ جگہ گیا کسی نے کچھ کسی نے کچھ قیمت بتلائی آخر کار جوہری کے پاس پہنچا تو اس نے لاکھوں کی قیمت بتلائی، اس وقت شاگرد کو اطمینان ہوا اور سمجھا کہ یہ لوگ جوہر کی قیمت کو جانتے نہیں ہیں۔

اسی طرح سے حضور ﷺ کے عمل سے چیزوں کے ملنے اور پلنے کا ذہن ہو تو پھر آدمی چوبیس گھنٹے عملوں کا پابند بن جائے گا، اور برا عمل ہو جائے تو اس طرح سے کرے گا جس طرح سے ایک صحابیؓ نے کیا تھا، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھ سے زنا ہو گیا، مجھے پاک کر دیجئے گا، حضور ﷺ نے اعراض فرمایا، لیکن وہ بار بار یہی بات کہتے رہے، جب چار دفعہ اقرار ہو گیا تو آپ نے ان کے رجم کا حکم دیا، ان کے اوپر پتھر مارنے کے دوران میں جب خون بہا اور وہ خالدؓ پر پڑا تو انہوں نے حقارت کی نگاہ سے دیکھا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی اگر یہ پورے مدینہ والوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے۔

اسی طرح سے ایک عورت کا قصہ ہے کہ وہ حاضر ہوئی اور پاک کرنے کی درخواست کی، اس کو حمل تھا، آپ ﷺ نے بچہ پیدا ہونے کے بعد آنے کو کہا، پھر وہ بچہ پیدا ہونے

کے بعد آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بچہ دودھ چھوڑ دے تب آنا، انجام کار وہ عورت آئی اور بچہ کے ہاتھوں میں روٹی کا ٹکڑا تھا، عرض کیا کہ حضور ﷺ اب پاک کر دیجئے، یہ کیا بات تھی جو وہ بار بار آتی تھی، یہ عمل والا ذہن تھا، دنیا کی آگ تو اول باہر سے جلاتی ہے لیکن آخرت کی آگ بہ یک وقت اندر سے باہر سے جلائے گی۔

فرشتہ جب گرز مارے گا تو وہ ایسی چیخ مارے گا کہ مشرق سے مغرب تک کی ساری مخلوق اس کو سنتی ہے، سوائے جن اور انسانوں کے، ان تاجر زمیندار وغیرہ کا مصائب پیچھا نہ چھوڑیں گے، انسان اگر مال پر محنت کرتا ہے تو مال سے زندگی بننے کا ذہن بنتا ہے اور اگر ملک سے زندگی بننے کا ذہن بنتا ہے تو وہ ملک پر محنت کرے گا، آج ہمارا ذہن مال کا بنا پڑا ہے، خواہ کتنا ہی سمجھا لیا جائے لیکن عمل کا ذہن نہیں بنتا، اگر کہا جائے کہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار ملا کرے گا تو سارے آدمی تیار ہو جائیں گے، خدا پر اعتماد نہیں ہے، انسانوں پر ہے، عمل سے زندگی بننے کا ذہن نہیں، اگر خدا کے راستے میں محنت کریں گے خدا ہماری پرورش فرمادیں گے۔

غیر اللہ پر اعتماد بنا تو دوزخ ہے لیکن اللہ رب العزت کی ذات پر اعتماد نہیں ہے، اگر یوں کہا جائے کہ تسبیح پڑھنے سے اطمینان ملے گا، اللہ کے ذکر سے کھانے کو ملے گا، کپڑے ملیں گے تو ہر ایک کہے گا کہ زمینداری میں فرصت نہیں ملتی، ہاں اگر فی تسبیح کچھ مقرر کر دیا جائے تو ہر ایک پڑھنے کو تیار ہے۔

آج ہم جانوروں کی طرح کھانے کو کامیابی سمجھ رہے ہیں، ہمارے صدر اور وزراء تک رنڈیوں کی طرح سے استعمال ہو رہے ہیں، جس نے چار پیسے دیدیئے اسی کی سی بات کرنے لگے، ذلت اور رسوائی کی زندگی ہم پر مسلط ہے اور یہ اس وجہ سے کہ عمل کا ذہن نکل گیا اور مال وملک کا ذہن بن گیا جس کا ذہن اپنے میں سے نکالنا چاہتا ہے تو اس کی طرف مڑ کر نہ دیکھو، خواہ کتنا ہی تقاضا پیدا ہو، اگر مال کا ذہن نکالنا ہے تو موجودہ ترتیب بدلنا پڑے گا، اس کیلئے عمل پر محنت کرو اور اس تصور کے ساتھ محنت کرو، یہاں دو چیزیں ہوئیں، ایک عمل اور ایک عمل پر محنت، محنت کرنے کیلئے کچھ عمل خدا نے

بلانا، ملک ومال سے خدا کی طرف بلانا ظاہری انتظام سے خدائی انتظام کی طرف بلانا، دیئے ہیں، ان کو چھوڑ کر انکو پہ بلانے والا عمل سب سے پہلے خدا نے کیا ہے، لہٰذا تم اپنی چیزوں کو چھوڑ چھوڑ کر انکو اور مخلوق کو خدا کی طرف بلاؤ، جو جس کی طرف بلاتا ہے، وہی اس کی ضرورتوں کا انتظام کرتا ہے، ابھی آپ نے الیکشن میں دیکھا ہوگا، سارا خرچ پارٹی نے اٹھایا، کیوں جی جب ان کی طرف بلایا جاتا ہے اور وہ حامی بنتے ہیں (تو وہ ان کا) خرچ اٹھاتی ہیں، تو کیا جب ہم خدا کی طرف بلائیں گے تو خدا ہمارے حامی اور مددگار نہیں بنیں گے، خدائے مالک آنکھ کی گرفت میں تو آتے نہیں، البتہ وہ ہمارے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں، نماز پڑھنے میں کیا کیا ہوتا ہے، آخرت میں کیا کیا ہوتا ہے، اسی طرح سے ایک ایک عمل کے اوپر دنیا میں کیا کیا ہوتا ہے اور آخرت میں کیا کیا ہوتا ہے، قرآنِ پاک میں بہت تفصیل ہے کہ کس عمل پر کیا ملے گا، جتنا ان سب کو عزت ملے گی جنہوں نے بلایا ان سب کے برابر عزت ملے گی، اس کو جو بلا رہا ہے، دروازے جب کھلتے ہیں جب استقامت پیدا ہو جائے ہمارے سارے کام اللہ بنادیں گے، جب ہم ان کی طرف لوگوں کو بلانے والے بن جائیں، بیس تیس سال ہو گئے جماعتوں میں پھرتے ہوئے لیکن ابھی تک یہ ذہن نہیں بنا۔

وزارت مصریہ خدا کی طرف بلانے سے ملی ہے، حکومت فرعونیہ کا بیڑا خدا کی طرف بلانے پر غرق ہوا ہے، ہوائی جہاز تیز تر سواری ہے، ایک گھنٹہ میں لکھنؤ پہنچ جائے، جب اس کے اندر پٹرول ڈال کر اڑایا جائے، لیکن اگر اسی ہوائی جہاز کو بیلوں کے پیچھے باندھ کر چلایا جائے تو مہینوں میں وہ لکھنؤ پہنچے گا، پھر دیکھنے والے کہیں گے کہ اسے کون ہوائی جہاز کہتا ہے، یہ بیل گاڑی ہے، اسی طرح سے تم کو پتہ نہیں کہ خدا کی طرف بلانا کتنی طاقت کی چیز ہے، لیکن اس کیلئے پٹرول کی ضرورت ہے، اور اس کا پٹرول عمل کا ذہن بننا ہے، انسان نہیں دیتے خدا دیتا ہے، جب میں خدا کی طرف بلاؤں گا خدا دے گا۔

خدا کی طرف بلانا بہت بڑا عمل ہے، اس عمل پر خدا نے بہت کچھ دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہر نبی کو خدا نے ایک دعا دی تھی، ایسی پُر اثر کہ جب دعا کی جائے تو اس کا

اگر علماء ہوں ہر نبی نے اپنی اپنی دعا کر کے یہاں مانگ لی، لیکن حضور ﷺ نے اپنی دعا کو بچا کر لے جا رہا ہوں اور وہ حضور ﷺ کی شفاعت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا میں نے کل پر رکھ لی ہے اسی طرح سے خدا کی طرف بلانے سے رتبہ ہے، جس طرح سے ... لا کر رکھ دیے ہیں، غیب سے کھانا اترتے ہیں، خدا کے یہاں بلانے والے کی بہت قیمت ہے، اپنی ملاقی چھوڑ چھوڑ کر دعوت کے عمل کیلئے نکلو وہ اس ذہن کے ساتھ نکلو میں جو بلانے جا رہا ہوں تو لوگ جتنے عمل کریں گے ان سب کے برابر مجھے ملے گا، بلانے والا ہر عمل نہیں کرتا ہے صرف موڑ دیتا ہے، لیکن موڑنے کے بعد وہ جتنے بھی عمل کرے گا ان کے کرنے کا اس کو بھی ثواب ملے گا، جس طرح ایک دفعہ کسی آدمی کو نماز پر بلا کر کھڑا کر دیا اور پھر وہ بیچارہ اس برس تک نماز پڑھتا رہا تو اس دعوت دینے والے کو سب کے برابر ثواب ملے گا، اگر دعوت دینے والوں کی مانی نہ جائے تو نہ ماننے والوں کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔

حضرت جیؒ نے مکہ معظمہ میں ایک بہت بڑے عالم سے تبلیغ کا تذکرہ کیا تو اس نے پیر پکڑ لئے کہ تم یہ کام نہ کرو اس لئے کہ خدائی قانون دعوت کے ساتھ یہ ہے کہ جو دعوت دینے والے کی نہ مانے اس کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے، مسلمان پہلے ہی مصائب کا شکار ہو رہے ہیں، حضرت جیؒ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کو دعوت دے نہیں رہا بلکہ دعوت دینا سکھا رہا ہوں، بلانا کتنی بڑی چیز ہے اس پر مسلمان کو کتنا ملتا ہے اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے، یہ جو آج عرب بنے پھرتے ہیں وہ عرب نہیں ہیں، عربی زبان بولنے کے اعتبار سے ان کو عرب سمجھا جاتا ہے، صحابہ کرامؓ کی دعوت کی برکت سے ان سارے ممالک کا شمار ممالک اسلامیہ میں ہونے لگا، حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تین باتوں کی طرف بلایا، خدا کی توحید، اپنی رسالت اور دعوت کے کام میں شمولیت، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبول کی اور پھر وہ داعی بن گئے اور حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر چھ وہ جو عشرہ مبشرہ میں ہیں اسلام لائے۔

اللہ کی طرف بلانا زبردست عمل دیا گیا ہے، اس کیلئے آدمی اپنی راحت و آرام چھوڑے،

چلا جائے، ... چھوڑے، اور اس کیلئے ہر ... اور اللہ اکبر ہے اور یہ ذہن بن جائے کہ ہم خدا کی ... مال دیں گے، کھلانے کو دیں گے، عزت دیں گے۔ ... گے، خدا ہماری حفاظت فرمائیں گے، ... بنایا جائے کہ ہم علم پر محنت کریں گے تو دوسرا عمل تعلیم کا ہے کہ اس پر بھی وہی ذہن بنایا جائے، ... جو آدمی علم حاصل کرنے کیلئے چلتا ہے ستر ہزار خدا ہماری ضرورتوں کو پورا فرمادیں گے، ... جس عمل پر اور عملوں کا دروازہ کھلے گا فرشتے اس کے قدموں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، ... اللہ کا علم حاصل کروں گا اللہ مجھے پالے گا، عزت اندازہ لگاؤ کہ اس کی کتنی قیمت ہوگی، ... کے مسئلے حل ہوں گے۔

اس کا علم کے ذریعہ میرے زندگی کے ... تیسرا عمل ذکر کا دیا گیا، اس پر بھی یہ ذہن بنایا جائے کہ میں اللہ کا ذکر کروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے مال دیں گے، میری حفاظت فرمائیں گے، میرے بیوی بچوں کی پرورش فرمادیں گے۔

چوتھا عمل اخلاق کا ہے، اگر میں اپنی جان و مال دوسروں پر لگاؤں گا تو خدا میری حاجت پوری فرمائیں گے، میں کوڑی لگاؤں گا، خدا جواہرات لگادیں گے، لہٰذا تم لوگوں پر حوصلے کے ساتھ جان و مال لگاؤ، جس طرح سے تم دکان چلانے کیلئے ہزار ہا لگا دیتے ہو، اگر ہم کسی کی بگڑی زندگی میں ہاتھ بٹا دیں گے تو اللہ رب العزت ہماری زندگی بنا دیں گے، اگر کسی کو دو روٹی کھلا دی تو ساتوں زمین و آسمان سے بڑی جنت مل جائے گی اور اگر تم نے کسی کے دو پیسے دبا لئے تو سات سو مقبول نمازیں تمہاری اس کو دیدی جائیں گی، اگر کوئی خدا والے عمل کرنے والا ہوگا تو اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کی مدد فرمادیں گے، ان چاروں عملوں کا وجود اور ان پر ملنے کا ذہن نہیں رہا، اس وجہ سے نماز بے جان ہوگئی، جس کا ذہن عمل سے بننے کا ہوگا اس کو اللہ رب العزت ان عملوں پر کمانے سے زیادہ دیں گے اور نماز پڑھ کر خدا سے مانگو اور یقین کرو کہ نماز پڑھ کر مانگنے سے خدا دیتا ہے، اگر نماز پڑھ کر مانگنے سے ملنے کا ذہن بن گیا تو تمہارا ذہن عمل کا بنا، ورنہ مال کا ذہن رہا، جب ان عملوں کو اپنی ضرورتوں کو قربان کرتے ہوئے کریں گے تو خدا ایک دولت مرحمت فرمادیں گے اور وہ ہے عملوں سے زندگی بننے کا ذہن، پھر تم چوبیس گھنٹے کی زندگی کے ہر عمل کو دین بنالو گے، اگر فکر ہوگی کہ یہ عمل پوری دنیا میں

پھیل جائیں تو اللہ اس کیلئے محنت کے میدان قائم کردیں گے، اللہ رب العزت غیب سے کوئی صورت مصائب سے خلاصی کی نکالیں گے، اپنی قدرت سے مال کے بغیر چیزیں دے کر دکھلائیں گے اور چیزوں کے بغیر پال کر دکھلادیں گے، حضور ﷺ والے طریقے کی پابندی ہر ہر عمل میں کرو، تو دشمن بھی جھک جائیں گے۔

کمانا کھانا، پیشاب پاخانہ کرنا، اسلام نہیں ہے بلکہ ان کے اندر جو طریقہ بتلایا ہے وہ اسلام ہے، اگر کمانے کھانے میں سود ہے، جھوٹ ہے، غصب ہے تو یہ کمانا اسلام نہیں ہے، اسلام خالی کمانے کا نام نہیں ہے بلکہ طریقہ سے کمانے کا نام اسلام ہے، کمانے کا کیا ذکر اگر کوئی نماز کو بھی طریقہ سے نہ پڑھے تو وہ نماز نہیں ہوگی، کمائی گھریلو زندگی وغیرہ میں اگر طریقہ اختیار نہ کروگے تو وہ دین نہیں بنے گا، ہمیں دھوکہ لگ رہا ہے، اگر کمانا کھانا دین بنا تو دکانوں کے اندر آگ نہ لگتی، دین کی خدا حفاظت کیا کرتے ہیں، لیکن دین چیزوں کا نام نہیں ہے، بلکہ دین آدمی کے اندر ہے، اگر ہمارے اندر دین ہے تو خدا ہمیں بچا کر دکھلائیں گے۔

سب سے بڑا مسئلہ اپنے ذہن کا ہے کہ ذہن عمل کا بنایا جائے، تمہارا ان عملوں کیلئے دنیا میں پھیلاتے پھرنا سب سے بڑی دولت ہوگی، جب ان عملوں پر ملنے کا ذہن بنے گا تو عمل تمہاری زندگی کے اندر چالو ہو جائیں گے۔

آج چیزوں پر پھولتے پھر رہے ہیں، ایک سیلاب اور زمین کا ایک جھٹکا ان کو تباہ و برباد کرنے کیلئے کافی ہے، اگر عمل پر ملنے کا ذہن بن جائے تو تم ہر حال میں ان عملوں کو کرنے والے بن سکتے ہو، اس ذہن کے حاصل ہونے کی محنت میں مرجانا اس کے بغیر زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

بت غیر اللہ کا نام ہے

۱۹ رشوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶ رمارچ ۱۹۶۲ء بروز پیر بعد نماز فجر

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم!

میرے بھائیو اور دوستو!

دنیا میں جتنے بھی انسان ہیں وہ اپنے پلنے پر رشک کرتے ہیں، کامیابی کیلئے محنت کرتے ہیں، لیکن ہر ایک کامیاب نہیں ہوتا بلکہ جس کی محنت صحیح ہوتی ہے وہ کامیاب ہوتا ہے اور جس کی محنت غلط ہوتی ہے وہ ناکام ہوتا ہے، ہر شخص اپنی محنت کو صحیح سمجھتا ہے، اس واسطے ان کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مفید ہوگا کہ کس کی محنت صحیح اور کس کی غلط ہے، فیصلہ کا دن آگے آرہا ہے، یہ شخص قرآن کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرسکتا ہے، اگر ہماری محنت قرآن کے مطابق ہے تو فیصلہ جنت کا ہو جائے گا اور اگر محنت غلط ہے تو دوزخ کا فیصلہ کردیا جائے گا، جس طرح محنت کے صحیح ہونے پر جنت کا فیصلہ ہوتا ہے اسی طرح دنیا میں بھی راحت و آرام کے فیصلے کئے جاتے ہیں اور غلط محنت پر جس طرح سے دوزخ کا فیصلہ ہوتا ہے اسی طرح سے دنیا میں بھی بلایا مصائب کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے، عملوں کے ٹھیک کرنے کی محنت صحیح محنت ہے، سارے انبیاءؑ دنیا میں ایک بات بتلا کر گئے ہیں، کہ انسان کی زندگی ملک و مال سے نہیں بنتی انبیاءؑ کبھی مالداروں اور حاکموں میں نہیں آئے بلکہ غریبوں اور پستی والوں میں آئے، انبیاء نے حکومت کے راستہ کامیابی نہیں دلوائی بلکہ حکومت کو ناکام کرکے دکھلایا، انبیاءؑ کا سب کا راستہ مشترک ہے، سارے انبیاء ایک ہی لائن کے انسان ہیں اور یہ سب دکھلانے آئے کہ ملک و مال سے زندگیوں کا بننا دھوکہ ہے، اگر محکوموں کے اعمال صحیح ہوں گے تو اللہ رب العزت ان کو کامیاب کرکے دکھلادیں گے، لوگ سمجھتے ہیں کہ بنے ہوئے سے زندگی بنتی ہے، سونا، چاندی، سمندر، پہاڑ وغیرہ اگر ان کو ہاتھ میں لے سکے تو کامیاب ہو جائیں گے، یہ عام تخیل ہے، سارے نبی ان ہی نظریوں کے توڑنے کیلئے آئے کہ جن کے ہاتھ میں حکومت، مال، زراعت ہوتی وہ کامیاب ہوں گے۔

نبیوں کے راستہ کی طاقت پہلے دکھلائی، ایک وہ راستہ جو تدبیر کے ساتھ اختیار کر رہے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ نے بغیر تدبیر کے آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھا، مسجودِ ملائکہ بنایا اور جب تدبیر اختیار کی کہ جنت کے مستقل طور پر مالک بن جائیں، تو جنت سے نکال دیا، اگر تدبیر اختیار کی ملک لینے، مال حاصل کرنے کی اور اس کے اندر حکموں کو توڑا تو انجام کار ناکام ہونا پڑے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام بالکل اکیلے تھے اور محنت کرتے کرتے ساڑھے نو سو سال میں صرف اسّی (۸۰) آدمی ایمان لائے، حضرت نوح علیہ السلام کی آواز یہ تھی کہ زندگی کا بگڑنا بننا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور پوری قوم کہہ رہی تھی کہ ہماری اکثریت ہے، ہماری بات چلے گی، آج وہ کشتی جودی پہاڑ پر موجود ہے، یورپ کا ایک پتھر ایک ٹکڑا لے کر آیا ہے اور وہ تحقیق کر رہے ہیں کہ وہ کشتی کونسی لکڑی کی تھی جو ڈوبی نہیں، حالانکہ اس کا نہ ڈوبنا خدا کی مدد اور حکم سے تھا، حکومت نمرودیہ کی کوشش یہ تھی کہ وہ بچہ پیدا نہ ہو جس کے باعث حکومت کو زوال ہوگا، اللہ رب العزت نے بچہ پیدا کر کے دکھلا دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اسکیم اٹھائی کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کا وجود ہو، اپنے بیوی بچے کو جنگل بیابان میں لیجا کر ڈالدیا، لیکن باوجود اس کے کہ مسلم اور غیر مسلم آج مسلمانوں کو ختم کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، لیکن اللہ رب العزت رات دن بڑھا رہے،

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں دکھلایا کہ اللہ رب العزت جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں پڑے ہوئے تھے، بادشاہ کو خواب نظر آیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بتلائی، پہلی وزارت جا کر وزارت حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں آگئی، زندگی خدا کو راضی کرنے سے بنتی ہے، خدا یقین وعمل ٹھیک ہونے پر راضی ہوتے ہیں، جب محنت کریں گے تو یقین وعمل ٹھیک ہوگا، اگر محنت نہ کی جائے تو کوئی چیز ہاتھ میں نہیں آتی اسی طرح سے بغیر محنت کے یقین وعمل ٹھیک نہیں ہوتا، اگر ملک ومال بڑھاتے رہے اور عملوں کے ٹھیک کرنے کی محنت نہ کی تو خدا ایک دن جڑ سے کاٹ کر پھینک دیں گے۔

اللہ رب العزت پہاڑوں، زمین وآسمان سے جو چاہیں گے وہ ہوگا، اگر اللہ زندگی بنائیں گے تو بغیر ملک ومال کے بنا کر دکھلائیں اور اگر چاہیں تو باوجود ملک ومال کے زندگی بگاڑ کر دکھلا دیں گے، لا الٰہ الا اللہ ایک محنت کا نام ہے، آج مسلمان زبان سے تو کلمہ بول دیں گے، لیکن وہ یقین نہیں ہے، جس کا نام کلمہ ہے، حضرت محمد ﷺ جو عمل خدا کی طرف سے لے کر آئے ہیں، اگر ہم ان کو اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ کامیاب کر کے دکھلا دیں گے، ہمارے انبیاء کی زندگیوں میں دکھلا دیا کہ ملک ومال سے کامیابی نہیں ملتی بلکہ عمل کے ٹھیک ہونے پر کامیابی ملتی ہے، یہ یقین لا الٰہ الا اللہ کے خلاف ہے کہ جتنی محنت ہوگی اتنی چیزیں ملیں گی اور جتنی چیزیں ہوں گی اتنی کامیابی ملیں گی، حالانکہ کامیابی کا تعلق چیزوں سے نہیں ہے بلکہ عملوں کے ٹھیک ہونے سے ہے، آج دنیا میں عمل کا معیار نہیں رہا، اس واسطے کہ مسلمان کا ذہن بگڑ گیا، مسلمان سمجھتا ہے کہ مسجد کی آبادی مدرسوں کی آبادی ہمارے پیسے سے ہے اور پیسہ ہمارے کمانے سے چل رہا ہے، جب سے کمائی ہمارے طریقوں پر آگئی اور مسجدیں آگئیں پیسوں پر اس وقت سے لٹیا ڈوب گئی، مسجدیں اس لئے بنی تھیں کہ یہاں آکر اپنے یقین وعمل کو ٹھیک کرنے کی مشق کی جائے، حضور ﷺ نے مسجد ایسی نہیں بنائی جیسی آج ہم بناتے ہیں، آپ کی مسجد کے اندر پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا، چٹائیوں کا انتظام نہیں تھا، رات کو کتے آجاتے تھے، پیشاب تک کر جاتے تھے، غرضیکہ آپ کی مسجد میں اس قسم کا کوئی خرچ نہیں تھا بلکہ امامت ومؤذنی کی کوئی تنخواہ نہیں تھی، یہ خدمت تھی تو رب کی خاطر کی جاتی تھی، مسجدیں ناپاک پیسے پر نہیں بنائی گئی تھیں، بلکہ یقین وعمل کے صحیح کرنے کیلئے بنائی گئی تھیں، آج مسلمانوں کا ذہن ہے کہ خالی نماز پڑھنے سے کیا ہوتا ہے، آج لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ مسجد ہمارے پیسے سے چل رہی ہے، مساجد تمہارے لئے آسمانی مددوں کے دروازے کھلوانے کیلئے بنی ہیں، لیکن مددوں کے دروازے یقین وعمل کے صحیح ہونے پر کھلیں گے۔

سب کی کھلی آواز جس کے سیکھنے کا ہر ایک کیلئے حکم دیا گیا ہے وہ اللہ اکبر، ایک آدمی

اللہ کو بھی بڑا کہتا ہے، کسی دوسرے کو بھی بڑا کہتا ہے تو یہ کہنا مفید نہیں ہے، اس نے شرک کرلیا اور شرک کے ساتھ اللہ رب العزت قول کو قبول نہیں فرماتے، اس لئے کہ اللہ اکبر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت بڑے ہیں، حکومت مال، زمین، جائیداد اور راکٹ، ایٹم بم سب چھوٹے ہیں، ساتوں زمین و آسمان کی حقیقت ایک مچھر کے پر کے برابر نہیں ہے، لہٰذا تم خدا کی بڑائی زبان سے بولو، کانوں سے سنو، اللہ رب العزت خالق ہونے میں بڑے ہیں، ان کی خالقیت کا تصور کرو کہ رات دن وہ کتنی مخلوق پیدا کررہے ہیں، اللہ رب العزت اپنی ذات میں بھی بڑے اور صفات میں بھی بڑے ہیں، اتنے بڑے کہ کوئی ان کی بڑائی کا تصور نہیں کرسکتا، جس خدا کو بڑا بتلایا ہے اس سے سب کچھ ہوتا ہے اور جس کو چھوٹا بتلایا گیا ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا، اللہ رب العزت کی ذات پاک ہر طرح کی قدرت رکھتی ہے، سلسلہ وجود سارا ان کی قدرت سے چل رہا ہے، انسانوں سے نہیں ہو رہا خدا کی قدرت سے ہو رہا ہے، تیسری آواز اشهد انّ محمدًا رّسول اللّٰه جو بات حضرت محمد ﷺ نے کہی ہے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا اور سب کے کہنے کے خلاف ہوسکتا ہے، انہوں نے بتلایا کہ کامیابی تمہارے عملوں کے ٹھیک ہونے میں ہے، جب تم عملوں کو ٹھیک کرلوگے تو خدا تمہیں ملک ومال کے مقابلہ میں اس طرح سے کامیاب کرکے دکھلادیں گے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون، قارون کے مقابلہ میں کامیاب کرکے دکھلادیا، اور اکثریت کے مقابلہ میں اس طرح سے کامیاب کرکے دکھلائیں گے جس طرح سے حضرت نوح علیہ السلام کو اکثریت کے مقابلہ میں کامیاب کرکے دکھلا دیا تھا، لہٰذا تم مسجدوں میں آؤ اور ایمان کی باتوں کو اتنا بولو اور سنو کہ یقین آنکھوں دیکھی چیزوں سے ہٹ جائے اور خدا کی بتلائی ہوئی باتوں پر یقین آجائے۔

اگر مسجدیں ہماری ان سے خالی ہیں اور دیکھنا رات دن چل رہا ہے تو یقین، غیب سے ہوکر مشاہدہ پر آجائے گا، فوجوں کی حرکت پولیس کی حرکت تو رات دن دکھائی دے رہی ہے اور اللہ کی مددوں کی باتیں سننے کا التزام نہ ہو تو ہمارا یقین چیزوں پر

ہی رہے گا، یقین مخلوق ہے اور نماز خدا کی ہے، پہلے مسلمانوں کا یقین بھی خدا کی طرف تھا اور نماز بھی خدا کی پڑھتے تھے، ان کا یقین تھا کہ شیر کچھ نہیں کرسکتا ہے، زہر سے نہیں مرتا، خدا مارتے ہیں، سارے نبیوں کے زمانہ میں جو کچھ کرکے دکھلایا ہے وہ نماز پر کرکے دکھلایا ہے، آج نماز پڑھ لیتا ہے، پہلے زمانہ میں نماز کی محنت کا اندازہ کرنا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم میں محنت کی اور توکل والی نماز پر لاکر کھڑا کردیا، آج توکل کے بارے میں بہت بڑا دھوکہ ہے، آج چیزوں پر بھروسے کا نام توکل رکھ رکھا ہے، حالانکہ عملوں پر محنت کرکے اللہ پر بھروسہ کیا جائے، اللہ پر بھروسہ اس وقت بنتا ہے جب اللہ والا عمل اختیار کرکے اس عمل پر خدا نے جو وعدہ کیا ہے اس کا یقین کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو توکل کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے زبان سے کہہ لیا کہ ہم نے اللہ پر توکل کیا اور دعا مانگ بیٹھے، اس پر ایسی نماز کا حکم دیا گیا جو خدا کا یقین پیدا کرنے والی ہو، نماز پڑھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت سلیمانی مانگا، اللہ نے دے کر دکھلایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے دسترخوان اُتروایا، چیزوں سے یقین ہٹا کر اللہ کی عبادت پر اس کی مددوں کا یقین جمانے کا نام توکل ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے بہت دن تک نمازوں کی مشق کرائی اور قوم کا یقین ملک ومال سے ہٹ کر قدرت پر یقین جم گیا اور نماز پر یقین آگیا کہ نماز بہت بڑا عمل ہے، اس پر اللہ رب العزت اپنی مددوں کے دروازے کھولیں گے تو اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کردیا اور فرعون کو مع عملے کے غرق کرکے دکھلادیا، صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں مسجدوں میں تعلیم کا عمل ہوا کرتا تھا، مغیبات کے مذکرے ہوا کرتے تھے، مسجد کے عملوں میں سے ایک عمل ہے ایمان کی باتیں، یہاں وہ حدیثیں سمجھائی جائیں گی کہ ان لوگوں کے کھیتی کرنے سے کھیتی سبز نہیں ہوئی، اللہ رب العزت کے کرنے سے ہوئی ہے، اس قسم کے باتوں کو اتنا کہا جائے گا کہ یقین چیزوں سے ہٹ کر خدا کی مدد پر آجائے، اگر رعایت پیدا ہوجائے تو ملک ومال کے نقشے چاہے تو مٹی پڑ جائے گی اور اللہ رب العزت تمہیں کامیاب کرکے دکھادیں گے، جس طرح نماز کے

واسطے پانی ہے اس سے جسم کی پاکی ملتی ہے اسی طرح سے ایمان کے تذکروں سے دل شرک سے پاک ہوتا ہے۔

بت غیر اللہ کا نام ہے، اگر ہمارا یقین مالیات پر کھیتوں پر آجائے تو یہ شرک کی صفت ہے، یقین کرو جتنا ہم ایمان کی باتیں کریں گے اللہ تعالیٰ ہمارے یقین کو مضبوط کریں گے اور اللہ کی مدد شامل حال ہوجائیگی، آج غیر اللہ کی بڑائی کا تذکرہ تو رات دن ہے اور ان کی تردیدیں نہیں ہیں، سارے نبیوں نے اس کی تردیدیں کر کے دکھلائی تھیں، ان نقشوں کے شر سے بچیں گے اگر ان کا یقین دل سے نکلے گا۔

دوسرا عمل تعلیم کا دیا گیا ہے، مسجدوں میں بیٹھ کر عملوں پر جو کچھ ملے گا اس کو معلوم کرو، عملوں کا علم قرآن وحدیث میں ملے گا، اس واسطے دوسرا عمل مسلمانوں کیلئے مسجدوں میں علم کے حلقے چلائے گئے، جب روزانہ تم تعلیم کروگے تو عملوں کے اوپر جو بننے والا ہے اس کا یقین پیدا ہوگا۔

اگر علم میرے پاس ہے اس کے مطابق میں نے کمایا تو اللہ رب العزت دنیا و آخرت میں کامیابی کی صورتیں پیدا فرمادیں گے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے، انسان کے اندر ایک بیماری ہے کہ جو اس کے سامنے آتا ہے اس کا اثر اس کے اندر گھستا ہے، جب شکل کا تصور آئیگا تو انسان اس کے اعتبار سے عمل کرے، کوئی حاکم بادشاہ سامنے آیا تو اس کی خوشامد کرے گا، عورت دیکھے گا اس کا تاثر دل میں آئے گا، یہ چیزیں تو آنکھوں کے سامنے ہیں، اللہ رب العزت کی ذات سامنے نہیں ہے، اس لئے اللہ رب العزت کا ذکر اتنی کثرت سے کرنا ہے کہ چیزوں کا تاثر دل سے نکل جائے اور خدا کا تاثر دل میں بیٹھ جائے، پھر غیر اللہ کو دیکھنے سے ان کا تاثر پیدا نہیں ہوگا، جب خدا کا تاثر پیدا ہوجائے گا تو تم دشمنوں کے اندر سے نکلے چلے جاؤ گے اور وہ تمہارا بال بیکا نہ کرسکیں گے، جب تم ان عملوں کو سیکھ کر نماز پڑھوگے تو تمہاری نماز پر وہ سب کچھ ہوجائے گا جو تم چاہتے ہو۔

آپ جو کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے؟ آپ نماز کے علاوہ روپیہ کو کہتے ہیں

اور میں کہتا ہوں کہ ہاں خالی نماز سے نہیں ہوتا بلکہ وہ، جس کے بغیر نماز سے نہیں ہوتا وہ ایمان ہے، جب تک خدا کا دھیان نہیں جمے گا چیزوں کے مقابلہ میں نماز سے کچھ نہیں ہوگا، جب ایمان، علم، ذکر، بدل بھی جائے تو نماز پڑھ کر جو مانگو خدا تم کو دیں گے، نبیوں کا راستہ عملوں کو ٹھیک کر کے خدا کی مددوں کا یقین کرنا ہے اور ملک ومال سے کامیابی حاصل کرنے کا راستہ فرعون، قارون اور ان کے پیچھے چلنے والوں کا راستہ ہے، نبیوں کا راستہ ہی علاحدہ ہے، وہ عملوں کے طاقتور بنانے کی طرف متوجہ کرتے تھے اور نبیوں کا راستہ ہی علاحدہ ہے، وہ عملوں کے طاقتور بنانے کی طرف متوجہ کرتے تھے اور اگر عمل ٹھیک نہیں ہوتے، ملک ومال سے کامیابی حاصل ہونے کے چکر میں تم نے ان عملوں کو بگاڑ لیا تو چار جگہ نعمتیں آئیں گی، اگر تم نے کمائی کو کم کیا اور یقین سیکھنے کی مشق میں عملی وقت لگایا تو پہلی کامیابی دنیا میں مرنے سے پہلے، دوسری کامیابی قبر میں، تیسری کامیابی حشر میں، چوتھی کامیابی پلصراط پر سے گذرنے میں، دوزخ کی کامیابی عمل والوں کی یہ ہے کہ وہ اپنے عمل کرنے والے کو سفارش کر کے اس سے نکلوادے گا اور جنت کی کامیابی تو ہے ہی۔

ایمان وعمل کو خراب کر کے آدمی دونوں جہاں میں ناکام ہوتا ہے، آپ نے بہت سی حدیثوں میں فرمایا ہے کہ تم نمازوں کی محنت کو زیادہ کرو، کمائیوں کی محنت کو کم کرو، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ امت کو دکانوں اور کھیتوں کی محنت پر ڈالوں بلکہ یقینوں اور عملوں کے ٹھیک کرنے کی محنت ڈالنے آیا ہوں، مال کمانے کی محنت کو جتنا کم کروگے اور عملوں کو درست کرنے کی محنت میں زیادہ وقت لگاؤ گے اتنا ہی تمہارا یقین مضبوط ہوگا۔

مسلمانوں کی کامیابی مال کمانے کے کم کرنے میں ہے، پانچ مرتبہ دکان پر جانا، کھیتی کرنا، بیوی بچوں کو دیکھنا فرض نہیں، ہاں پانچ دفعہ نماز کا پڑھنا فرض ہے، واجب کے طور پر ایک مرتبہ اور سنت مؤکدہ کے طور پر بارہ مرتبہ اور نوافل تو بہت ہیں۔

نماز میں بدن کو اللہ اور اللہ کے رسول کے کہنے کے مطابق استعمال کرنا ہے، کمانا جب فرض ہوتا ہے جب گھر میں کھانے کو نہ ہو، اور ایک دن بغیر کھائے گذر جائے، اس وقت

اتنا کھانا فرض ہے کہ ایک دن کا کام چل جائے، اتنا تو فرض ہے اور اگر کمانے کو حد سے آگے بڑھا دیا جائے تو وہ فرض نہیں رہتا بلکہ خواہش کا پورا کرنا رہ جاتا ہے، آج سارے فرضوں کو توڑ کر کمانے کی محنت کر رہے ہو تو یہ کمانا فرض نہیں ہے بلکہ خواہش کا پورا کرنا ہے، اگر کمائی کو تم خدا کا فرض سمجھ کر کرتے تو اس کے اندر سود نہ ہوتا، دھوکہ نہ ہوتا، فساق وفجار کی خوشامد نہ ہوتی، آج ہم کمانے اور بیوی بچوں کے پالنے میں غلط طریقے اختیار کرکے خود بھی دوزخی بنتے ہیں اور بیوی بچوں کو بھی دوزخی بنواتے ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پالتے ہیں، کمانے سے نہیں پلتا، کمائی پلنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ اللہ کا عبد بن کر زندگی گذارنے میں پلتا ہے، چالیس چالیس سال ہوگئے نماز پڑھتے ہوئے لیکن الحمد للہ رب العالمین کا یقین نہیں آیا، ایمان کمزور ہے، کمائی چھوڑ کر ایمان کی مشق میں لگو، اور جب ایمان مضبوط ہو جائے تو کمائی میں لگ جائے، اگر مسجد والے عملوں کی مشق کرلی جائے تو یہ لوگ چمکیں گے اور چیزوں پر محنت کرنے والے ہٹیں گے، جب ان کے والے عمل کرکے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ گے تو ایسے لوگوں کے سامنے ملک ومال والوں کو بھی جھکنا پڑ جائے گا، جس کا ایک کارخانہ ہو، وہ صرف اس کے اندر وقت لگا دے گا اور جس کے کئی کارخانے ہوں اس کو سب کے اندر وقت لگانا ہوگا، اور ان میں سے بھی جو بڑا ہوگا اس میں زیادہ وقت لگانا ہوگا، مسجد کے کام بڑا کارخانہ ہیں اور کمانا کھانا، بیوی بچوں کی دیکھ بھال کرنا چھوٹا کارخانہ ہے، صحابہ کرامؓ کے چار مہینے ہر سال بارہ کی نقل وحرکت میں خرچ ہوا کرتے تھے اور مقام پر آدھا وقت کمانے اور بیوی بچوں میں اور آدھا وقت مسجدوں کے کاموں میں صرف ہوا کرتا تھا۔

آدھا دن کمانے میں اور آدھا دن مسجد کے کاموں میں، اور رات کا آدھا حصہ مسجد میں اور آدھا اپنے بیوی بچوں میں گذرا کرتا تھا، اس وقت کا ذہن عملوں پر ملنے کا تھا، خدا نے ان کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرکے دکھلایا، آج خدا سے ملنے کا گمان نہیں ہے تو خدا سے نہیں مل رہا، صحابہ کرامؓ کا ذہن یہ تھا کہ ہمیں جو کچھ مل رہا ہے وہ خالی کمانے پر نہیں مل رہا ہے بلکہ ان عملوں پر مل رہا ہے جو وہ مسجدوں میں کرتے ہیں۔

حضرت مقدادؓ مدینہ طیبہ کے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ میں استنجا کرنے گئے، ایک چوہا اپنے سوراخ سے نکلا اور ایک اشرفی ان کے سامنے لاکر ڈال دی اور اسی طرح سے کرتا رہا یہاں تک کہ سترہ اٹھارہ اشرفیاں لاکر ڈال دیں، حضرت مقدادؓ حضور ﷺ کی خدمت میں وہ اشرفیاں لے کر حاضر ہوئے، اور مسئلہ دریافت کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ خدا کا بھیجا ہوا رزق ہے (۱)، ایک صحابی کو دشمن گرفتار کرکے لے گئے اور ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں بیڑی ڈال کر رکھا اور پہرے دار مقرر کردیے کہ بھاگ نہ جائیں، ایک رات اللہ رب العزت نے ہاتھ پیر سے ہتھکڑی اور بیڑی دور کردی اور سارے پہرے داروں کو سلا دیا، وہ صحابی حضور ﷺ کی اونٹنی اور ان کے بہت سے مال کو لے کر مدینہ طیبہ آگئے (۱)، اگر بڑھیا بننا چاہو تو کم وقت کمائی میں لگاؤ اور اگر گھٹیا ہی رہنا چاہتے ہو تو اپنی پوری عمر میں ایک دفعہ کم از کم چار ماہ لگا دو کہ ذہن عملوں کے ٹھیک ہونے پر کامیابی کا بن جائے، اس وقت اگر سارے ملک میں بمباری ہوگی، زلزلے آئیں گے، سیلاب آئیں گے تو خدا تم کو محفوظ رکھیں گے، آج زیادہ کماتے ہیں تو نقصان۔

انسان کی نگاہ بہت چھوٹی ہے، اس کی ایک حد ہے، صرف وہاں تک اسے دکھائی دیتا ہے، تھوڑی دکھائی دیتی ہے، خالق دکھائی نہیں دیتے کہ وہ کس کس طرح سے زندگی بنا رہے ہیں، وہاں تک اس کا علم نہیں جاتا، اور اس کا مشاہدہ بھی نہیں ہے، باعتبار انسان ہونے کے اصلی طاقت اس سے غائب ہے، اپنے اندر کی روح ہے یہ اس کو بھی نہیں جانتا، آج طرح طرح کی ایجادات ہو رہی ہیں، یہاں تک کہ دنیا کی چیزوں سے فارغ ہو کر لوگ چاند تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن ان کو اپنی روح کا پتہ نہیں ہے، ایک غیبی طاقت ہے جس سے انسان چل رہا ہے، اس کو روح کہتے ہیں، آدمی کی نگاہ

(۱) قال فی الاصابۃ: [illegible] حکاہ الہیثم بن عدی وروی ابن ابی شیبۃ من طریق الشیبانی عن [illegible] بن الاقرع نحو کذا فی الکنز، حیاۃ الصحابہ اردو: ۳/۲۹۹

(۱) ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا کی تفسیر کے تحت ابن کثیر اور ابن جریر رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/[illegible]

جسم تک جاتی ہے روح تک نہیں جاتی اور فرشتوں تک انسانی نگاہ نہیں پہنچتی، اس کی نگاہ ظاہر کے خول تک پہنچتی ہے اور اصل تک اس کی نگاہ نہیں جاتی اس وجہ سے یہ ٹوٹے (دھوکے) میں ہے، اصل کرنے والے تو اللہ ہیں اور ظاہر کے نقشے کو جب چاہیں توڑ کر پھینک دیں، تمام چیزوں کی خاصیت خدا کے ہاتھ میں ہے، یہاں تک کہ انسان کی نگاہ نہیں پہنچتی ہے۔

جس طرح سے برتن اصل نہیں ہے بلکہ اس کے اندر کی چیز اصل ہے، رکابی اصل نہیں حلوا اصل ہے، برتن کے بغیر کام چل سکتا ہے لیکن چیز کے بغیر کام نہیں چلتا، دوا رکھنے کیلئے برتن بڑھیا سے بڑھیا ہو لیکن دوا نہ ہو تو مریض کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ حفاظت کا برتن ہے، چیزیں مظروف نہیں ہیں بلکہ ظرف ہیں، جس طرح برتن بنتے ہیں اسی طرح سے برتن کے اندر کی چیز بنتی ہے، لیکن ان کے بننے کی جگہ علیحدہ ہے، حالات زمین و آسمان میں خدا کی طرف سے لاکر ڈالے جاتے ہیں، خوف و اطمینان چیزوں میں خدا کی طرف سے لاکر ڈالا جاتا ہے، چیزیں تو برتن کے طور پر ہیں، اللہ رب العزت ان میں جو ڈالیں گے وہی ظاہر ہوگا، جس طرح سے روح انسان کے جسم سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ روح خدا کی طرف سے لاکر ڈالی جاتی ہے، انبیاء اپنے اپنے زمانہ میں اور حضور ﷺ اپنے زمانہ میں اسی بات کو لے کر آئے ہیں کہ انسان کے عمل اگر خدا کی مرضی کے موافق ہوں گے، چوبیس گھنٹے کا استعمال اگر حضور ﷺ کے طریقے پر ہوگا تو خدا چیزوں میں حالات بہتری کیلئے آئیں گے اور اگر استعمال انسان کا غلط ہوگا تو چیزوں میں حالات ابتری کیلئے آئیں گے، اگر ہم نے چیزوں پر محنت کی اور ظاہری خاکہ تیار ہوگا لیکن عمل خراب ہو گئے تو خدا ان نقشوں کے اندر حالات کی خرابی ڈالدیں گے، اسی واسطے تم دیکھو گے کہ امریکہ، روس تک اور اس ملک کے بچے بچے تک ہر ایک پریشان ہے، اگر ذرا غور کیا جائے کہ روس و امریکہ والے جن کے نقشے بڑے ہیں وہ کیوں پریشان ہیں؟